UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224587

UNIVERSAL
LIBRARY

TIGHT BINDING BOOK

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران

گفتہ آید در حدیث دیگران

[illegible]

[illegible]

یعنی

اسرار نگون

[illegible]

الناظر پریس لکھنؤ میں طبع

[illegible]

شباب لکھنؤ (تاریخ)

ایک یورپین مصنف نے نصیرالدین حیدر شاہ اودھ کے دربار و حالات کے چشم دید واقعات شاہی محلات کے اسرار اور محلی معاشرت و عیش پرستی کے حالات انگریزی زبان میں لکھے تھے جنھیں اودھ کے بے نظیر انشا پرداز نقی احمد علی بی۔ اے۔ مرحوم نے نہایت رنگین اور دلکش پیرایہ میں اردو زبان کا لباس پہنایا۔ شروع میں [illegible] پیرزادہ قمر [illegible] کا ایک نہایت دلکش اور پُر مغز مقدمہ شامل کر کے اصل کتاب کی قدر و قیمت میں بیش بہا اضافہ کیا

یہ کتاب اب کمیاب ہے [illegible] جلد طلب فرمائیے قیمت ۱؎

مرقع لیلے مجنون

ملک عرب کے مشہور قبیلے کے قیس [illegible] لیلے [illegible] کے عشق کی شہرت [illegible] اور ہندوستان [illegible] مرزا محمد ہادی صاحب مرزا [illegible] کی مسلسل اردو [illegible] کا لباس پہنایا [illegible] کیا ہے [illegible] عرب کی معاشرت [illegible] کا نقشہ [illegible] اخلاقیات [illegible] بیان کئے گئے ہیں [illegible] وقت [illegible] ایک [illegible] حاشیہ [illegible]

[illegible]

[illegible] میں قیمت ....

المشتہر مکتبۂ امین آباد لکھنؤ

اسرار رنگون

پہلا باب

[illegible]

[illegible]

گفتگو کر رہے تھے۔ دونون مین سے جیسا کہ اوپر کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے ایک مرد ہے۔ ایک عورت۔ مرد کا نام محمد سلیم ہے۔ اور فی الحال ہم اپنے ناظرین کا انھین حضرت سے تعارف کرانے مین سلیم کے والد دوست محمد پنجابی الاصل اور لودہیانہ کے باشندے تھے۔ اگرچہ شروع سلطنت برطانیہ سے ہمیشہ گورنمنٹ کے خیر خواہ رہے تھے مگر غدر کے پرآشوب زمانہ مین بعض ایسے واقعات پیش آئے جنکی بدولت دوست محمد کو اہل وعیال سمیت وطن کو خیرباد کہنا پڑا پنجاب سے صعوبات سفر اٹھاتے بنگالہ اور وہان سے اکیاب وغیرہ ہوتے ہواتے برہما مین وارد ہوئے۔ چونکہ اسی کے تھوڑے عرصہ بعد رنگون پر سلطنت انگریزی کا قبضہ ہوگیا۔ دوست محمد نے جزیرہ مرگوئی مین بود باش اختیار کی جہان اپنی قوت بازو کی بدولت آسودگی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور وہین مسٹر سلیم (جو دوست محمد کے چھوٹے بیٹے ہین) پیدا ہوئے۔ جب سلیم کی عمر چار سال کی ہوئی والدین نے بسم اللہ کی تقریب نہایت دھوم دھام سے کی۔ اسکے بعد ہی دوست محمد کی عاقبت اندیشی اور زمانہ شناسی اسکی مقتضی ہوئی کہ وہ گورنمنٹ سے معافی حاصل کرے الغرض بڑی دوڑ دہوپ اور سعی وسفارش کے بعد گورنمنٹ نے انکو پروانہ معافی عطا کیا اور وہ مرگوئی سے آکر خاص رنگون مین سلیم کی تعلیم وتربیت کی ضرورت سے سکونت پذیر ہوئے چنانچہ سال پر سال گذرتا گیا۔ اور رفتہ رفتہ سلیم کا تعلیمی شوق بڑھتا گیا غریب الوطن دوست محمد نے اپنے اوپر تمام دنیا کی مصیبتین برداشت کین مگر سلیم کی تعلیم کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔ سخت ناشکری ہوگی اگر سلیم کے دو بڑے بھائیون کا ذکر نہ کیا جائے جنہون نے اپنے باپ کے ساتھ رات دن محنت کی اور سلیم کی تعلیم کے اخراجات پورے کرنے مین اُسے مدد دی۔ سلیم ابتدا مین رنگون کے مشہور درس گاہ برادرز ہائی اسکول مین تعلیم پاتا رہا۔ سلیم کی ذہانت چندان قابل تعریف نہ تھی۔ لیکن تحصیل علم کے شوق اور ہمت کی بلندی نے اُسے مستقل جفاکش اور محنتی بنا دیا جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اسکول کے تمام امتحانون مین برابر کامیابی سے

ہم آغوش رہا۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد سلیم رنگون کے گورنمنٹ کالج مین داخل ہوا۔ ایف اے مین ایک سال اتفاقی ناکامیابی کیوجہ سے پانچ سال بعد اُسنے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ پھر جو ایک سال دل لگاکر کوشش کی تو ایم۔ اے سکنڈ ڈیویزن مین پاس کیا۔ اسکے بعد عام طور پر گو یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سلیم رنگون مین کوئی اچھی ملازمت کرینگے۔ مگر سلیم کے والد اور بھائیون نے اپنی ہمتون کا کمال یہ دکھایا کہ سلیم کو سول سروس کے امتحان کے لئے ولایت بھیجنے کی تجویز کی اور باوجود کمی سرمایہ کے ہمتین پست نہ کین۔ اس موقع پر مسٹر سلیم کے حلیہ و مزاج کا بیان بھی کسیقدر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سانولا رنگ۔ کشیدہ قامت۔ متناسب الاعضا۔ شگفتہ اور بشاش چہرہ۔ پیشانی بلند و فراخ لال لال ڈورے پڑے بڑی بڑی نشیلی آنکھین۔ ہنس مکھ و خوش مزاج۔ سیر چشم و بامروت۔

رنگون کالج مین لڑکون کے ساتھ لڑکیان بھی تعلیم پاتی ہین۔ چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ دو تین سو لڑکون کے ساتھ دس بیس لڑکیان بھی کالج مین چلتی پھرتی نظر آتی ہین۔ جب سلیم کالج مین داخل ہوا تو اس سال رنگون کے مسٹر [illegible] تل برون (مشنر نمبر ۶۲ پنجابی) کی لڑکی بھی اسکول کی تعلیم ختم کرکے اور کالج مین داخل ہوکر سلیم کی ہم سبق ہوئی۔ چند ہی روز بعد دیکھا گیا کہ سلیم اور مس الڈا برون مین خاص اتحاد بڑھ رہا ہے۔ جماعت مین چالیس سے زائد طالب علم تھے۔ الڈا ہمیشہ سلیم کے پاس آکر بیٹھتی اور اُسکے ساتھ رہکر سبق یاد کرتی۔ اس معاملہ کی شہرت کالج مین عام ہوگئی اور الڈا گھر سے اپنی خوبصورت لینڈو لیٹ پر جسمین پانچ ہزار کی کمیت جوڑی جتی رہتی تھی جب کالج آتی تو بعض دل چلے شوخ مزاج طلبا کی شہ پر دو چار شریر لڑکے دوسری جانب مُنھ پھیر کر۔ گاڑی کے قریب سے گذرتے وقت مسٹر سلیم پکارا کرتے۔ اگرچہ ایسا کرنا سراسر خلاف تہذیب ہے۔ مگر طالبعلمون سے تو شیطان نے بھی پناہ مانگی ہے۔ اس چھیڑ چھاڑ سے سلیم کا فائدہ ہوا کہ الڈا نے سلیم سے اور بھی زیادہ ربط و ضبط بڑھا لیا اسوقت الڈا کی

عمر سولہ برس اور سلیم کی اٹھارہ سال کی تھی۔ دونون مین پاک محبت تھی۔ کسی قسم کا برا خیال
دلمین نہتھا۔ الڈا اول ایک امیر باپ کی بیٹی تھی اُسپر خوبصورتی سونے مین سہاگہ تھی اگرچہ
رنگ کسیقدر سانولا تھا مگر بلا کا نمک تھا سیاہ بال نرگسی آنکھین موزون قد۔ پھرتیلا بدن۔
شوخی و شگفتگی کے ساتھ نزاکت و لطافت یہ سب باتین سلیم کے دل لینے کو کافی تھین مگر الڈا جسقدر
امیر باپ کی بیٹی تھی۔ سلیم اُسیقدر غریب باپ کا بیٹا تھا۔ پھر وہ یہودی یہ مسلمان۔ چنانچہ ایکدن سلیم
جب الڈا کے عالیشان باغ کیطرف جا نکلا اور الڈا کے سائیس نے جلدی سے اپنی پرانی جالی
نکالکر بیچنے کے لئے دی تو سلیم کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ انکی ملاقات صرف کالج کی چاردیواری
تک محدود رہتی تھی۔ اور باتین صرف کتاب اور سبق سے متعلق مخصوص! دو سال گذر گئے
اور عجیب اتفاق ہوا کہ سلیم کے ساتھ الڈا بھی ایف۔ اے کے امتحان مین فیل ہو گئی
اس عجیب وغریب اتفاق سے اگرچہ ساتھی طالبعلمون نے کچھ اور ہی [illegible] نکالا۔ مگر دراصل یہ
ایک اتفاقی بات تھی۔ ورنہ الڈا اور سلیم نے کسی طرح [illegible] کوشش کم نہ کی تھی۔ اُس
ناکامیابی کے بعد کامل ایک سال دونون نے پھر کوشش کی اور ایف اے مین پاس
ہو کر یکجائی اے مین پڑھنا شروع کیا۔ بی۔ اے مین دو سال اسیطرح آپسمین مہرومحبت
سے گذارے۔ اگرچہ ایک دوسرے کی الفت دونون دلون مین موجود تھی مگر ہر روز کی
چھ سات گھنٹہ کی ہمنشینی سے اُنھین یہ محبت محسوس نہ ہوئی۔ بی اے۔ دونون سے
تھرڈ ڈویژن مین پاس کیا۔ اسکے بعد کرنل برون کا ارادہ تھا۔ کہ الڈا تعلیم کو آیندہ
بند کر دے مگر معلوم نہین کہ علمی مذاق کے سبب یا سلیم کا ارادہ معلوم کر کے الڈا نے
ایم اے کی ڈگری حاصل کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اسکے والد نے بھی طوعاً وکرہاً
اجازت دیدی۔ اس طرح سلیم اور الڈا پھر کالج مین ایک سال تک اکٹھا رہے۔ اور دونون نے

ایم اے کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی۔ اب آیندہ کوئی موقع ایسا نہ تھا کہ سلیم اور
الڈا کو فریدہ یکجائی کا اتفاق رہتا۔ چھ سال کی ملاقات آخر اپنا رنگ لائی۔ اور اب جو دفعتاً
ملاقات کا موقع جاتا رہا۔ تو دونون کے دلون مین محبت کی آگ بھڑک اٹھی سلیم الڈا کے
گھر نہ جا سکتا تھا۔ نہ الڈا سلیم کے گھر آسکتی تھی۔ مگر محبت نے اپنا راستہ اسطرح بنایا کہ ہفتہ
مین ایک دو بار رنگون کی جٹی نمبر ۸ پر یہ دونون شام کو دس پانچ منٹ کے لیئے مل لیتے
اب جو ملاقات کم ہوئی تو ایک دوسرے کی وقعت زیادہ ہونے لگی۔ اور اس چھ سال کی پاک
محبت نے دونون کے دلون کو اُبھارنا شروع کیا جب سلیم کے والد نے اُسے سول
سروس بھیجنے کی تجویز کی اور سلیم نے اسکی اطلاع الڈا کو دی۔ تو اوس کو سخت رنج ہوا۔ اگرچہ
سلیم کو بھی رنج تھا۔ مگر الڈا کو زیادہ افسوس تھا۔ آخر کار خط و کتابت سے سب امور طے
ہوگئے اور سلیم کے سفر انگلستان کا زمانہ آہی گیا۔ اور دوسرے دن ہی لاین کے جہاد
وارڈک شایر پر سلیم کی روانگی کا انتظام بھی ہوگیا۔ سفر سے ایکروز قبل سلیم اور الڈا مین
مندرجہ بالا گفتگو ہوئی۔ چنانچہ جب الڈا کی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے تو سلیم سے
بھی نہ رہا گیا۔ اور اُسکے بھی بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ اگر پبلک جگہ ہونے کے سبب
کسی کے دیکھنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو دل کھول کر دونون روتے۔ مگر ایسا نہ ہوسکا۔ تاہم دیر تک
آپس مین باتین ہوتی رہین۔ اور خلاف عادت اندھیرا ہونے تک دونون سرگرم گفتگو رہے
چونکہ سلیم کی اتنی حیثیت نہ تھی کہ اُسے جہاز پر رخصت کرنے کیلئے کثرت سے احباب آتے جو
الڈا بھی جا سکتی اسلئے یہی اُنکی آخری ملاقات تھی۔ رات اندھیری تھی دونون نے لوگونکی نظر
بچاکر ایکدوسرے کے ہاتھ مین ہاتھ ڈالدیا اور خرامان خرامان چلنے لگے۔ الڈا کی گاڑی مرچنٹ
اسٹریٹ اور اسپارک اسٹریٹ کے کونے کے چرچ کے سامنے کھڑی تھی۔ اسلیے سلیم ایک

الڈا اسپارک اسٹریٹ سے جب مُلک برادرز کے آفس کے سامنے پہونچے تو چند منٹ ٹھہر کر ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے۔ یہ وقت عجیب رقت آمیز تھا۔ اور دونوں پر ایک محویت کا عالم طاری تھا۔ ہاتھ ضرور ایک کا دوسرے کے ہاتھ مین تھا۔ مگر زبان بالکل بند تھی۔ آخر الڈا نے اس سکوت کو توڑا اور "اچھا پیارے رخصت" کے الفاظ اُس کے مُنھ سے نکلے سلیم نے بھی مناسب جواب دیا۔ اور بے اختیار ہو کر الڈا کو بغل مین دبا کر اسکے لب لعلین کا ایک محبت بھرا بوسہ لیا۔ یہ پہلا بوسہ تھا جو سلیم نے الڈا کا لیا۔ اور الڈا کی زندگی مین اسی بوسے سے ایک نیا باب شروع ہوا۔ اور اسکے بدن مین ماں باپ کے محبت بھرے بوسوں سے زیادہ ایک خاص لطف محسوس ہوا۔ اسوقت سلیم اور الڈا ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ اور سلیم دوسرے روز جہاز پر سوار ہو کر ولایت روانہ ہو گیا۔

دوسرا باب

چونی پرشاد
مفلسی اور فاقہ

پھٹے کپڑوں پہ خندان مثل گل ہین شرافت کیا بہار بخزان سے
تکلف سے بری ہے حسن ذاتی قبائے گل مین گل بوٹا کہان ہے

جزیرۂ لنکا کے مشہور دار الخلافت مین شہر کے باہر ایک میل کے فاصلہ پر ایک وسیع باغچہ ہے جسکے وسط مین ایک لکڑی کا بنگلہ نما گھر بنا ہے۔ اور پھاٹک کے قریب ایک جھونپڑی ہے جسکی ہیئت کذائی ظاہر کرتی ہے کہ دربان کے لئے بنائی گئی تھی۔ مگر آجکل ایک غریب لکڑہارے کو دیدی گئی ہے جسمین وہ مع اپنی نوجوان عورت اور ضعیف العمر ماں کے رہتا ہے بنگلہ نما

گھر مین ایک ادھیڑ عمر کی قوی الجثہ معزز عورت (جو دراصل مالک باغ کی بیوہ ہے) مع اپنی بیار بہو اور خوردسال پوتے کے رہتی ہے۔ آجکل اُسکا نوجوان بیٹا چھنی پرشاد (جو رنگون کے پی۔ ڈبلو۔ ڈی مین کام کرتا ہے) رخصت پر تین ماہ کے لئے آیا ہوا ہے جسکے آنے سے گھر مین خوب چہل پہل اور رونق ہے۔ اگرچہ چونی پرشاد کی بیوی دوسال سے بستر علالت پر ہے مگر آجکل شوہر کے آجانیسے اُسکے کمہلائے چہرہ پر بھی ایک قسم کی رونق آگئی ہے اور خوردسال بچہ تو قدرتی محبت کی کشش سے باپ کی گودی سے اُترتا ہی نہین۔ ملکی رسم کے مطابق یہ سب اسوقت مغربی حصہ کے بڑے کمرہ مین فرش پر بیٹھے گفتگو کر رہے ہین۔

مان (چونی پرشاد سے) "بیٹا مین مانتی ہون کہ تمہاری یہ عمر کمانے کہانے اور ترقی کرنے کی ہے۔ مگر آخر میرا بھی تو تمپر کچھ حق ہے۔ تمہارے متوفی باپ کا خاطر خواہ اثاثہ موجود ہے اس باغیچہ کے علاوہ زمین بھی اسقدر موجود ہے کہ تین چار آدمی فضول خرچی اور اسراف کے بغیر سفید پوش رہکر اطمینان سے بسر کرسکتے ہین۔ تم اپنے باپ کی اکلوتی نشانی ہو مین چاہتی ہون کہ آئندہ تم گھر ہی پر رہو اور رنگون واپس نہ جاؤ؟

چونی پرشاد: امان تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مگر زمین کی آمدنی اسقدر نہین کہ جس سے ... جو لوگ رنگون مین نہین رہتے اُنکو یہ لفظ کسیقدر کھٹکے گا۔ مگر رنگونی حضرات کے سامنے جہان یہ لفظ آیا اور دو مطرب خوشنوا کی تازہ بتازہ نو بنو کی خوشنوا گتین سامع کو مبہوت بنا تے لگین۔ شہر رنگون کے گرد نواح مین صدہا باغ ہین جو وہان کے رئیسون کے قبضہ مین ہین اکثر رئیس انہین باغون مین مستقلاً سکونت پذیر ہین بہت سے شہر مین رہتے ہین۔ وہ ہفتہ مین ایک بار یا تہوار اور تعطیلون کے موقع پر یہان سیر و تفریح کو آتے ہین۔ اور ان تفریح گاہون مین وہ وہ رنگ رلیان اُڑتی ہین کہ الامان عام لوگ جو ... یقین

... ہو سکے۔ آخر خدا نے ہاتھ پاؤن دیئے ہین تو کچھ کرنا بھی چاہیے آجکل سخت ...
... ہے روز بروز اخراجات بڑھ رہے ہین اگر اسوقت مین ہاتھ پاؤن توڑکر
... تو آئندہ اس چھوٹے بچے کی تعلیم کا کیسے انتظام ہوگا؟"

ماں: بیٹا! مجھے رونا تو یہی ہے کہ تم باہر رہکر فضول خرچ ہوگئے ہو۔ میرے پاس رہو گے
... ہیگی زندگی بسر کرنے کے لیے زمین کی آمدنی کافی ہے اور اگر نوکری ہی کی خواہش
... سکتی ہے تنخواہ اتنی نہ سہی کم سہی۔ گھر پر جو ملے غنیمت ہے۔"

پاربتی: ... اماں! اگر انھین خرچ کا اتنا ہی خیال ہے تو آخر میرے والدین نے
جہیز ... دیا ہے۔ وہ کس کام آئیگا میرا جہیز بیچکر اس بچے کے نام کوئی جائداد
زمین خرید دی جاتی۔ دونون آمدنیان ملاکر تو یہ امیرانہ زندگی بسر کرسکتے ہین۔"

چھنی پرشاد۔ (دونون سے مخاطب ہوکر) میری معزز ماں! اور میری پیاری
... رہی ہو درست ہے۔ مگر خوب خیال رکھو کہ چھنی پرشاد ایسا شخص نہین ہے
... شرمندۂ احسان ہونا بغیر کسی اشد ضرورت کے گوارا کرے۔ خواہ وہ جان
دینے والی ماں یا بیوی ہی کیون نہ ہون۔ جبتک خدا میرے ہاتھ پاؤن سلامت رکھیگا
... گا۔ اور ہو سکے گا تو دوسرے کی امداد بھی کرونگا۔ اسجگہ اگر مجھے حسب دلخواہ
... تو مین خود گھر مین رہکر خوش ہوتا۔ مگر یہان بظاہر ترقی کی کوئی امید نہین۔
... ترقی کا میدان وسیع ہے۔ اسلیے مین ———"

... پھاٹک کے پاس کی جھونپڑی مین رہنے والے لکڑہارے کی نوجوان جورو ...
... ہوئی۔ جسکی آنکھون سے آنسو جاری تھے جسکے بلاخیز حسن پر سادگی اور سادگی
... کے علامات دیکھکر سخت سے سخت دل بھی موم ہوجاتے۔ سبکی نگاہین اسکی

طرف اُٹھتین۔ اور بیوہ مالکہ مکان بھی باوجود اپنی جبلی سخت دلی اور تنگ ظرفی کے یہہ غمناک نظارہ برداشت نہ کرسکی اور اسطرح گویا ہوئی:-

بیوہ:"کیون ری سانولا آج تو اسطرح کیون رو رہی ہے؟"

سانولا-(ہاتھ جوڑکر اور زمین پر بیٹھکر) "حضور آپکو معلوم ہی کہ پرسون میرے خاوند کو چہدسرم پلے مہاجن نے ۵ روپئے زرِ ڈگری ادا نہ کرسکنے کے عوض مین چھ ہفتے کیلئے دیوانی کے قیدخانہ بھجوادیا۔ حضور آپ پر ہماری لبسر برد کی صورت ظاہر ہے صرف اسکی کمائی پر ہماری روزی منحصر تھی۔ دس سنٹ وہ روز لاتا تھا اسمین ہم دونون مع اسکی بوڑھی ماں کے لبسر کرتے تھے۔ پرسون سے وہ تو جیل مین ہے اور ہم فاقہ کے سخت عذاب مین۔ اسوقت چوتھا فاقہ ہے۔ اور اب تو صبر کی تاب نہین رہی اسلئے حضور کے پاس یہ التجا لیکر آئی ہون۔ کہ دو سیر چاول اگر آپ اسوقت قرض دیدین تو کل صبح ہی کہین سے لاکر واپس دیدون گی"

بیوہ:- دو سیر تو نہین۔ البتہ ایک سیر چاول دیئے دیتی ہون۔ مگر اس شرط پر کہ کل ضرور واپس کردینا۔ ورنہ تو جانتی ہے کہ مجھسے برا کوئی نہین"

یہہ کہکر بیوہ دوسرے کمرے سے چاول لائی اور سانولا کو دیکر رخصت کیا۔ ابھی وہ چاول لیکر دروازہ ہی تک پہونچنے پائی تھی کہ بیوہ مالکہ نے ایک مدمغانہ اور سخت آواز سے پکارکر اسے بلایا اور کہا "تمنے کرایہ ادا کرنے کی فکر کی ہے؟ کل چاولون کے ساتھ کرایہ کے پیسے بھی لیتی آنا ورنہ مین چھ ہفتہ تک انتظار نہین کرسکتی۔ اور مجبوراً تمکو گھر سے نکالنا پڑیگا۔"

سانولا نے یہ سنکر ایک آہ سرد کھینچی اور بہت اچھا کہہ کر اُس کمرے سے باہر چلی گئی۔ چونکہ سانولا کی موجودہ حالت نے ہمپر ایک خاص اثر ڈالا ہے۔ اسلئے ہم بھی اسکے پیچھے پیچھے جاتے ہین اور دیکھتے ہین کہ اسکا گھر جاکر یہ کیا کرتی ہے۔

سانولا نے جھونپڑی میں پہونچکر چاولوں کے دو حصے کئے۔ نصف حصہ ایک مٹی کے کورے برتن میں رکھ لیا۔ اور نصف ایک ہانڈی میں دھوکر چولھے پر چڑھایا اور آگ جلا کر اٹھی۔ اب اگرچہ نقاہت اُسے کسی کام کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی مگر وہ گرتی پڑتی اپنی بوڑھی اور کمزور ساس کے قریب پہونچی۔ جو ایک کونے میں تین وقت کے فاقہ سے پڑی تھی۔ چونکہ نظرکی کمزوری کے ساتھ ہی اسے کانوں سے بھی اونچا سنائی دیتا تھا سانولا نے چیخ چیخ کر اُسے اس بات آگاہ کیا کہ وہ چاول تھوڑے سے لے آئی ہے۔ اور پکا رہی ہے یہ کہکر وہ چولھے کے پاس چلی گئی۔ سانولا نے چاولوں کا پانی نچوڑا نہیں بلکہ چاولوں کو گلنے دیا جو پکنے پر کھیر کی طرح ہوگئے۔ اور اسمیں ذرا سا نمک ڈالدیا۔ یہ کھانا (جو اس وقت اُن بیکس غریبوں کے لیے شاہی نعمات سے زیادہ بامزہ تھا) جب بالکل طیار ہوگیا۔ تو پہلے سانولا نے ایک مٹی کے پرانے پیالے میں ساس کو دیا اور جب وہ تھوڑا سا کھا چکی تو باقی سانولا نے آپ کھایا اور خدا کا شکر کیا اب گویا اسکی جان میں جان آئی۔ مگر چار فاقہ کے بعد جب پیٹ میں غذا پہونچی تو آنکھوں میں اندھیرا سا چھا گیا۔ اور دس ہی منٹ کے بعد وہ بیہوش ہوکر پڑ گئی۔ رات کے بارہ بجے آنکھ کھلی۔ اُٹھکر جھونپڑی کا دروازہ بند کیا۔ تیل تو تھا ہی نہیں جو چراغ جلایا جاتا۔ جاکر بوڑھی ساس کی خبر لی۔ جو اپنی معمولی حالت میں کچھ جاگتی کچھ سوتی پڑی تھی سانولا اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ لاکھ چاہا کہ نیند آوے۔ مگر تھوڑی دیر پہلے جو آرام کرچکی تھی نیند نہ آنا تھی نہ آئی۔ اسپر فکروں نے آگھیرا وہ سوچنے لگی۔ کہ اب گذر کی کیا صورت ہوگی گھر والا تو چھ ہفتہ کے لئے جیل جاچکا اس عرصہ میں ہم کیا کھائینگے۔ بیوہ مالکہ مکان نے خدا جانے کیونکر رحم کھایا۔ جو ایک سیر چاول دیدئے ورنہ وہ تو بڑی ہی سنگدل ہے۔ اب اور تو وہ دے چکی اس ایک سیر کے تقاضہ کا کیا جواب دونگی؟ کیا بےسود؟ اسلئے کوئی چارہ

نہین ۔کہ مین اپنی عصمت قربان کرکے اپنا اور قریب المرگ ساس کا پیٹ پالون مگر نہین یہ تو مجھ سے ہرگز نہ ہوسکیگا ۔اس بے حرمتی سے تو خودکشی بہتر ہے ۔اے موت آ ۔اور میری مصیبتونکا خاتمہ کر!!! سانولا نے فیصلہ کر لیا کہ اب سوا ے خودکشی کے اور کوئی چیز اسکو مصیبت سے نہین چھڑا سکتی ۔اس ارادہ سے اُٹھکر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی ۔کہ اے کاش ہو وقت میرے پاس دو ہی پیسے ہوتے تو صبح زہر لاکر اپنا خاتمہ کر دیتی ۔کیا اب گلے مین پھندا ڈال لون؟ مگر اتنا حوصلہ نہین پڑتا آخر کیونکر اپنی جان کھوؤن؟ بہتر یہ ہے کہ باغیچہ کے اُس پار والے کنوین مین اپنے تئین گرادون کسکو جلدی سے خبر نہ ہوگی ۔غرض سانولا مجبور ہوکر اس خودکشی کے ارادہ سے اُٹھی ۔اور دروازہ سے باہر نکل گئی ۔سامنے ایک درخت تھا ۔اندھیرے مین اُس سے ٹکر کھائی ۔ناک سے خون جاری ہوگیا ۔عین مصیبت کے وقت سانولا کو اپنی ساس کا خیال آیا کہ میری خودکشی کے بعد اس بچاری ساس کا کیا حشر ہوگا؟ یہ خیال آنا تھا ۔کہ ایک ہاتھ سے ناک پکڑ کر واپس جھونپڑی مین آئی اور پرانا کپڑا ناک مین دیکر سوچنے لگی کہ مین کسقدر غلطی کا ارتکاب کرنیوالی تھی یہ خودکشی کے ارتکاب سے میری مصیبتون کا خاتمہ تو ضرور ہوجاتا مگر اس بوڑھی ساس کا خون ناحق کس کے ذمہ ہوتا؟ بہرحال مجھے زندہ رہکر آیندہ اور موجودہ مصیبتون کا مقابلہ کرنا چاہیے ۔اور اپنی جان بچانے کی کوشش ایک دوسری جان بچانے کیلئے کرنی چاہیے ۔اسی سوچ مین صبح ہوئی دن نکل آیا ۔سانولا جاگتی تو تھی ہی ۔اُٹھ بیٹھی منھ دھویا ۔زخم دیکھا تو خشک ہو گیا تھا ۔آفتاب نکلنے سے قبل ہی چولھا سلگایا ۔کل کے بقیہ چاول چڑھاے ۔مگر گھر مین آج نمک بھی نہ تھا ۔اسلئے آج پھیکا ہی دلیا پکایا چونکہ آیندہ کے لئے ابھی کوئی صورت نہ ہوئی تھی ۔اسلئے دلیا طیار کرکے خوبصورت سانولا چولھے کے پاس ہی سوچنے لگی کہ آیندہ

اُسے کیا کرنا چاہئے؟ اس سوچ میں دو گھنٹے کا عرصہ گذر گیا اور سانولا کو ایک سخت آواز نے اس غفلت سے چونکا دیا وہ آواز یہ تھی:۔

"سانولا کرایہ کے پیسے دو"

یہ آواز مالکہ مکان کی تھی۔ سانولا چونک اُٹھی اضطراب میں کچھ بن نہ پڑا بیساختہ مالکہ مکان کے قدموں پر گر پڑی اور سچ گڑگڑانے لگی۔

"حضور! میں کرایہ کا کسی طرح انتظام نہیں کر سکتی۔ گھر میں تو کل کے چاول ادا کرنے کا بھی اب کچھ سامان باقی۔ للہ آپ ہمارے حال پر رحم فرمائیے جبتک کہ میرا خاوند چھوٹ کر آجائے"

مالکہ مکان "اٹھو حرامزادی میرے سامنے سے۔ کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ تیرے ان نخروں سے میں کرایہ کے لئے صبر کر دون گی۔ میں نہیں جانتی۔ گھر میں سے لا اور بیٹے لا کر آج شام تک کا کرایہ اور کل تک چاول دیدے۔ میں جانتی ہوں تیرے یہ بناوٹی آنسو مجھ پر اثر نہیں کر سکتے۔ میں تجھ جیسی چھوکریوں کی چالوں کو خوب سمجھتی ہوں۔ روپے کے لئے کو بہانہ خاوند کا"

اتفاق سے چھوٹی پرشاد حضرت آنکلا۔ اس سین سے متاثر ہو کر ماں کو سمجھانے لگا کہ انکی غربت پر رحم کھا کے فی الحال کرایہ کی وصولی ملتوی کیجائے۔ مگر اسکی ماں درحقیقت ایک سنگدل اور نہایت ہی کنجوس عورت تھی۔ اس لئے بیٹے کی ایک نہ مانی اور سانولا کو اسی حالت میں بے نقط گالیاں سنائی اور یہ کہتی ہوئی کہ اگر شام تک کرایہ اور چاول نہ ادا کرے گی تو گھر خالی کرا دونگی چلی گئی۔

چھوٹی پرشاد ماں کی اس سنگدلی سے از حد بیزار ہوا۔ اور ایک گھنٹہ کے بعد پھر ادھر آیا۔ اسوقت سانولا ساس کو دلیا کھلا رہی تھی۔ چھوٹی پرشاد بے تحاشا اندر چلا گیا۔ سانولا سمجھی کہ یہ ماں کے حکم کی تعمیل کرنے اور گھر سے نکالنے آیا ہے۔ ڈری اور ہاتھ جوڑ کر

سامنے کھڑی ہوگئی۔ چونی پرشاد نے تسلی دی اور اپنی مان کی بے رحمی پر نفرت ظاہر کی۔ اور پوچھنے لگا کہ کسقدر کرایہ باقی ہے۔ سانولا کے جواب دینے پر کہ ۲۰ سنٹ[1] باقی ہین۔ چونی پرشاد نے جیب سے ۲۰ سنٹ نکال کر دیئے کہ جا کر میری مان کا کرایہ ادا کر دو تاکہ تمہاری بے عزتی نہ ہو۔ سانولا چونی پرشاد کی اسقدر مشکور تھی کہ زبان سے شکریہ ادا ہی نہ ہوسکا۔ بلکہ مجسم شکر بنکر سامنے کھڑی ہوگئی۔ اسپر چونی پرشاد نے سانولا سے کہا کہ آج دوپہر کے بعد تین بجے مین مارکیٹ جاؤنگا تم ٹھیک اسوقت مجھے مارکیٹ مین ملو۔ مین تمہین کچھ چاول دلا دونگا۔ اب سانولا کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ ایسی سنگدل ان کا بیٹا اور ایسا مہربان۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا مگر ضرورتاً مارکیٹ مین ملنے کا وعدہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سانولا مالکہ مکان کا کرایہ ادا کر آئی۔ اور بیاہون کی واپسی تک کے لئے شام کا وعدہ کرکے سیدھی شہر پہونچی۔ تین بجے چونی پرشاد سے مارکیٹ کے ایک کنارے پر ملاقات ہوئی۔ جہان چونی پرشاد نے ایک بورہ[2] چاول خرید کر اسے دیئے۔ اور قلی کو مزدوری دیکر سانولا کے ساتھ کر دیا کہ اسکے گھر تک پہونچا آئے۔ سانولا اسوقت تو آنکھ لگا ... مگر سچ یہی ہے کہ چونی پرشاد کی یہ مہربانی تھی۔ ... چاول رکھنے کے لئے جب اللہ مکان کو دیکھنے ... جو سامان کے پیچھے ... بستر کا ایک کونہ اٹھنے کیلئے کہا۔ دیکھا تو ایک روپیہ رکھا ہوا تھا۔ بوڑھی ساس نے کچھ سمجھایا۔ مگر سانولا کی سمجھ مین نہ آیا۔ سانولا کے گھر مین ایک روپیہ بھی آیا تھا۔ روپیہ لیکر خدا کا شکر کیا۔ سودا سلف لیا۔ اور رات کو اچھی طرح کھانا کھا کر ذرا آرام سے لیٹ رہی۔ اب اگر خیال تھا تو صرف یہ کہ چونی پرشاد

[1] تانبے کے سنٹ بجائے پیسہ کے سیلون اور بعض دوسرے ممالک مین چلتے ہین۔ ایک روپیہ کے سو سنٹ سیلون مین رائج ہین۔

[2] البتہ زنگون کی اصطلاح مین بورہ کو کہتے ہین۔

ایسا نہ ہو کہ مجھپر نیت بد رکھتا ہو۔ اور جوان ہے۔ امیر ہے۔ بیوی اسکی عرصہ سے بیمار ہے خدایا میری حفاظت کر اور اس امتحان مین استقلال دے۔ آنکھ لگ گئی۔ خواب بھی کچھ ڈراونے دکھائی دئے۔ رات کا ایک بجا ہے کہ کوئی شخص سانولا کو پانون پکڑ کر جگا رہا ہے۔ یکایک سانولا کی آنکھ کھلی اور جگانے والے نے آہستہ سے کہا مین چونی پرشاد ہون اور تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہون۔ چونی پرشاد کا نام سنتے ہی سانولا عجیب کشمکش مین پڑ گئی۔ اُسکے خیالات نے اُسے یقین دلایا کہ چونی پرشاد نے صرف اُسکی عصمت خراب کرنے کیلئے اُسے ممنون احسان کیا۔ تاہم وہ اپنے محسن کے ارشاد سے انحراف کرنا ناشکری بھی سمجھتی تھی غرض بادل ناخواستہ چونی پرشاد کے ساتھ ہوئی۔ باہر نکلکر ایک درخت کی آڑ مین چونی پرشاد نے اس سے کہا کہ تم ڈرتی نظر آتی ہو۔ تم مجھسے مطلق نہ ڈرو۔ مین تمہاری خرابی کیلئے نہین آیا۔ بلکہ تمہاری بیکسی پر مجھے رحم آرہا ہے۔ جوانی و خوبصورتی کے ساتھ تمہاری باعصمتی نے دل سے مجھے تمہارا ہمدرد بنا دیا ہے۔ مین کل واپس رنگون جا رہا ہون ایک گنی[۱] نکالکر، یہ لو خاوند کا قرضہ ادا کر کے اُسے جیل سے چھڑا لو۔ مین اسلئے رات کو تم سے ملنے آیا ہون کہ میری والدہ کو شک کا موقع نملے۔ مین آیندہ ۵ روپیہ ماہوار تمہاری مدد کیلئے رنگون سے کسی ذریعہ سے تمہارے پاس برابر بھیجا کرون گا۔ جسکا ذکر تم سوا اپنے خاوند کے کسی اور سے نہ کرنا۔ یہ کہکر چونی پرشاد رخصت ہوا۔

تیسرا باب

مسو دا ور بھبنین

مشکل محبت

[۱] گنی سے مراد انگریزی پونڈ ہے جو ہندوستان مین اشرفی کے نام سے چلتا ہے۔ اور جسکی قیمت مقررہ پندرہ روپیہ ہے۔

دلکے پھپھولے جل اُٹھے سینہ کے داغ سے
اس گھر مین آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ایسٹ رنگون کی ایک چوڑی سڑک پر ایک کچا پکا مکان نہایت خوبصورت بنا ہے۔ جسکے ارد گرد مختصر سا احاطہ بھی ہے اور رنگون کے تمام طرز مکانات کے خلاف یہان مردانہ اور زنانہ قطعات علیحدہ کیئے گئے ہین۔ اور دونون حصون مین مناسب احاطہ ہے۔ اصطبل وغیرہ بھی میونسپلٹی سے خاص اجازت لیکر سامنے کے مردانہ حصے مین بنایا گیا ہے۔ غرض رنگون بہر مین صرف یہی ایک مکان تقریباً ہندوستانی وضع کا ہے مسعود کے والد ایک سن رسیدہ باوضع اور پرانے خیال کے بزرگ ہین۔ انھین نئے خیالون سے قطعی نفرت ہے۔ اپکا اصل دولت خانہ فرخ آباد مین ہے۔ پہلے پہل جب رنگون آئے اور یہان کاروبار تجارت شروع کیا محنتی آدمی تھے خدانے برکت دی۔ پانچ چھ لاکھ روپیہ کا سرمایہ ہوگیا۔ اتفاقاً اُنھین دنون ایک مشہور لوہے والی اٹالین کمپنی برہما کی اپنے مینجر کی بد دیانتی کے بدولت بند ہوگئی اور اسکا لوہے کا کارخانہ معہ تمام سامان متعلقہ مسعود کے والد نے دو ہزار کم پانچ لاکھ مین خرید لیا۔ چنانچہ جب سے اسے خرید اہے اور تمام کاروبار بند کر دیئے ہین۔ صرف اسی کی آمدنی سے بڑہاپے کے دن آرام سے گذر رہے ہین۔ اس کارخانہ کی آمدنی اندازاً چار ہزار روپیہ ماہوار کی ہے۔ مسعود کے والد نے رنگون مین بھی ایک شادی زیربادی* ع خاندان مین کی تھی۔ اگرچہ پہلی بیوی (یعنی مسعود کی والدہ) وطن ہی مین تہی اُسے اس شادی کی اطلاع ہو چکی تھی اور اسی سبب سے اسے یہان آنا خوشگوار نہ تھا۔ اس شادی کے چند ہی

نوٹ:۔ قومون کے میل سے جو لوگ پیدا ہوتے ہین اُن کو دونون قومون سے منسوب کرنیکے لیے ہر ملک مین کسی نہ کسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ برہما مین زیربادی اُس گروہ کے افراد کہے جاتے ہین جو برہما کے باشندون اور ممالک غیر خصوصاً ہندوستان کے باشندون کے میل سے پیدا ہون۔

سال بعد یکایک رنگون والی بیوی فالج مین مبتلا ہوئی - ہر چند علاج کیلئے ہزارون روپے
دوا درمن اور حکیمون ڈاکٹرون کی نذر ہوسے - مگر قضا کا علاج کون کرسکتا ہے بیوی
انتقال کرگئی - متوفیہ کی ایک بیوہ بہن جو کہ دو لڑکیون کی مان بھی تھی مسعود کے والد کی مرضی
سے اپنی بہن کے انتقال کے بعد ان کے یہان آرہی - اگرچہ مسعود کے والد کے متعلق اس
بارے مین لوگون کے خیالات فاسد بھی ہین مگر ہمین یقین نہین آتا کہ ایسے متقی اور نیک
بزرگ سے ایسی ناشایستہ حرکت ہو سکے - خصوصاً اس صورت مین جبکہ وہ اپنی بیوہ
سالی سے شرعاً نکاح بھی کرسکتے تھے - لیکن امر مین شک نہین کہ مسعود کے والد سالی
کی لڑکیون کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کرتے تھے - سن وسال کے اعتبار سے ان دونون
بہنون مین صرف دو سال کی چھوٹائی بڑائی ہے - بڑی جسکا نام مطلیعہ ہے - آٹھ سال کی ہے
چھوٹی بہن شریفہ چھ سال کی ہے - اگرچہ ان کے یہ نام ولادت کے موقع پر رکھے گئے تھے
مگر عرفاً عام طور پر مطلیعہ کو "ماہ طلی" اور شریفہ کو "معلہ غنوئی" رنگون کے برمی محاورہ کے
مطابق کہتے ہین - انھین ایام مین ایک لمبی اور زبردست خط وکتابت کے بعد مسعود (جسکی
عمر اسوقت سترہ اور اٹھارہ برس کی تھی) فرخ آباد سے اس نیت سے بلایا گیا کہ آکر کام
سنبھال لے اور بوڑھے باپ کو جائداد کی نگرانی سے سبکدوشی حاصل ہو - مسعود کی بانیہ
اونکے والد کی یہ بھی نیت تھی کہ دو چار سال بیٹا کام سیکھ لے تو وہ خود حج بیت اللہ کی نعمت
سے مشرف ہو آوین - مسعود نے تعلیم برائے نام پائی تھی - ان کے والد نے مسجد سے باہر کہین
پڑھنے کی اجازت نہ دی جہان معمولی اردو کی نوشت وخواند آگئی اور قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا
تاہم مسعود کی ذہانت قابل تعریف ہے کہ اُسنے صرف ایک ہی سال کے عرصہ مین والد کا تمام کام
سنبھال لیا - اور اسکے والد خوشی خوشی ایک ہی سال کے بعد مع اپنے چند دوستون کے روانہ

بیت اللہ ہوئے۔ والد کی غیرحاضری مین گھر کا انتظام بھی مسعود کے سپرد رہا اور یہ ہر طرح سے
والد کی حسالی کی تابعداری کرتا رہا۔ اور انہین کوئی تکلیف نہ ہونے دی مثل مشہور ہے کہ
بڑون ہی سے بچے سیکھتے ہین۔ مسعود کو اپنے والد کا سب حال اول سے معلوم تھا۔ اگرچہ
مسعود کی شادی وطن مین چودہ ہی سال کی عمر مین ہو چکی تھی۔ مگر جیسا دستور ہے کہ صغر سنی
کی شادی مین اتفاق نہین ہوتا ان مین بھی خوشگوار تعلقات قائم نہ رہسکے خاصکر اس لئے
بھی کہ مسعود کی سسرال والے ایک معزز زمیندار تھے۔ اُنھون نے اکثر امور مین لڑکی کی طرفداری
شروع کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی مان باپ کے گھر رہنے لگی۔ رنگون مین آکر خود مختار ہونے
کے بعد مسعود جیسے نوجوان اور دولتمند شخص کیلئے شادی کرنے کا خیال کچھ بھی عجیب نہ تھا
مگر بڑی عاقبت اندیشی اور عقلمندی سے اسنے کام لیا۔ اور دل مین مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ
شریفہ اور مطیعہ کے بالغ ہونے تک انتظار کرونگا اور ان مین سے ایک کے ساتھ شادی
کرونگا چنانچہ اسی سبب سے اسنے خصوصیت کے ساتھ انکی تعلیم کیطرف توجہ کی اور انکی والدہ کی رائے
سے اردو تعلیم دلانی شروع کی۔ شریفہ اور مطیعہ مسعود کو ہمیشہ بھائی کہکر پکارتی تھین اور آپس مین
خوب محبت اور پیار سے گذرتی تھی۔ ہم بخوف طوالت دس سال کے واقعات چھوڑ کر مسعود کا
حال لکھتے ہین۔ دس سال کے عرصہ مین مسعود کے والد حج بیت اللہ سے واپس آئے اس سفر سے
انکی صحت ناقص رہنے لگی۔ اور چونکہ مسعود تجارتی کاروبار مین مشاق ہو گیا تھا اسلئے اب مسعود
کے والد نے گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور عموماً گھر کے باہر بھی کم نکلنے لگے۔ مسعود نے اس عرصہ مین شُد بُد
انگریزی حاصل کر لی۔ رنگون کی آب ہوا سے اب وہ دس سال پہلے کا مسعود نہ رہا۔ ہر روز رائل
لیک کی سیر۔ تون کو سرکہ۔ یا تھیٹر کی گشت۔ دوست احباب کی بے تکلف محفلین کچھ اور ہی رنگ
لانے لگین۔ اس دس سال کے عرصہ مین جس طرح مسعود نوجوانی سے جوان ہو گیا اسی طرح

مطیعہ اور شریفہ بھی بچپنے سے شباب کے عالم مین آگئین۔ اس دس سال کے عرصہ مین مسعود نے شریفہ اور مطیعہ کی ہر ایک عادت۔ مزاج شکل صورت اچھی طرح سے دیکھ لی اور شریفہ کو زیادہ پسند کرنے لگا۔ کیونکہ اگرچہ حسن وصورت مین دونون ایک دوسرے سے کم نہ تھین مگر فرق یہ تھا کہ جسقدر شریفہ شوخ۔ چلبلی۔ بیباک اور پھرتیلی تھی۔ اتنی ہی مطیعہ متین۔ کم سخن حیادار۔ سادگی پسند اور نازک تھی۔ خود مسعود بھی شوخ اور رنگین مزاج تھا۔ اسلئے مناسب طبعی نے شریفہ کو دلمین جگہ دی اور اسنے شریفہ سے خصوصیت برتنا شروع کی چنانچہ اس دس سال کے آخر سالون مین جبکہ مطیعہ نے لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا تھا مسعود کے کہنے سننے سے شریفہ برابر علمی مشاغل مین مشغول رہی۔ اسی دس سال کے عرصہ مین ایک نیا واقعہ اور پیش آیا۔ کہ مطیعہ مسعود سے برادرانہ محبت کرتے کرتے عاشقانہ محبت کرنے لگی جسکا حال باتون باتون مین مسعود کو بھی معلوم ہوگیا۔ اب مسعود عجیب کشمکش مین پھنسا کیونکہ اُسکے دل مین کسی اور کی محبت جگہ کر چکی تھی۔ اور ادھر مطیعہ کی دلشکنی بھی مناسب حال نہ تھی انھین دس سال کے اثنا مین مسعود کے والد نے زیارت حرمین سے واپس آکر اپنی سالی کو مع دونون لڑکیون کے طامسن روڈ پر علیحدہ رہنے کیلئے اپنا ایک مکان دیدیا تھا اور ہا بیوازی امداد سے برابر خبرگیران رہتا تھا۔ مسعود روزمرہ وہان جایا کرتا تھا۔ ناظرین کو یہ تو معلوم ہو چکا ہے۔ کہ مطیعہ کو مسعود کے عشق کا سودا ہوگیا تھا۔ ایکدن مطیعہ نے موقع پاکر مسعود سے کھلے الفاظ مین اپنا عشق ظاہر بھی کردیا۔ اور نکاح کی خواستگار ہوئی۔ مسعود کہ شریفہ کی زلف گرہ گیر کا اسیر تھا۔ بھلا اسکی درخواست کیونکر منظور کرسکتا تھا۔ مگر اُسکے لئے سب سے زیادہ مشکل بات یہ تھی کہ وہ اصل راز بھی مطیعہ سے ظاہر نہ کرسکتا تھا۔ اسلئے اسنے بغیر کوئی وجہ بتلائے۔ مطیعہ کو صاف جواب دیدیا۔

چوتھا باب

مس جالنسٹن

(دعوت رقص)

عشوہ و ناز و ادا اسکے بہی کتنے ہین
لے سکے کون یہان نام شکیبائی

رنگون مین ہم ناظرین کو آنریبل سر جارج جالنسٹن کے مشہور محل واقع انیسین کی سیر کراتے ہین - آنریبل مذکور ۳ سال سے حضور وایسرائے کی کونسل کے ممبر تھے - حال مین آنریبل مونگ باٹو نے ممبر ہوکر انہین سبکدوش کیا اور وہ رنگون واپس تشریف لائے - سر جارج کا محل برہما کی قابل دید عمارت ہے - انیسین کے ریلوے اسٹیشن سے اُتر کر سامنے کی وسیع اور سایہ دار سڑک پر قریباً دو میل چلے جائیے - بائین طرف اونچی سرسبز پہاڑی پر ایک عالیشان قلعہ نما عمارت نظر آئیگی اور یہی سر جارج کا محل ہے - پہاڑی کو ایسے اعلیٰ درجہ کی صناعی سے کاٹکر سڑک نکالی گئی ہے کہ تین موٹر کارین برابر نکل سکین - یہ پہاڑی اندازاً نصف میل مدور زمین کو گھیرے ہوے ہے - سر جارج جیسے شوقین شخص نے اس پہاڑی کو دلہن بنا رکھا ہے - چارون طرف سبزی سے لدی ہوئی پہاڑی کے درمیان مین سُرخ سُرخ لیلی کے پھول اور گل لالا اس قدر عمدہ اور خوبصورت نظر آتے ہین کہ نظر وہان سے ہٹتی نہین - سڑک کے کنارے والے اطراف مین کچھ بیل بایون مین عمدہ لوہے کا جنگلا لگا ہے اور بیل بایون کی چوٹی پر جنت نظیر کشمیر کے پھول عجیب بہار دکھا رہے ہین - پہاڑ کی جانب ایک ایک سو فٹ کے فاصلہ پر برقی روشنی کے لیمپ لوہے کے

ستونون پر نصب کئے گئے ہین جو رات کو روشن کئے جاتے ہین۔ ان سب مین جو خاص لطف کی چیز ہے وہ یہ کہ ابراہ ماہی آبشار کے پانی سے طاقت لیکر لوگا واٹر ورکس کے وسیع تالاب کا پانی بذریعہ نل کے اس پہاڑی کے اوپر پہونچایا گیا ہے۔ جو چوٹی پر ایک لوہے کی بڑی ٹانکی مین جمع ہوتا ہے۔ اور جسکا پانی سڑک کے دونون طرف بعض بعض جگہ عجیب طرح فواروں سے نکلتا ہے اور خاصکر پہاڑی کے وسط مین جو بارہ دری ہی اور جسپر ٹین کی چھت ہے جب اسپر ساون بھادون کی بھادو دکھائی جاتی ہے تو یہ ممکن نہین کہ اندر بیٹھنے والے کی نظر مین برسات کا سمان نہ گذر جائے۔ محل کے گرد کالے پتھرون کی ایک دیوار شہر پناہ کی طرح ہے جسکا صرف ایک پھاٹک ہے اور جسپر ہمیشہ راتدن سرجارج کے خاص سپاہی پہرہ دیتے ہین۔ محل باہر سے سنگ سرخ کا بنا ہے۔ سیڑھیان سنگ مرمر اور سنگ موسی سے مشترک بنی ہین۔ چارون طرف برآمدون مین بھی اسی طرح کا فرش ہے۔ یونتو یہ پورا محل دراصل قابل دید ہے۔ اور دنیا کی بے نظیر عمارات مین ایک قابل قدر اضافہ ہے مگر اس محل کے کھانے کے کمرہ کا اور ہی عالم ہے۔ کھانے کی وسیع کمرہ کی چارون دیوارین از سرتا پا سنگ مرمر کی ہین اور اسیطرح فرش کے علاوہ چھت بھی سنگ مرمر کی ہے۔ سرجارج کو مانڈلے کی لڑائی مین ایک کثیر مقدار سنگ مرمر کی حاصل ہوئی تھی جو گورنمنٹ نے انھین کو عطا فرمائی۔ اس ڈائننگ ہال کے وسط مین ایک نہایت ہی خوشنما سنگ مرمر کا میز ہے جسپر سونے کی پچی کاری سے گلکاری کی گئی ہی۔ اس میز کی مناسبت سے چارون طرف کرسیان بھی ولایت سے خاص فرمائش دیکر سفید بید سے بنوا منگائی گئی ہین۔ کھڑکیون مین شیشے نہایت ہلکے گلابی رنگ کے ہین جنکی مناسبت سے پردے بھی اسی رنگ کے ڈالے گئے

ہین ۔رات کو جسوقت اس کمرہ مین برقی روشنی ہوتی ہی تو اس محل مین یہ کمرہ ایسا نظر آتا ہے جیسے براتیون مین دُلہن ۔بقول سرجارج کے ایک مسلمان دوست کے کہ اگر ایک مین کے رہنے والے تعلیم یافتہ عرب کو وہان سے آنکھین بند کرکے لائین اور اس محل مین پہونچکر رات کو اُسکی آنکھین کھولدیجائین ۔اور یہ کہدیا جاے کہ تم اپنے حسن خدمات کے معاوضہ مین زندگی ہی مین بہشت بھیج دیئے گئے تو اُسے ذرا بھی شک نہ ہوگا ۔وہ اس محل کو یاقوت کا بنا ہوا اور کھانے کے کمرہ کو موتی کا محل تصور کریگا یہان کی روشنی کو نور الٰہی ۔اور روشون کے دو طرفہ رنگ برنگ کے کنکرون سے جو مصنوعی پہولونکی بہار دکھائی گئی ہی اسے اصلی جواہرات کے درخت تصور کرنے لگیگا ۔خصوصاً اگر وہ عرب اُس دن یہان آئے جسدن سرجارج کی خوبصورت اور خوش سیرت نوجوان لڑکی نے ناچ کی دعوت دی ہو تو اُسے حور و غلمان کی کثیر تعداد نظر آکر محو حیرت بناد یگی ۔الغرض یہ محل ۔اسکی عمارت ۔اسکا محل وقوع ۔اُسکی آرایش ۔اُسکے فرنیچر وغیرہ ایسے ہین کہ قلم سے اسکا نقشہ اُتارنا نہایت دشوار ہے ۔اسلیئے ہم اس سے قطع نظر کرکے ناظرین کو سرجارج کے ابتدائی حالات مختصراً سننے کی تکلیف دیتے ہین ۔سرجارج اُس زمانہ مین برہما مین آئے جب وہ مسٹر جانسٹن تھے اور حکومت اُن دنون شاہ تھیبا کی تھی ۔شاہ تھیبا کے پاس مسٹر جانسٹن نے ملازمت اختیار کی ۔اور ایک ہی سال کے بعد مسز جانسٹن کو بھی انگلینڈ سے بلا لیا ۔ملازمت چھوڑکر شاہ تھیبا سے ساگون لکڑی کے جنگل کا ٹھیکہ حاصل کرلیا ۔چونکہ مسٹر جانسٹن کے پاس سرمایہ نہ تھا لہذا بمبئی برما ٹریڈنگ کارپوریشن کے نام سے ایک کمپنی کی بنا ڈالی کمپنی نے ٹھیکہ حاصل کرنے کے معاوضہ مین مسٹر جانسٹن کو پچاس ہزار روپیہ یکمشت دینے کے علاوہ پانچہزار حصے مُفت کمپنی مین اُنکو دیئے یہان سے مسٹر جانسٹن کی

سلہ جسطرح روس ۔جرمنی اور جاپان وغیرہ کے بادشاہون کے تخت نشینی ۔اور میکاڈو کہلاتی ہی اسی طرح برہما کے قدیم بادشاہون کا لقب تھیبا ہوا کرتا تھا ۔

ترقی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسکے کچھ ہی عرصہ کے بعد مسٹر جالنسٹن کی کوشش سے ۱۔
آئیل کمپنی کی بنیاد پڑی۔ اور نیل کے کنوؤں کے متعلق شاہ تھیبا سے مسٹر جالنسٹن
نے بڑی محنت کر کے ٹھیکہ حاصل کیا۔ اس کمپنی نے بھی دس ہزار حصے مسٹر جالنسٹن کے
مفت نذر کیئے۔ ان دونوں کمپنیوں کے حصوں کی آمدنی جالنسٹن کے لیئے ایک
لفٹننٹ گورنر کی تنخواہ سے کم نہ تھی۔ اسپر اضافہ یہ ہوا کہ اس طرف سے فراغت پا کر وہ
تھیبا کی طرف سے رُوبی مائن[1] کے انتظام کے لیئے مامور ہوئے اور معاہدہ اسطرح پر ہوا
کہ جسقدر جواہرات برآمد ہوں اون میں سے نصف حصہ خزانہ شاہی میں داخل کیا جاوے
اور باقی نصف مسٹر جالنسٹن لیں۔ عام خیال ہے اور یہ خیال کسی حد تک صحیح بھی معلوم
ہوتا ہے۔ کہ مسٹر جالنسٹن نے یہاں سے بیحد دولت حاصل کی اور جو کچھ حاصل کیا اُسے
نہایت خوش اسلوبی اور حسن تدبیر کے ساتھ ولایت میں فروخت کیا جس سے ایک
کروڑ سے زائد کی رقم جالنسٹن کے قبضہ میں آئی۔ چنانچہ جب گورنمنٹ برطانیہ نے
رنگون میں بنک آف بنگال کی شاخ کھولنے کا ارادہ کیا تو مسٹر جالنسٹن نے گورنمنٹ
سے درخوست کی کہ اگر گورنمنٹ اُسے اپنا خزانچی بنک آف بنگال کی طرح تمام برما
کے لیئے مقرر کرے تو وہ ایک کروڑ کے سرمایہ سے اپنا بنک قائم کرنے کے لیے تیار ہے
مگر گورنمنٹ سے بوجوہات یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ جالنسٹن کا تجربہ بڑھا ہوا تھا
اور وہ جانتا تھا کہ رنگون ایکدن ہندوستان کے مشہور ترین شہروں کا مقابلہ کریگا
اسلیئے اُسنے رنگون کے آس پاس کوڑیوں کے مول زمینیں خرید کرنی شروع کیں۔
سر جارج کا خود بیان ہے کہ اُسنے کوئی زمین سو روپیہ ایکڑ سے زیادہ قیمت پر نہیں خریدی
اور بعض قطعہ دس روپیہ ایکڑ کے حساب سے بھی مول لے لیے۔

[1] یاقوت کی کان۔

انہین دنون مین گورنمنٹ نے مانڈلے پر قبضہ کرلیا اور مسٹر جالنسٹن نے ملکی زبان اور طرز معاشرت کی واقفیت کی بدولت اس موقع پر نہایت اہم خدمات انجام دین چنانچہ گورنمنٹ نے ازراہ قدردانی اس مہم کی واپسی پر جالنسٹن کو اس طرح سرفراز کیا کہ (۱) نائٹ ہڈ کا خطاب عطا کیا (۲) ملکہ معظمہ کیطرف سے خوشنودی کا ایک پروانہ عطا ہوا (۳) لوگا اور رنگون کے درمیان جو سولہ میل کا وسیع قطعہ زمین کا چھوٹی چھوٹی پہاڑیون مین واقع ہے وہ سرجارج کو بطور جاگیر کے ہمیشہ کیلئے عطا ہوا۔ اور (۴) مانڈلے سے جسقدر سنگ مرمر ملا تھا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ سب بطور انعام شاہی سرجارج کو عطا کیا گیا۔ چنانچہ مانڈلے کی مہم کے بعد سرجارج نے اپنے محل کی بنیاد عطا شدہ جاگیر کے وسط مین رکھی۔ اسمین شک نہین سرجارج کو محنت ہوشمندی اور خوش قسمتی نے دولتمند ضرور بنا دیا۔ مگر اس محل کی آرایش وزیبائش مین سب سے زیادہ حصہ لیڈی جالنسٹن کا ہو۔ لیڈی جالنسٹن جیسی ذہین۔ اور شوہر سے محبت کرنیوالی بیوی کسیکو ملنی بہت مشکل ہے۔ سرجارج کی اولاد ایک ہی لڑکی ہے۔ جسے ماںکی تربیت کے بدولت ہر فن مین کمال حاصل ہو۔ ہمارا قصہ شروع ہونے کے وقت مس میری جالنسٹن (سرجارج کی بیٹی) کی عمر بیس سال کی ہو۔ یہان یہ بھی ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہو۔ کہ مس مذکور کی پیدائش چونکہ برہما کی ہو۔ اسلیئے اسے برمی زبان مین اپنے والدین کی طرح پوری مہارت حاصل ہے۔ لیڈی اور مس جالنسٹن نے علاوہ برہمی کو شان[1] زبان اور اردو مین بھی کافی لیاقت پیدا کرلی ہے۔ سرجارج اگرچہ شان کچھ کچھ سمجھتے ہین لیکن

[1] شمالی برہما مین چند ایسی ریاستین ہین جو شان اسٹیٹس کے نام سے موسوم ہین اور وہانکی ملکی زبان شان کہلاتی ہے جو اگرچہ برمی زبان سے بہت مشابہ ہے لیکن فی الجملہ متغایر ہے۔

ہندوستانی بالکل نہین سمجھتے - اور نہ کبھی ان تینون نے وسط ہند کا سفر کیا صرف
تین سال ہوے کہ سپریم کونسل کی شمولیت کے لیے کلکتہ تک گئے تھے وہان سے
اگرچہ ارادہ کیا کہ کشمیر کی سیر کا لطف اٹھا دین مگر موقع نہ ملا

سر جارج کی رنگون کی جائداد مین سے ایک قطعہ زمین جو دریا کے کنارے
واقع ہے بمبئی برما کارپوریشن نے پسند کیا - جسکے معاوضہ مین سر جارج کو ایک ہزار
حصے کمپنی مین اور ملے - باقی دریا کے کنارے کی زمین کچھ کارخانہ دارون اور کچھ
پورٹ ٹرسٹ کو سر جارج نے پچیس ہزار روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے دی
اور وہ قطعہ زمین جسپر آجکل ایسٹ رنگون آباد ہے میونسپلٹی کو ایک کرور پچاس لاکھ
مین دیا جس مین سے ایک ثلث فوراً وصول کیا گیا - اور بقیہ دو ثلث باقساط پانچ پانچ
سال کے بعد وصول ہوی - اس زمین کو میونسپلٹی میعادی پٹہ پر دیکر لاکھون روپیہ
پیدا کر رہی ہے - بقیہ زمین بھی سر جارج نے پوری قیمت پر فروخت کی - اور مناسب
مناسب موقعون پر عالیشان مکانات بنوائے جنکا معقول کرایہ وصول ہوتا ہے -
مشہور ہے کہ انکی سب جائداد ملاکر ایک ارب سے زائد انکی ملکیت ہے - اور
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام مختلف ذریعون سے سر جارج کی آمدنی بعد منہائی
اخراجات فی منٹ دو ہزار روپیہ ہی - گویا دنیا بھر مین یہ سلطان ٹرکی کے بعد
دوسرے شخص ہین جن کی ذاتی اور شخصی جائداد سے اسقدر آمدنی حاصل ہوتی ہے

آج سر جارج کے محل مین خاص دھوم دھام ہے - برقی روشنی سے نہ صرف
محل اور محل والی پہاڑی بقعۂ نور ہو رہی ہے بلکہ لیڈی اور مس جانسٹن کے حسن
انتظام سے گرداگرد کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیان بھی دور دور تک چراغان کے سبب

چمک رہی ہین محل ہین آج ازحد تکلف سے کام لیا گیا ہی- اور ناچ گھر کے کمرہ کی زیبائش کا تو کچھ پوچھنا ہی نہین -اندر جانے سے کسی اور ہی عالم کا نقشہ آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہی- آرائش اور زیبائش کا بالتفصیل بیان کرنا تحصیل حاصل ہے -کیونکہ جسقدر حالات لکھے جائین -وہ کسی طرح اصلیت ظاہر نہین کر سکتے صرف اسقدر لکھنا کافی ہی کہ آج سر جارج جیسے امیر اور زندہ دل شخص کی اکلوتی بیٹی کی بیسوین سالگرہ کی یادگار مین ناچ کی مجلس منعقد ہی -ناظرین خود سمجھ سکتے ہین کہ محل کیا کچھ نہ ہوگا-

رنگون کے تمام افسر اسسٹنٹ کمشنر سے لیکر گورنر تک -تمام یوروپین کارخانون کے یوروپین منیجر اور نوجوان اسسٹنٹ متاہل اپنی بیویون کے ساتھ اور مجرد اکیلے یا اپنی اپنی دوست ناکتخدا مسون کو ساتھ لیکر اس محل مین موجود ہوے ہین -عجیب چہل پہل ہی علی العموم جوڑے جوڑے ملکر اُدھر سے ادھر -اودھر سے ادھر پھر رہے ہین -چونکہ رنگون سے انیسین تک اسپیشل ٹرین کا انتظام کیا گیا تھا -اسلیے تمام مہمان ایک ہی وقت آگئے -آج دیکھتے ہین کہ مس جانسٹن کن کن خوش نصیب نوجوانون کو اپنے ساتھ ناچنے کے لیے پسند کرتی ہین ؟ اب ناچ شروع ہوا - ایک جوڑے ہال مین اترے نوجوانون کے دل ڈھرکنے لگے -اور مس جانسٹن پھر سب کی نگاہین اُٹھ گئین -اس جلسہ مین ایک درجن سے زائد ایسے نوجوان تھے جو اس خوبصورت مس کے ساتھ ناچ مین شریک ہونا اپنا حق سمجھتے تھے- اور ہر ایک کو بہ سبب بے تکلفی کی ملاقاتون کے یقین ہو گیا تھا -کہ مس جانسٹن ہمیشہ ذید اُسکی ہو کر رہیگی -اگرچہ تفریحی جلسہ تھا مگر دراصل آج مس جانسٹن کو اپنی آیندہ زندگی کے ساتھی کا انتخاب ان درجن بھر سے زائد امیدوارون مین سے کرنا تھا -سب سے پہلا جس خوش نصیب کے ساتھ مس جانسٹن ناچ مین آئی وہ مسٹر جیک جیکسن تھا -اس جوڑے کے ہال مین اترنے پر ایسا معلوم ہوتا تھا -کہ چاند

اور سورج کا اس کمرہ مین قران ہوگیا ہو۔ مس جانسٹن کا خوشنما اور شاداب چہرہ اوسوقت کے ہنگامے سے تمتایا ہوا نظر آتا تھا۔ سر کے کھُلے ہوے بالون کا لچکتی ہوئی کمر کو جس پر بوسہ دینا۔ اُبھرے سینے کا سانس لیتے وقت سمندر کی موجون کی طرح چڑھاؤ اُتار۔ ناچ کے لباس کی بدولت صراحی دار گردن کا مینائے بلورین کی طرح چمکنا۔ نازک نازک پاؤن کا حالت رقص مین اس پھرتی سے گھومنا کہ گویا زمین پر پڑتے ہی نہ تھے اور اسی حالت مین جکر کھاکر رک جانے کی بدولت پر تکلف سایہ کا اُٹھکر ساق ہائے سیمین کا موزہ مین سے جھلکی دکھانا۔ غرضکہ کوئی ادا ایسی نہ تھی جو دیکھنے والونکے دلون کو بےچین نہ کردیتی ہو۔ اور جس سے نوجوان امیدوارون کے سینونپر سانپ نہ لوٹجاتا ہو۔ اسی حالت مین باری باری مس جانسٹن پانچ خوش قسمت آدمیون کے ساتھ ناچی۔ جس مین ایک فلاری فلارنس بھی تھا۔

رات کے دو بجنے کے قریب ہین۔ بال روم کے پاس والے مختصر سے آرام کرنے کے کمرون مین سے ایک مین ایک مخملی کوچ پر بقول غالب ایک دوسرے کے بازو پر اپنی زلفین پریشان کیے ہوے سرگوشی کر رہے ہین۔ چلیے تو ذرا دیکھین۔ کہ کون قابل رشک شخص ہی؟ آہا! یہ تو مس جانسٹن فلورنس کے پہلو مین بیٹھی ہے اور اس طرح گفتگو کر رہی ہے۔

مس "ہان ہان مین نے تم سے وعدہ کیا ہے۔ کہ آج تمھین اپنے دل کے فیصلہ سے آگاہ کرون گی"

فلورنس "اور وہ میرے حق مین ہوگا؟"

مس "تمھین یہ کیسے معلوم ہوا کہ تمھارے حق مین ہوگا"

فلورنس:۔ پیاری میری۔ تمھاری محبت بھری نظرون سے۔

مس:۔ تو ہاتھ دھو رکھو۔"

فلورنس:۔ دنیا سے۔"

مس:۔ یہ کیا کہا۔"

فلورنس:۔ ڈیر۔ جو تمنے پوچھا۔ تمسے ہاتھ دھونا میرے لیے دنیا سے ہاتھ دھونا ہی۔ اگر درحقیقت تمنے مجھے مایوس بخش جواب دیا۔ تو میرے لیے خودکشی کی سپر موجود ہے جسکے ذریعہ رقابت کے وار سے مین بچ رہونگا۔"

مس:۔ میرے ڈیڑھ درجن خواستگارون مین سے ہر ایک یہی کہتا ہی مگر کرکے ایک بھی نہین دکھاتا۔"

فلورنس:۔ آزما لیجیے۔ لوگ کہتے ہین تو مین کرکے دکھلا دونگا۔"

یہ باتین دراصل مزاحًا ہوتی تھین ۔ ورنہ اس وقت مس جانسٹن کا ہاتھ فلورنس کی بغل مین تھا اور سر اُسکی چھاتی پر۔ یکایک مس نے فلورنس سے آنکھین ملائین اور سیدھی ہوکر اسطرح درافشانی کرنے لگی ۔

مس:۔ میرے سب سے پیارے فلاری ۔ تمکو یہ تو معلوم ہو چکا۔ کہ مین نے اپنے تمام خواستگارون کو سوائے تمھارے اور جیکسن کے دل سے اوتار دیا ہی۔ اور تمسے وعدہ کیا تھا کہ آج اپنے مستقل ارادہ سے تمھین اطلاع دون گی ۔ بس پیارے مین تمکو اطلاع دیتی ہون۔ کہ آج مین تمھاری ہو چکی ۔ مین اسی لیے سب سے پہلے جیکسن کے ساتھ ناچی اور ناچ ہی مین اُسے اطلاع دی ۔ کہ آیندہ وہ صرف بحیثیت ایک دوست کے مجھسے مل سکتا ہی ۔ گر دل مین اُسکے کوئی خواہش ہو تو اُسے نکالدے

آج میری بیسوین سالگرہ ہی - بلکہ دو بجنے والی ہین اور ٹھیک دو بجے مین پیدا ہوئی ہون -
ایک سال ہم کورٹ شپ مین گزارین گے۔ اور اگلی سالگرہ کے موقع پر مین اکیس سال
کی ہوکر بموجب قانون کے تمھارے ساتھ شادی رچا سکون گی؟"
گھڑی نے دو بجائے - مس جانسٹن کی عمر پورے بیس سال کی ہوگئی فلارنس نے
بلااختیار اُسے چھاتی سے لگایا اور اُسکے نازک لبون کا گرم گرم بوسہ اُسوقت کی گفتگو کی یادگار مین لیا۔

پانچوان باب
نواب علی قلی خان
بزم عشرت

ماہ ہا نیم وسیہ مستی ہر روزہ ہمان نہ شب جمعہ شناسیم نہ ماہ رمضان

رات کے بارہ بجکر پندرہ منٹ آگئے ہین - مولوی حمید اپنے مختصر سے آراستہ
مکان واقع لانماڈاون (رنگون) کے سونے کے کمرے مین مچھردانی لگی ہوئی مسہری
پر آرام سے سو رہے ہین - مولوی حمید کی عمر پچیس[۲۵] اور تیس کے درمیان ہی علوم متعارفہ
عربی فارسی مین پوری لیاقت حاصل ہی تھوڑے عرصہ تک دیوبند مین تعلیم پائی - مذہبی
خیال کے آدمی ہین - قوم کے ہمدرد بھی پائے جاتے ہین عموماً اُنکا انہاک قومی کامون مین
پایا جاتا ہی - اگرچہ وطن ہندوستان ہی - مگر آجکل رنگون مین قیام پذیر ہین - اور مدرسہ
عربیہ کے مدرس اول ہین - نماز کے اگرچہ پورے پابند نہین مگر دنکی تمام نمازین بھی
قضا نہین ہوتین - لیکن واللہ اعلم اس حماقت کے کیا معنی ہین ؟ کہ لباس بالکل
انگریزی پہنتے ہین - باوجودیکہ انگریزی کا ایک حرف بھی نہین جانتے - نہ شراب

کی عادت۔ نہ زنا کا چسکہ۔ نہ جوے کی علت۔ بس جو کچھ ہے وہ انگریزی فیشن کا خبط ہے۔
اور اسمین یہانتک غلو ہے۔ کہ مدرسہ کے اوقات اور نماز کے علاوہ عموماً ٹوپی بھی انگریزی
پہنتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ آجکل نئی تعلیم یافتہ فرقہ کے ساتھ بھی ان کے ایسے ہی تعلقات
ہین جیسے بسبب مصنف تصانیف متعددہ و عالم علوم عربی ہونے کے پرانی بزرگون
سے ہین اور دونون فریق انکو ایک نظر سے دیکھتے ہین بلکہ لطف یہ کہ دونون فریق کو انسے
ایک ایک شکایت بھی ہے۔ پرانے حضرات اس لیے خفا ہین۔ کہ انگریزی لباس
کیون اختیار کیا ہے؟ اور نئی پود شاکی ہے۔ کہ مولوی حمید نے داڑھی کیون رکھی ہے؟
اگر چہرہ صاف کیا جاتا تو زیادہ موزون ہوتا۔ خیر یہ شکایات تو جزئی ہین۔ ورنہ دونون
فریق ان کی دل سے قدر کرتے ہین۔ مدرسہ کے دو سو ماہوار مین انکی بسر اچھی طرح
سے ہو جاتی ہے۔ ان کے یہان اکثر باہر کے ایک دو مہمان بھی آجاتے ہین۔ مگر آج
کی رات اتفاقاً کوئی باہر کا آدمی نہین۔ سونے کے کمرہ کے پاس والا کمرہ آفس کا ہے۔
اس کمرہ کے درمیان حسب معمول ایک ہنس کا لٹکانے والا ڈبل لیمپ جل رہا ہے
جسکی روشنی خفیف سی پردہ سے چھنکر پلنگ پر پڑ تی ہے۔ اور دوسری جانب چونکہ
ملاقاتی کمرہ کے دروازہ کا پردہ سمٹ گیا ہے۔ گول میز پر پوری روشنی پڑ رہی ہے۔
نوکر باورچیخانہ کے قریب کھانے کے کمرہ کے باہر برآمدے مین سو رہا ہے۔ باہر
کا دروازہ بند ہے۔

کسی شخص نے دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹانا شروع کیا۔ چونکہ نوکر پاس ہی تھا۔
اُسکی آنکھ کھل گئی دروازہ کھولا۔ دیکھا تو نواب علی قلی خان کے مصاحب منشی
عبدالرؤف صاحب ہین جھک کے آداب بجالایا۔ منشی صاحب نے دریافت کیا کہ

کیا مولویصاحب ہین ۔؟ ۔

نوکر :" حضور آرام فرماتے ہین ۔"

منشی :" بھئی ایک نہایت ضروری کام ہی جگا دو ۔"

نوکر :" جناب میری تو طاقت نہین کہ اسوقت اُنھین جگاؤن ۔ ورنہ آپ کو اُنکے مزاج کی خبر ہے ۔ اگر بگڑ گئے تو میری خیر نہین ۔"

منشی :" اچھا مین خود انکے سونے کے کمرہ مین جاکر بیدار کرتا ہون ۔"

نوکر :" مین آپکو روک بھی نہین سکتا ۔ مگر ایسا نہ ہو ۔ کہ الزام میرے سر آئے ۔"

منشی :" نہین تم پر کیون الزام آنے لگا ؟ مین خود جگاتا ہون ۔ نوابصاحب نے اسوقت یاد فرمایا ہی ۔ بلکہ رقعہ بھی دیا ہی ۔"

نوکر :" حضور پھر رقعہ دیدیجئے جب صبح کو اُٹھینگے تو دیدونگا ۔"

منشی :" بھئی ! عجیب احمق ہو ۔ نواب صاحب نے بلایا تو اب ہی ۔ صبح کو رقعہ کیا ہوگا ۔ ؟ ۔

یہ کہکر منشی عبدالرؤف ملاقات کے کمرہ سے آفس مین اور وہان سے سونیکے کمرہ کے دروازہ کا پردہ اٹھاکر اندر داخل ہوے ۔ اور مولوی حمید کے سرہانے کھڑے ہوکر آہستہ آہستہ مولوی صاحب ! مولوی صاحب کہکر دو دفعہ آواز دی دوسری آواز مین مولوی حمید جاگ پڑے ۔ گڑبڑا کر آنکھ کھولی دیکھا تو منشی عبدالرؤف کھڑے ہین ۔

مولوی حمید :" ہائین ! منشی عبدالرؤف ! ! آپ ہین ! ! ! اسوقت کہان ؟"

عبدالرؤف :" جناب نواب صاحب نے یاد فرمایا ہی ۔"

حمید:۔ اسوقت"!

عبدالرؤف:۔ جی ہاں! کوئی نہایت ہی ضروری کام ہے۔ اسلیئے تو مین نے اسقدر جرأت کرکے جناب کو تکلیف دی۔ حالانکہ نوکر آپکا روکتا ہی رہا"

حمید:۔ مضائقہ نہین۔ مگر خیر تو ہے۔ آخر معاملہ کیا ہے؟!۔

عبدالرؤف:۔ جناب مجھے تو کچھ بھی معلوم نہین۔ یہ ایک رقعہ بھی دیا ہے اور زبانی تاکید کی ہے۔ کہ جسطرح ہوسکے اسوقت ضرور ہی تشریف لائین" (رقعہ دینے لگے)

مولوی حمید نے مچھردانی کے اندر سے ہاتھ نکالکر رقعہ لیا۔ عبدالرؤف نے دروازہ کا پردہ ہاتھ سے ایک طرف کو ہٹایا۔ جس سے لیمپ کی روشنی مچھردانی کو چیرتی ہوئی پلنگ کے اوپر پڑی اور مولوی صاحب نے مندرجہ ذیل رقعہ پڑھا۔

مائی ڈیر حمید

اگر اسوقت آپ آگئے تو سمجھیئے کہ عمر بھر کے لیے مجھے خرید لیا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہین۔ کہ کیسی سخت ضرورت واقع ہوئی ہے۔ جو اسوقت آپکو تکلیف دیجاتی ہے ورنہ شام ہی کو تو مین آپکے یہان آیا تھا۔ بہرحال فوراً آئیے۔ اور میرا حال سنیئے۔

آپکا

علی قلی

مولوی حمید اس رقعہ کو پڑھکر حیران رہ گئے منشی عبدالرؤف سے جسقدر سوالات کیے کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا۔ مجبوراً یہ خیال کرکے کہ کوئی خاص واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے ضرور جانا چاہیئے۔ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عبدالرؤف کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ منشی صاحب آپ پانچ منٹ تشریف رکھیے چلتا ہون۔

مولوی حمید صاحب نے ادہر تو کپڑے پہننے شروع کیے اودہر گاڑی کی فکر ہوئی۔ جس گاڑی مین منشی عبدالرؤف آئے تھے وہ گھوڑے کے تھکنے کا بہانہ کرکے چلدی تھی۔ اور دوسری کرایہ کی گاڑی اسوقت ملنا محال تھی۔ مجبوراً مولوی صاحب نے اپنی گاڑی طیار کرنے کے لیے حکمدیا۔ آدھی رات گذر چکی تھی۔ سائیس پڑے سو رہے تھے جگائے گئے۔ اور جلدی جلدی گھوڑے پر ساز چڑہایا گیا۔ غرض بنیس پچیس منٹ کے بعد گاڑی طیار ہوئی۔ اگرچہ نواب صاحب کا گھر نصف میل سے زیادہ فاصلہ پر نہ تھا۔ مگر مولوی حمید کو اسوقت کی طلبی نے سخت متحیر کردیا تھا۔ اسلیے پیدل جانے مین دیر ہوجانے کے اندیشے سے گاڑی تیار کروائی۔ مولوی حمید منشی عبدالرؤف کو ساتھ لیکر ایک بجے کے قریب گاڑی پر سوار ہوکر نواب صاحب کے مکان کی طرف روانہ ہوئے راستہ مین منشی عبدالرؤف سے مختلف مباحث پر باتین رہین۔ جب راستہ نصف سے زائد طے ہوگیا تو منشی عبدالرؤف مولویصاحب سے مخاطب ہوکر یون کہنے لگے۔

منشی عبدالرؤف "مولویصاحب! معاف فرمائیے۔ اسوقت کمال گستاخی ہوئی۔ ہمارے نواب صاحب کی بھی عجیب طبیعت ہی۔ ابھی دو گھنٹہ کا عرصہ ہوا گیارہ بجے سے کچھ ہی پہلے کہنے لگے۔ بھئی گانا سننے کو دل چاہتا ہی۔ کسی طوائف کو بلوالو۔ جناب اُسیوقت ملازم کے ذریعے سے منی جان بلوائی گئی۔ وہ آکر ابھی بیٹھی ہی تھی کہ نواب صاحب نے آپکو یاد کیا اور کہنے لگے۔ کہ جب تک مولویصاحب نہ ہون اس جلسہ کا لطف ہی نہین۔ جسطرح ہوسکے لے آؤ۔ پھر رقعہ بھی لکھا۔ جو جناب کو دیا گیا۔

حمید "بھئی منشی صاحب! بھلا نواب صاحب کو اسقسم بہانون کی ضرورت ہی

گیا تھی۔ صاف صاف کیون نہ کہلا بھیجا۔ ہین آہی جاتا۔"

عبدالرؤف: "جناب! بات یہ ہے کہ وہ جانتے ہین کہ اگرچہ آپ ایسی مجالس مین کبھی کبھی شریک تو ہوجاتے ہین۔ مگر اوپری دل سے اس لیے صرف گانا سُننے کے لیئے بھلا آپ کیون آنے لگے تھے۔ ابھی پچھلے سنیچر باغیچہ مین جب آپ قوالی کی مجلس سے اُٹھکر لیٹ رہے تھے تو گستاخی معاف! میرا خیال تو اسیدن یہ ہوا تھا کہ آپکو موسیقی سے ذوق نہین ہے۔"

حمید: "نہین راگ کا شایق تو ضرور ہون۔ مگر ہان۔ افراط وتفریط نہین پسند کرتا۔ ہر شئے ایک حد تک ہونی چاہیئے۔ ایک۔ دو گھنٹہ کا اگر شغل ہو تو کیا مضائقہ ہے؟ نہ کہ ساری رات اسی مین گذار دیجائے۔ آخر صحت کا بھی تو کچھ خیال چاہیئے۔"

اس اثنا مین راستہ طے ہوا اور گاڑی نواب صاحب کی ڈیوڑھی کے پاس کھڑی ہوگئی۔ سائیس نے گاڑی کا پٹ کھولا۔ اور مولوی حمید معہ منشی عبدالرؤف کے اندر تشریف لے گئے۔ طبلہ کی تھاپ تو دروازہ ہی پر سنائی دی۔ بڑے کمرہ مین سناٹا تھا آفس میز ایک طرف ہٹادیا گیا تھا۔ اور فرش پر ایک گاؤتکیہ کے سہارے نواب صاحب تشریف رکھتے تھے۔ مولوی حمید کو دیکھتے ہی نواب صاحب اُچھل پڑے۔ اُٹھکر بغلگیر ہوئے۔ اور بیوقت تکلیف دہی کی معافی مانگی۔ یہ بھی واضح رہے۔ کہ اس جلسہ مین نواب علی قلی خان انکے ایک رشتہ دار۔ مولوی حمید اور منشی عبدالرؤف کے علاوہ اور کوئی غیر شخص شریک نتھا۔

مولوی حمید نے نواب صاحب سے کہا۔ "خیر اسوقت تو آپ نے مجھے دھوکے سے بلا لیا مگر مجھے آیندہ کے لیے کان ہو گئے اب کبھی آپ کے رقعون کا اعتبار نہ ہوگا۔" نواب صاحب کہنے لگے۔ "بھئی اس مجلس کی رونق سب آپکے ہی تھی۔ اور صرف آپ ہی کی خاطر مین نے اُس چھٹے کے گھر مین لانے کی ممانعت کردی جسکے لیے آپ ہر وقت ممانعت کیا کرتے ہین۔

نواب علی قلی خان کلکتہ کے رؤسا مین سے ہین انکے بڑے بھائی تو ریاست کی دیکھ بھال مین مین مصروف رہتے ہین۔ یہ رنگون مین مزے سے چینین کیا کرتے ہین۔ لیکن نواب صاحب کا علمی مذاق نہ صرف اپنے بھائی سے بلکہ عموماً رؤسا سے بڑھا ہوا ہی۔ ہر وقت کتاب کا مطالعہ کرتے اور تحریر مضامین مین مصروف رہتے ہین۔ یہی سبب ہی کہ مولوی حمید کو بھی نوابصاحب کے ساتھ خاص انس پیدا ہو گیا ہی۔ نواب علی قلی خان مین ایک سخت عیب ہی جو کسیطرح قابل عفو نہین۔ مولوی حمید نے ہر چند کوشش کی۔ کہ رفع ہو۔ مگر چھٹتی نہین ہی منھ سے یہ کافر لگی ہوئی"۔ اس شراب خانہ خراب کا برا ہو۔ جس نے نواب علی قلی خان جیسے قابل شخص کی قابلیت خاک مین ملا دی۔ اے کاش! علی قلی خان کی شراب چھوٹ جائے۔ مولوی حمید نے ہر طرح کوشش کی۔ مگر بے سود ہوئی۔ ہان اسقدر ہو گیا۔ کہ مولوی حمید کے سامنے نہ پی جاتی۔ اسلیے نواب صاحب کے لیے یہ مسئلہ حل کرنا دشوار تھا کہ شراب اور مولوی حمید ان مین سے کس سے بنائین اور کس سے بگاڑین ہ کیونکہ دونون مین سے ایک کو بھی وہ چھوڑنا نچاہتے تھے۔ پس ہوتا یہ تھا کہ جب تک مولوی حمید مجلس مین ہوتے شراب قطعاً نہ آتی۔ اور اگر ایسا ہی نواب صاحب کا جی چاہتا تو پیشاب کے بہانہ اٹھکر غسل خانہ مین جاتے اور نوکر سے منگا کر پی لیتے۔ مگر باوجود اس اخفا کے مولوی حمید تاڑ ہی جاتے تھے اور اکثر جب نواب صاحب پیشاب کے بہانہ اٹھتے تو مولوی حمید کہتے "بلکہ پیشاب سے بھی بدتر"

ساز و سازندے درست ہوے اور بی منی جان نے سامنے بیٹھکر نور کے گلے سے داغ کی ایک مشہور عاشقانہ غزل گائی۔ آواز نہایت ہی دلکش تھی۔ مگر مضمون عاشقانہ ہونے کے باعث سوائے منشی عبدالرؤف کے دوسرے اصحاب وہ مزہ نہ حاصل کر سکے جو ایسے موقع پر ہوتا ہی۔

علی قلی خان (گانیوالی سے مخاطب ہوکر) "اگر کوئی غالب کی غزل یاد ہو تو سناؤ"۔

منی جان "بہت اچھا حضور"

غالب کے اشعار منی جان کی سریلی آواز۔ مولوی حمید اور نواب علی قلی خان جیسے اہل ذوق سننے والے۔ ایک وجد کی کیفیت نہ صرف انسانوں بلکہ در و دیوار پہ طاری ہوگئی اُسی خوشی کے عالم مین نواب صاحب نے ہارمونیم اپنے سامنے کھینچ لیا اور منی جان سے دوسری غزل کی فرمایش کی جسکی تعمیل کی گئی۔

اب تو اور بھی سما ہوگیا۔ نواب علی قلی خان ہارمونیم بجانے مین فرد ہین۔ دور دور تک ثانی نہین رکھتے۔ سامعین پہ محویت طاری ہے۔ اسوقت ایسی مدہوشی کا عالم ہے کہ بہت کم دیکھا گیا۔ یہ غزل بھی ختم ہوئی۔

مولوی حمید "نواب صاحب! سچ تو یہ ہے کہ یہان بیوقت آنے سے جسقدر تکلیف مجھے ہوئی اسکا کافی سے زیادہ معاوضہ ملگیا"

علی قلی خان "واقعی منی جان نے نہایت ہی اچھی آواز پائی ہے"۔

حمید "اور آپکا ہارمونیم کیا کم ہے؟ بھئی کسی فارسی غزل کی تو فرمایش کرو"۔

علی قلی خان۔ (گانیوالی سے) "مولوی صاحب فرماتے ہین کہ فارسی اگر کچھ یاد ہو تو سناؤ۔ حافظ کی کوئی غزل ہوسکے تو بہتر ہے"۔

منی جان "بہتر ہے حضور"۔

منی جان نے "دل می رود ز دستم" والی غزل شروع کی اور خوب تانین لین جسوقت مقطع کے شعر

حافظ بخود نپوشید این خرقۂ مے آلود
اے شیخ پاکدامن معذور دار ما را

کی نوبت آئی۔ مولوی صاحب نے اسے کئی بار پڑھوایا اور لطف مضمون اُٹھایا اور سبحان اللہ وجزاک اللہ کا تار باندھ دیا۔

صبح کے چار بجتے بجتے یہ پرلطف جلسہ ختم ہوا۔ مولوی صاحب باوجود نواب صاحب کے اصرار کے یہاں نہ ٹھہرے۔ بلکہ اُسیوقت گھر تشریف لے گئے۔

چھٹا باب

مونگ پھوٹے

اسیر حرص

نہ چھوٹا زلف سے دل اور نہ دل زلفیں نبلنے سے
یہ وہ جنجال تھا جس سے نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

مونگ پھوکن۔ ایل ایل ڈی۔ جو آجکل رنگون کے بورڈ آف مجسٹریٹس درجہ دویم کی صدارت پر رونق افروز ہیں۔ اپنی یوروپین فیشن کے بنگلے۔ واقع پوٹانگ میں بیٹھا ہوا ایک انگریزی ناول دیکھ رہا ہی۔ اُسکی بی بی باورچیخانہ کی پاس والی کمرے میں اپنی دو سہیلیوں کے ساتھ مٹھی چرٹ بنا رہی ہی۔ جس کمرہ میں مونگ پھوکن بیٹھا ہی وہ بالکل یوروپین طرز کا آراستہ ہی۔ اسمیں اگر کوئی چیز دیسی نظر آتی ہی تو وہ خود مونگ پھوکن کا وجود ہی۔ کیونکہ باوجود اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ ہونے کے مونگ پھوکن نے اپنا آبائی لباس تبدیل نہیں

کیا ہی۔ دروازہ کھلا اور ایک معزز برہی جنٹلمین اندر داخل ہوا۔

مونگ پھوکن ”ہیلو۔ پھوٹے۔ تمنے بہت دیر لگادی۔ مین پندرہ منٹ سے تمہارا انتظار کر رہا ہون۔“

مونگ پھوٹے ”ہان پھوکن مجھے دیر تو ضرور ہوئی مگر سب کام بھی ٹھیک ٹھاک کر آیا“

پھوکن ”واللہ“

پھوٹے ”سچ“

پھوکن ”آخر وہ کیونکر راہ راست پر آئے“؟

پھوٹے ”یہی تو بندہ کی کارگذاری ہی۔ آخر وکالت کا امتحان کچھ پڑھ کر دیا تھا۔ اور اوپر پندرہ سال پریکٹیس کرتے ہوگئے۔ مین نے جاتے ہی وہ روغن قاز ملا اور ایسا شیشہ مین اُتارا کہ بس اُنھین مٹھی ہی مین کر لیا“

پھوکن ”اچھا یہ تو بتاؤ اُنھین سمجھایا کیونکر“؟

پھوٹے ”سنو! مین نے انسے کہا کہ اگرچہ مقدمہ قتل کا ہی۔ مگر مقدمہ کا ڈھانچ قائم کرنا عدالت اولی کا کام ہی۔ کیونکہ پہلے اظہارات بھی ابتدائی عدالت مین لیے جاتے ہین پھر کو اگر ضرورت معلوم ہوتی ہی تو چیف کورٹ مین مقدمہ پیش ہوتا ہی ابتدائی حاکم کو اختیار ہی کہ موافق یا مخالف جیسا چاہی مقدمہ کو رنگ دے۔

پس اس مقدمہ کے خشت اول مسٹر پھوکے اختیار مین ہی۔ پہلے اظہارات بھی یہی لینگے جب کہین سشن سپرد ہو کر چیف کورٹ مین مقدمہ پیش ہوگا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ملزم نے پبلک مین قتل کیا۔ جو خود بھی اقبالی ہی پھلا اب کیا ہو سکیگا۔ مگر مین نے تو نونی اونچ نیچ بتا کر اور

طرح طرح کے پہلو دکھا کر انھین وہ وہ سبز باغ دکھائے کہ مجبوراً انھین تمھارے لیے پانچہزار روپیہ دیتے ہی بنے"

پھوکن "پانچہزار اوڑا ہی لائے۔ (ہاتھ بڑھا کر) لا ہاتھ شاباش میرے بھائی لاؤ۔ مین بھی تو دیکھون"

چھوٹے "اپنے حصہ کے اڈھائی ہزار تو مین گھر پہ چھوڑ آیا۔ (تھیلی نکال کر) یہ ہے اڈھائی ہزار کی گنیان تمھارے حصہ کی ہین"

پھوکن "بھئی یہ روز روز کی دلگی تو اچھی نہین پہلے بھی کئی روپیہ تم مار چکے ہو جب برابر کا حصہ ہی۔ تو ہمیشہ میرے حصہ مین سے تم کیون دو چار روپیہ مار لیتے ہو"

چھوٹے "پھوکن سنو! اگر تمھین معلوم ہو جائے کہ مین اسوقت کسقدر منفعت سودا کر آیا ہون تو یہ روپیہ کیا چیز ہین۔ ایسی ایسی خدا جانے کتنی دہائیان مجھپر سے قربان کر دوگے"

پھوکن "خدا کے لیے جلدی کہو کیا کوئی نیا پرہن جال مین پھانسا؟ یا پرانا شکار ہاتھ آیا؟ شاید وہ پھوسی والا مقدمہ ہی؟ جو اپنے چچا کی چہاردہ سالہ بیٹی بھگا کر لے گیا ہی اور جسکی پیشی پرسون میرے اجلاس پر ہی۔ وہی نا؟"

چھوٹے "نہین نہین۔ وہ نہین۔ وہ کیا دیگا۔ بہت دیگا۔ سو دو سو روپے دے نکلے گا"

پھوکن "اخاہ! آپ کہان کے ایسے امیر ہوگئے۔ جو سو دو سو شمار ہی مین نہین لاتے اپنی عمر مین آج تو پہلا دن ہی کہ پانچہزار کی رقم اکٹھا ملی"

چھوٹے "اوہ! اس کا مت خیال کرو۔ اگر تقدیر یاوری کرے اور ہماری کوششین

کارگر ہون تو ایسے ایسے ہزار سے کتنے آتے جاتے ہین۔ ایک ایک دن مین دس دس بیس بیس ہزار روپے پیدا کرسکتے ہین ہمت بلند رکھنی چاہیئے"

پھوکن "اچھا بڑی ہمت بلند رکھتی ہو۔ ابکی کہین سے دس ہزار دلواؤ تو البتہ مانتی ہین"

چھوٹے "اچھا تو دس ہزار کا بندوبست کرآیا ہون۔ تم اطمینان رکھو۔ مگر یاد رہے دوڑ دہوپ اور محنت تو مین کرتا ہون۔ درد سر مین اٹھاتا ہون تمھین معلوم نہین صبح سے شام تک کتنی پاپڑ بیلنا پڑتے اور کسقدر خون جگر کھانا پڑتا ہی۔ ماشاءاللہ بھر زبان تم ہلا دیتی ہو۔ تو نصف حصہ اوٹھا جاتی ہو آیندہ سے میرا حصہ کچھ زیادہ کردو"

پھوکن "درست۔ بجا ارشاد ہی۔ خیال کبھی تو ذمہ داری کسقدر رہی جسقدر آفتین ہین وہ تو میری ہی سر پر ہی تم صرف محنت اور دوڑ دہوپ کرتے ہو۔ مگر حصہ لیکر صاف نکل بھی تو جاتے ہو۔ کوئی اونچ نیچ آپڑے تم تو صاف نکلجاوگی بازپرس اور ذمہ داری تو میرے ہی سر رہے۔ جواب دہی تو مجھی کو کرنا پڑیگی۔ خیر وہ نیا شکار تو بتاؤ کہ کونسا ہی؟"

چھوٹے "دراصل وہ شکار تو پرانا ہی۔ مگر جال نیا ہی (پھوکن کے قریب اپنی کرسی لیجاکر آہستہ سے) دیکھو پھوکن تم جانتی ہو مین قانون دان ہون۔ اور قانونی ایچ پیچ بخوبی سمجھتا ہون اس قتل کے مقدمہ مین تمھین یاد ہوگا کہ قاتل ابھی لڑکا ہی۔ اور سول سرجن نے اسکی عمر سولہ سال کی اندر تجویز کی ہی۔ اس لیے یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ چیف کورٹ سے اوسے سزاے موت ملے۔ مگر یہ لوگ ایسی پیچیدگی کیا سمجھین اور اس راز کو کیا جانین۔ مین نے انھین یہ پٹی پڑہائی کہ اگر دس ہزار روپیہ اور دین تو مسٹر پھوکن کی معرفت سشن جج بہادر کی خدمت مین پہونچایا جائیگا اور قاتل کو پھانسی کے عوض دائم الحبس کا حکم ملے گا۔ جسپر وہ سب لوگ بہت ہی خوش ہوئے"

پھوکن "بھئی جال تو اچھا پھیلایا اور شکار بھی خوب پھنسا۔ لیکن نصیب دشمنان اگر

یہ بات سشن جج کے کانون تک پہونچ گئی تو تمھاری خیر بھی نہین اپنا انجام سوچ لو۔"

پھوٹے "وہان تک بات ہی کیون جانے لگی ؟ اسکا انتظام اول ہی سے کیا جائیگا"

پھوکن "وہ کسطرح؟"

پھوٹے "مین انکو تمھارے پاس ہی لیے آتا ہون۔ تم اُنسے کہدینا۔ کہ مین خود آج سشن جج کی کوٹھی پر گیا تھا۔ اُنسے معاملا بھی طے کرآیا ہون۔ مگر خبردار کسی کو کانون کان خبر نہو۔ اگر سشن جج کے کان مین ذرا بھی بھنک پڑ گئی تو تمھاری خیر نہین۔ اسطرح وہ کسی سے ذکر تک نہ کرین گے۔ اور تمھارے سامنے آنے سے انکو یقین بھی آجائیگا۔"

پھوکن "اچھی بات ہی ایسا ہی کرو۔"

پھوٹے "بلکہ اس معاملہ مین تو آیندہ کے لیے اور ایک مستقل تجویز سوچ رہا ہون۔ یہ تو یقینی ہی۔ کہ لڑکے کو دائم الحبس ہوجائیگا۔ پس اس حکم کے بعد مین یہ کہکر ایک ماہوار رقم اینٹھا کرونگا۔ کہ جیل کے ہیڈ جیلر کی ماہواری رقم معین کرنے سے وہ چھوکرے کو سخت کام نہ دیگا۔ پھوکن تم جانتے ہو کہ یہ امیر لوگ ہین۔ روپیہ پیسہ بہت ہی۔ جسقدر اُنسے مانگا جائے آسانی سے دینے پر طیار ہوجاتے ہین۔"

پھوکن "مگر اس بارے مین راز افشا ہونیکا بھی تو اندیشہ ہے۔ کیونکہ وہ اسبات پر مصر ہون گے۔ لہذا جیلر سے سامنا کرادو۔"

پھوٹے "اس بارے مین بھی مین نے مناسب تجویز سوچ لی ہی۔ جیلر ہمارے دوست ہین نا۔ ؟ ایکدن تم جب اُسکے ساتھ شام کو گاڑی پر گھومنے جاؤ۔ تو پھر بھی ان لوگون کی کوٹھی کے سامنے آجاؤ۔ مین تو پہلے سے وہان موجود ہونگا۔ مجھے بلوا لینا۔ جہان

گاڑی پاس آؤن تو ہیڈ جیلر سے میرا التعارف کرا دینا اور دو چار باتین اِدھر اُدھر کی کرکے اپنی راہ لینا۔ مین اُن لوگون سے کہدونگا کہ جیلر صاحب اس شرط پر یہ معاملہ منظور کرتے ہین کہ جو کچھ کارروائی اس معاملہ مین کیجائے وہ میرے ہی ذریعہ سے باخفا کیجائے۔ اُنھین افشار راز کے ساتھ اپنے ذلت کا سخت اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیئے جیلر صاحب ہر کارروائی بڑے سخرم واحتیاط سے کرتے ہین۔ یہ اور اسی قسم کے دو چار گڑھے ہوے فقرے کہہ کر مین اُنھین بخوبی شیشہ مین اُتار لون گا۔ شکار پھندے مین پھنس گیا تو نکلکر کہان جاسکتا ہی۔

مجھے یقینی امید ہی کہ وہ ایسا ہی کرنے پر رضامند ہو جائینگے۔ بس پھر کیا ہی چڑیا اور دو دو مزے ہین یار دنکے۔

پھوکن (جلدی سے) بلکہ سر کڑاہی مین اور مزے ہین املی کی تتی پر۔ بھائی چھوٹے تم بڑے تجربہ کار اور ہوشیار آدمی ہو سچ یہ ہے کہ تمھین بڑی ہی دور کی سوجھتی ہی اور جو تدبیر سوجھتی ہے وہ ایسی کہ ہٹ نہ پڑے اصل یہ ہے کہ خدا نے تمھین عجیب دماغ دیا ہی۔

پھوٹے۔ مطلب تو حصولِ زر ہی کسیطرح بھی ہو۔ ؎

اے زر تو خدا نئی ولیکن بخدا　　ستار عیوب وقاضی الحاجاتی

پھوکن سنجیدگی سے لیکن اگر یہ کام حسب مراد انجام کو پہونچ گیا تب ایک اور مرحلہ پیش آئیگا۔ جیسے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہین۔ اور آپ جیسی تجربہ کار شخص کے لیے ضروری ہی کہ آپ اس سے غافل نہ رہین بلکہ ابھی سے اسکی فکر بھی کر رکھین۔ تاکہ عین وقت پہ ہتیلی پہ سرسون جمانا نہ پڑے۔

پھوٹے ۔ بھئی وہ کون سا مرحلہ ہی؟ ذرا مین تو سنون خوراک والا تو نہین ؟

پھوکھن ۔ خوب پہونچے مانتا ہون اوستاد، سرگوشی سے) ملزم کے اعزا کو جب یہ امر معلوم ہو جاے کہ جیلر اپنا ہے اور اُس سے کام نکالنے کے حسب دلخواہ وسائل بھی حاصل ہین تو وہ ضرور چاہینگے کہ ملزم کو جیل مین کھانا بھی اچھا ملے ۔ اور ہر طرح کے آسایش جو بہم پہونچ سکے وہ پہونچائی جاوے ۔ اسکے انصرام کے لیے آپنے کیا تدابیر سوچے ہین ؟

پھوٹے (لا پرواہی سے) اوہ ! یہ کونسی بڑی بات ہی ۔ یہ تو بائین ہاتھ کا کھیل ہی ۔ اگر واقعی انھون نے ایسی خواہش ظاہر کی تو اسکا علاج بھی سہل ہی بلکہ اوسمین بھی یارون کا فائدہ ہی ۔ قدرے قلیل سہی ۔ خیر ۔ تمباکو کا تو سہارا ہی ۔

پھوکن ۔ وہ کیا ۔ ؟ آخر مین بھی تو سنون ۔

پھوٹے ۔ اب آپ سے کیا پردہ ہی ؟ لیجیے مین آپ کو سب گُر بتاے دیتا ہون ہم آپ تو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہین ۔ لیجیے مجھسے سنئیے جیل کے اسپتال کا ایک ہاسپٹل اسٹنٹ میرا بڑا دوست ہے ۔ برسون مجھسے یکجائی رہی ہی میرے ساتھ ہم پیالہ ہم نوالہ رہا ہی مین اوسکے ذریعہ سے یہ سب بخوبی کام بخوبی کرا دون گا ۔ کچھ رقم بھی نہ صرف کرنا پڑیگی اور نہ کسی کو کان وکان خبر ہوگی ہرہ لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے ۔ بلکہ اس حیلہ سے بھی کچھ نہ کچھ رقم ہمارے ہتنے چڑھ جائیگی ۔ مردہ دوزخ مین جاے یا بہشت مین ہمین اپنے حلوے مانڈے سے کام ہی ۔

پھوکن ۔ یار اگر ایسا ہو جائے تو ٹھیک ہی ۔ مگر خوب سوچ سمجھ لو ۔ اور سب پہلے دیکھ بھال لو باقی بمصداق جیلاح ویتی لقمان را حکمت آموختن است ۔

پھوٹے - اجی سب سمجھا ہی - آپ خوب جانتے ہین کہ مین ہر معاملہ کو ہمیشہ چار چار پہلو سوچتا ہون اور بغیر پلّی پوڑھی لیئے کسی بات کا مین جلدی سے ارادہ نہین کر بیٹھتا - ہان - کل کی تاریخ تمھین یاد ہے نہ ؟ کل تمھارے سامنے رسٹی والا مقدمہ پیش ہوگا - جسمین ہم پانسو روپے چکھ چکے ہین - جس شخص پہ اُسنے بازار مین جبراً بوسہ لینے کا الزام لگایا ہے تم اُسے ضرور بید کی سزا دینا

پھوکن - ہان مجھے خوب یاد ہے -

پھوٹے - اچھا تو مین جاتا ہون -

پھوکن - خدا حافظ -

ساتوان باب

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد (حافظ)

دو چوری اور سینہ زوری

برہما کی ڈائرکٹر جنرل کا دفتر دریا کے کنارے میونسپل مارکیٹ کے متصل ایک عالیشان سہ منزلہ عمارت مین ہے - سب سے نیچے کی منزل سے اسٹور روم کا کام لیا جاتا ہے - دوسری منزل پہ دفتر ہے - جہان دریا کی طرف کا ایک کمرہ مخصوص سپرنٹنڈنٹ دفتر کے لیے ہے - ایک بڑے ہال مین متعدد کلرک کام کرتے ہین اس ہال کا ایک کونہ لکڑی کے کٹھرے کے ذریعے سے علیحدہ کر دیا گیا ہے جسکے اندر ہیڈ اکاؤنٹنٹ معہ اپنے دو اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹون کے بیٹھتا ہے - وہین ایک طرف لوہے کا سیف بکس رکھا ہے جسمین سرکاری

سرکاری روپیہ اور خاص خاص کاغذات رکھے جاتے ہین۔ اس کٹہرے
کے باہر کی طرف دفتری کی الماری ہے۔ جسمین وہ اپنے کاغذات اور
دفتر کی مہرین وغیرہ رکھتا ہے۔ تیسری منزل پر صرف دو وسیع کمرے
بنائے گئے ہین جسمین سے دریا کی طرف والے کمرے مین تو ڈائرکٹر
صاحب بہادر کا میز خاص ہے۔ اور دوسری طرف اُنکا اسسٹنٹ
بیٹھتا ہے۔ آجکل ڈائرکٹر جنرل مسٹر جوزف اور اونکے اسسٹنٹ
مسٹر جون ہین۔ آیئے ذرا دیکھین تو کہ سپرنٹنڈنٹی کی کرسی پر کون صاحب
رونق افروز ہین۔ آہا۔ یہ تو ہمارے پرانے دوست مسٹر چونی پرشاد ہین
شاید پی۔ ڈبلو۔ ڈی سے اپنی ملازمت اس محکمہ مین تبدیل کرائی ہوگی
ہان۔ ایسا ہی ہے۔ خوب۔ تب تو ہمین بھی موقع ملے گا۔ کہ ان کے حالات
سے آگاہی حاصل کرین ہیڈ کاونٹنٹ اس دفتر کے نوروزجی نامی ایک
پارسی ہین۔ جن کے دو یورشین اسسٹنٹ برون اور بیک ہین۔ مسٹر
نوروزجی ایک شوقین فیشن ایبل نوجوان ہین اور مروت کا مادہ انمین ضرورت
سے زیادہ ہے۔ یہی سبب ہے۔ کہ دفتر کے بعض کلرک ان سے ہر طرح
کے ہمیشہ فائدہ اُٹھایا کرتے ہین۔ نوروزجی کو اگرچہ معقول تنخواہ ملتی
ہے مگر بچت بہت ہی کم کرتے ہین۔ بلکہ چونکہ مروت کے سبب سے بعض
ہم پیشہ کلرکون کو قرض بھی دیدیتے ہین۔ اسلیئے ان کے پاس نقد رقم اکثر
کم رہتی۔ چنانچہ ہمارے دوست چونی پرشاد نے بھی ان سے پانچسو
روپیہ قرض لیا ہے۔ اور بیک اور برون پر بھی ان کا قرضہ تھا۔ جسمین سے

بڑے حصہ کی وصول یابی کے بعد اب صرف چالیس اور پچاس روپیہ علی الترتیب ان دونون پر رہ گیے ہین۔

ہفتہ کا دن ہے۔ اور دن کے بارہ بجے ہین۔ سب لوگ آفس کا کام کر رہے ہین۔ ہیڈ اکاؤنٹنٹ کے پاس سرکاری تحویل مین ہمیشہ دوسو روپئے نقد جمع رہتے ہین۔ تاکہ متفرق ضروری اخراجات چلتے رہین۔ خاصکر تار کے اخراجات۔ اور بعض کلرک جو کہین باہر تبدیل ہوتے ہین اُنکو کچھ نہ کچھ پیشگی دینے کا کام بھی اسی روپیہ سے لیا جاتا ہے۔ نوروزجی کو عیاش لکھنا نامناسب ہے۔ اگرچہ شراب کی عادت ہے۔ مگر بہت کم۔ ہان۔ تھیٹر کے البتہ پورے شوقین ہین۔ کوئی رات خالی نہین جاتی کہ تھیٹر مین موجود نہ ہون۔ چونکہ فضول خرچ ہین۔ اور صاحبِ مروت اسلیے نہ صرف ضرورت کے وقت سرکاری روپیہ اپنے استعمال مین لاتے ہین۔ بلکہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین آفس والون مین سے بھی اگر کوئی دس یا پانچ۔ روپئے دست گردان طلب کرتا ہے تو خفیہ طور پر دیدیتے ہین۔ اور تنخواہ ملنے پر پھر سرکاری تحویل کی رقم پوری کر دیتے ہین آج مہینہ کی ۲۶ تاریخ ہے۔ اور سرکاری روپیہ مین سے بتیس روپئے تو پیشگی کی مد مین خرچ ہو چکے ہین۔ ستائیس روپیہ تار کا خرچ اس ماہ مین ہوا ہی۔ بقیہ روپیہ کچھ تو نوروزجی کے اپنے پرائیوٹ اخراجات مین۔ اور کچھ دفتر کے کلرکون کو دستگردان دیدیا گیا ہے۔ دے دلاکر آج اپنے پرائیوٹ اخراجات مین[1]

[1] روپیہ رکھنے کا صندوق ۱۲

صرف تیس روپئے رہگئے تھے اور آج ہی رنگون کی تھیٹریکل کمپنی نے اشتہار دیا۔ کہ جو صاحب فرسٹ کلاس کا ماہواری ٹکٹ خریدنا چاہین۔ اُنسے صرف تیس روپیہ ماہوار پیشگی لیئے جائینگے نوروزجی جیسے شوقین کو کب تاب تھی۔ اشتہار دیکھتے ہی وہی تیس روپے لیکر چپراسی کی معرفت جھٹ ٹکٹ منگا لیا۔ جسوقت چپراسی نے تھیٹر کا سیزن ٹکٹ لاکر نوروز جی کو دیا ٹھیک اسیوقت دفتری نے بڑے صاحب کا ایک ارجنٹ تار روانہ کرنے کے لیئے لاکر دیا۔ اب نوروزجی نے کیش بکس مین دیکھا۔ تو ایک پائی نہ تھی۔ تار ارجنٹ تھا جسکی روانگی ضروری تھی۔ نوروز جی نے اس خیال سے کہ آفس بند کرکے کہین سے تین روپئے دستگردان لیکر روانہ کردون گا تار کا فارم جیب مین ڈال لیا دو بجے سے کچھ پہلے مسٹر بیک نے نوروزجی سے پانچ روپئے دستگردان طلب کیئے اس وعدہ پر کہ تنخواہ مین کاٹ لینا۔ یہان جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔ نوروزجی کا کیش بکس دل مفلس کی طرح اسوقت بالکل خالی تھا۔ اسنے دوست سمجھکر جواب دیا کہ بیک تم جانتے ہو۔ کہ مین تم ہی سے نہین بلکہ آفس کے ہر ایک ملازم سے ایسا ہی سلوک کیا کرتا ہون۔ مگر اسوقت میرے پاس ایک پیسہ بھی نہین ہے۔ تمام سرکاری روپیہ مین خرچ کرچکا ہون اسلیئے سردست تمھین پانچ روپیہ نہین دے سکتا۔ نوروزجی نے اپنے اسسٹنٹ پر اتنا اعتبار کیا۔ کہ تار کا حال بھی یہ کہکر بتلا دیا کہ دیکھو ایک ضروری ارجنٹ تار بھی روپیہ نہ ہونے کے سبب سے ابھی تک پڑا ہوا ہے۔ اب

آفس بند کرکے جاؤنگا۔ تو اُسکا انتظام کرون گا۔

بیک۔ تو اس تار کے خرچ کے ساتھ ہی میرے لیے بھی پانچ روپیہ کا بندوبست کہین سے کر دو۔

صرف چار دن کے بعد تنخواہ ملے گی۔ اسوقت مجھے سخت ضرورت ہے تنخواہ ملنے پر فوراً تمھین یہ روپیہ ادا کر دون گا

نوروزجی۔ تم جانتے ہو مہینہ آخر ہے میرے پاس روپیہ کہان سے آیا۔ تار کے خرچ کے لیے بھی مجھے کسی دوست کی جیب ٹٹولنی پڑے گی۔ ورنہ تم جانتے ہو خواہ مخواہ مجھے جھوٹ بولنے کی کیا وجہ تھی۔ اور گناہ بے لذت سے مجھے فائدہ ہی کیا تھا۔

بیک۔ (یہ سمجھکر کہ عمداً روپیہ دینے سے انکار کرتا ہی) اچھا آپ کی مرضی۔ مین آپکو زیادہ مجبور نہین کرسکتا۔

انھین باتون مین دو بج گئے ہفتہ کا دن تھا۔ ہیڈ اکاؤنٹنٹ نے جلدی سے حساب کے رجسٹر بند کیے اور آفس سے چلا گیا۔ بیک نے برون سے کچھ مشورہ کیا۔ اور دونون بڑے صاحب کے کمرے مین تیسری منزل پر جا پہونچے جہان صاحب بہادر کام بند کرکے روانگی کے لیے تیار تھے۔ مسٹر بیک نے نہایت ادب سے نوروزجی کے متعلق اسطرح دُر افشانی کی:۔

حضور! ہم سرکار کے نمک خوار۔ اور خیر خواہ ہین۔ مسٹر نوروزجی. اگرچہ ایک حیثیت سے ہمارے افسر ہین مگر بوجہ قومی ہمدردی کے

ہمین اُنکی نسبت آپسے ایک خاص خصوصیت ہے۔ آپ کو معلوم نہین ہی نوروزجی ایک عیاش اور فضول خرچ آدمی ہے۔ جو تنخواہ ملتی ہے وہ مہینہ کے پہلے ہی ہفتہ مین خرچ کرڈالتا ہی باقی تین ہفتون مین اُسکی بسر صرف سرکاری روپیہ پر رہتی ہے۔ دوسو روپیے جو اُسکے پاس سرکاری ضروری اخراجات کے لیے جمع رہتے ہین۔ انھین وہ شیر مادر سمجھکر خرچ کرڈالتا ہے۔ اور ذرا نہین جھجکتا۔ حضور آجتک تو ہم خاموش رہی کہ کسی کی شکایت سے کیا فائدہ؛ مگر آج چونکہ سرکاری کام مین ہرج کی نوبت آگئی اسلیئے حضور کو مفصل اطلاع دینا ہم اپنا فرض سمجھے۔ آج جوارجنٹ تار حضور نے روانگی کے لیے دیا تھا۔ اِسکی فیس کے لیے تین روپئے بھی موجود نہتھے اس لیے وہ ابھی تک و لیسا ہی پڑا ہے۔ اور کیش بکس مین ایک پیسہ بھی نہین۔"

صاحب بہادر یہ تقریر سنکر ششدر رہگیئے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔؟ مسٹر بیک نے اپنے بیان کی تصدیق کے لیئے مسٹر برون کو پیش کیا۔ اور برون نے بھی یہی بیان کیا۔ جس سے صاحب بہادر اور مشتعل ہوئے اور اونکی غصہ کا ٹمپریچر برابر بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسی غیظ و غضب مین بھرے وہ اُسیوقت بیک اور برون کو لیئے اپنے اسسٹنٹ کے کمرہ مین آگئے۔ اور اُسسے ان تمام واقعات کی اطلاع دی۔ یہ واقعات سنکر وہ بھی حیران ہوا۔ چپراسی کو نیچے سپرنٹنڈنٹ اور ہیڈ اکاونٹنٹ کو بلانے کے لیے بھیجا مگر وہ دونون آفس سے جاچکے تھے۔ ادہر سے مایوسی ہوئی۔ تو یہ

چارون یعنے جوزف جون بیک اور برون نیچے آئے۔ جب سیف مین کیش رہتا تھا۔ وہ بند تھا۔ اور اُسکی کنجی حسب قاعدہ ہیڈ اکاونٹنٹ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ بیک نے پھر اسجگہ آکر صاحب بہادر کو یقین دلایا کہ سیف مین سب کاغذ ہی کاغذ ہین نقد ایک پیسہ بھی اسمین نہین مسٹر جوزف نے سوچکر یہ تجویز کی۔ کہ دفتری سے فیتہ اور مہر لیکر سیف کے دونون کنارون پر فیتہ باندھ کر اُسپر لاکھ سے آفس کی مہر لگادی جب اسطرف سے اطمینان ہوگیا تو مسٹر جوزف نے اپنے پرسنل اسسٹنٹ مسٹر جون کو حکم دیا۔ کہ ابھی جاکر نوروزجی کو تلاش کرے اور آیندہ سے لوہے کی سیف کی دونون کنجیان لیکر اپنے پاس رکھے۔ اور نوروزجی کو حکم دے کہ کل اگرچہ اتوار ہے مگر صبح کو آٹھ بجے آفس مین حاضر ہو۔ مین بھی آؤنگا۔ اور تم بھی انسپکٹر پولیس کو اطلاع دیکر موجود رہنا۔ یہ حکم پاکر سبنے اپنے اپنے گھرون کی راہ لی اور آفس بالکل بند ہوگیا۔ ادہر نوروزجی نے آفس سے نکلتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا۔ کہ اپنے کسی دوست سے تین روپے لیکر سرکاری تار بھیجکر روانہ کیا اوسکی رسید جیب مین رکھ لی۔ پھر کہین دوستون کی مجلس مین چلا گیا۔ مسٹر جون تین بجے کے قریب آفس سے جو نکلے۔ تو نوروزجی کے گھر پر آئے۔ نوروزجی نے ایک بہمنی عورت گھر مین ڈال لی تھی اور چونکہ نوروزجی کی شادی ابتک نہوئی تھی اسلیئے وہی خانہ داری مین سبب آسایش تھی۔ یہ عورت کسیقدر انگریزی بھی جانتی تھی اُس نے مسٹر جون کو سمجھا دیا کہ نوروزجی گھر پر آکر پھر کہین گھومنے چلے گئے۔ اور

اب رات سے پہلے اُنکے واپس آنے کی امید نہین۔ مسٹر جون یہ سنکر اُسوقت تو اپنے گھر چلا گیا اور دل مین ارادہ کرتا گیا۔ کہ رات کو پھر آنا ہوگا۔ سات بجے کے قریب نوروزجی گھر آیا۔ اور مسٹر جون کے آنیکا حال سنکر سخت متعجب ہوا۔ مگر کوئی خاص بات سمجھ مین نہ آئی۔ کھانے کے بعد نوروزجی پھر تیار ہوا۔ اور اپنی آشنا سے کہتا گیا۔ کہ مین تھیٹر جاتا ہون۔ اگر ایکبار کوئی آئے تو وہین کا پتہ دیدینا۔

رات کے دس بجے مسٹر جون معہ ایک یوروپین پولیس انسپکٹر کے نوروزجی کے مکان پر پھر آن موجود ہوا۔ جہان سے وہ تھیٹر ہال کا پتہ سنکر وہین گیا۔ پہلے تو ایک آدمی نوروزجی کے بلانے کے لیے اندر بھیجا نوروز نے یہ سمجھکر کہ معلوم نہین کون ہے جواب دیا کہ مین تماشہ چھوڑکر باہر نہین آسکتا۔ آخر مین پولیس انسپکٹر خود اندر گیا۔ اور اُسنے کہا کہ ایک ضروری کام کے لیئے مسٹر جون تمھین بلا رہا ہے۔ چنانچہ نوروزجی باہر آیا اور مسٹر جون سے علیک سلیک کے بعد یہ گفتگو ہوئی۔

مسٹر جون۔ نوروزجی! آفس کے سیف کی کنجیان کہان ہین۔؟

نوروزجی۔ جناب! میرے پاس ہین۔

جون۔ مہربانی کرکے کیا تم مجھے کنجی دےسکتے ہو؟

نوروزجی۔ مجھے دینے مین تو کوئی انکار نہین۔ مگر کنجیان گھر پر ہین مین اپنے ساتھ نہین لایا۔

جون۔ کیا تم ابھی ہماری گاڑی مین سوار ہوکر گھر سے کنجیان

لا دو گے ؟

نوروزجی۔ جناب! تھیٹر کا ٹکٹ جو ضایع ہو جائے گا۔ اُسکے خرچہ کا کون ذمہ دار ہوگا ؟ ٹکٹ تو اب واپس ملنے سے رہا۔

جون۔ اوہ کچھ اسکا مضایقہ نہین۔ (جیب سے تین روپیہ نکال کر) یہ تین روپیہ ٹکٹ کے دام مجھ سے لو۔ اب تو تمھین چلنے مین کوئی عذر نہین ؟

نوروزجی۔ نہین جناب۔ چلیے۔

مسٹر جون مع انسپکٹر اور نوروزجی کے گاڑی مین روانہ ہوے۔ رستے مین ایسی کوئی بات سوا ئے تھیٹر کی باتون کے نہ ہوئی۔ جسکا ذکر کیا جائے۔ حتی کہ گاڑی نوروزجی کے گھر پہونچکر ٹھہری۔ نوروزجی گاڑی سے اترکر اپنے گھر کے اندر گیا اور فوراً دونون کنجیان لاکر مسٹر جون کے حوالہ کین۔ جس نے احتیاط سے اپنی پتلون کی جیب مین رکھ لین اور نوروزجی سے مخاطب ہوکر اسطرح گویا ہوا۔

مسٹر نوروزجی! کل جب تم آفس سے چلے آئے۔ ڈائرکٹر جنرل کے پاس معتبر ذرایع سے اطلاع پہونچی کہ تم سرکاری روپیہ اپنے پرائیوٹ کامون مین خرچ کر ڈالتے ہو۔ اور یہ کہ اسوقت کیش بکس کا کل موجودہ روپیہ اپنے صرف مین لا چکے ہو۔ اور اب سیف مین ایک پیسہ بھی نہین رہا۔ ڈائرکٹر جنرل کے حکم سے مین اسوقت سے کنجیان لیے جاتا ہون۔ اور تمھین حکم دیتا ہون کہ کل صبح کو اگرچہ اتوار ہے مگر تم آفس مین حاضر ہو۔ اُسوقت ڈائرکٹر جنرل خود اگر تمھارے سامنے تمھارا اکاونٹ چک کرینگے۔

آٹھوان باب

مجلس وعظ

واعظان کین جلوه بر محراب و منبر می کنند
چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

مسعود جسکا ذکر تیسرے باب مین ہو چکا ہے۔ اپنی سبک ٹمٹم پر رات کے آٹھ بجے ایسٹ رنگون سے شہر کی طرف آرہا ہے۔ چاندنی رات اسوقت عجب لطف دے رہی ہے۔ جب وہ جودہ ازکائیل اسٹریٹ کے کونہ پر پہونچا تو چاندنی مین دور سے اُسے اُپنا ہم عمر دوست مشتاق دکھائی دیا۔ مشتاق نے بھی مسعود کو دیکھ لیا قریب پہونچکر مسعود نے ٹمٹم روک لی جب مشتاق نزدیک آیا تو باہم اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

مسعود۔ کہان؟ کدھر کا قصد ہے؟

مشتاق۔ تم جانتے ہو کہ مین چاندنی کا کسقدر شایق ہون؟ اور آج کیسی شفاف چاندنی ہے، ارادہ ہے کہ اسیطرح ٹہلتا ہوا رائل لیک[۱] تک چکر لگا آؤن۔

[۱] رنگون کے جنوب مین شہر سے کوئی ڈھائی میل کے فاصلہ پر ایک خوشنما جھیل ہے جسکا مفصل ذکر رسالہ الرفیق بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۶ء مین شایع ہو چکا ہے۔ اُسیکا نام رائل لیک یعنے شاہی جھیل ہے۔

مسعود۔ بہتر تو یہ ہے کہ تم میرے ساتھ سوار ہو لو۔ اور رائل لیک کی سیر کا ارادہ فسخ کردو۔

مشتاق۔ تم کہان جارہے ہو۔؟

مسعود۔ مولوی صاحب کے وعظ مین۔

مشتاق۔ بھئی۔ ہم دنیا دارون کو وعظ و پند سے کیا نسبت ؟

مسعود۔ بندہ خدا کے۔ ثواب کا کام ہے روز روز تو ایسے مواقع نصیب نہین ہوتے۔ کبھی کبھی تو ایسے جلسون مین شریک ہوجایا کرو۔

مشتاق۔ نو نقد نہ تیرہ اودہار مین تو وہ فائدہ چاہتا ہون۔ جو اسی دنیا مین ہو۔ اس جوانی مین تو عیش اُڑالین۔ جوانی پھر کہان ملے گی۔ جب بوڑھے ہون گے تو خدا خدا کرین گے۔ دیکھا جائیگا۔

مسعود۔ اور اگر قضا ہی آگئی۔ زندگی کا کیا سہارا خدا جانے کسوقت موت مقدر ہے۔ ؎

در جوانی توبہ کن تا از ندامت برخوری
نیست چون دندان، لب خود را گزیدن مشکل است

مشتاق۔ تو خدا کی رحمت مین پناہ لین گے۔

مسعود۔ تم تو بالکل دہریے ہو گئے ہو۔ چلو مین تمھین آج وعظ مین ضرور لیجاؤنگا۔

سگِ اصحابِ کہف روزی چند ؎ پے نیکان گرفت مردم شد

مشتاق۔ نہین تم ہی جاؤ۔ مجھے ایک کام بھی ہے۔

مسعود۔ اوہو! مین اب سمجھا۔ معلوم ہوتا ہی کہ آج کسی سے وعدہ ہی اسلیئے میرے ساتھ چلوگے تو وعدہ خلافی ہوگی۔ ہے نا ؟۔

مشتاق (سٹ پٹا کر) بھائی اگر تم ایسے ہی بدظن ہو تو مین اپنا ارادہ فسخ کرتا ہون اور تمھارے ساتھ چلا چلتا ہون۔

یہ کہکر مشتاق بھی ٹمٹم پر سوار ہو لیا سائیس نے ہاتھ سے گھوڑا چھوڑا۔ اور ٹمٹم روانہ ہوگئی۔ دو منٹ مین راستہ ختم ہوگیا اور ایک عالیشان منارہ کے پاس مسعود نے اپنی ٹمٹم آہستہ سے روکی باری باری دونون دوست ٹمٹم پر سے اترے۔ سائیس کو حکم دیا گھر یہ ٹمٹم لیجاؤ۔ واپسی پر ہم کرایہ کی گاڑی مین آئین گے۔ دونون نوجوان ایک عظیم الشان مصنوعی دروازہ سے نکلکر مسجد کے صحن مین آئے۔ کثرت چراغان سے مسجد آج بقعۂ نور بنی ہوئی تھی چارون طرف مومی بتیان کنولون مین روشن تھین جھاڑون کے سامنے برقی روشنی بات تھی تمام مسجد مین معہ صحن کے قالین کے فرش بچھے ہوے تھے۔ دیوارون پر سنہری روپہلی حجابیان آویزان تھین جابجا موقع موقع سے پھولون کے گلدستے ولایتی چینی کے خوشنما گلدانون مین رکھے گئے تھے۔ جو شخص دروازہ کے اندر داخل ہوتا پہلے اُسکے عطر لگایا جاتا پھر اُسپر گلاب چھڑکا جاتا۔ اندر قدم رکھتے ہی خوشبو سے دماغ مہک جاتا تھا۔ مسجد کے اندر ابھی سے اسقدر بھیڑ تھی۔ کہ تل دھرنے کو جگھ نہ تھی مگر مسعود اور مشتاق جب اندر داخل ہوے تو حسن اتفاق سے بوڑھے متولی کی نظر انپر پڑگئی۔ مسعود کے والد کی وہ بڑی عزت اور توقیر کرتے تھے اسلیے خود آکر مسعود کو معہ اُسکے ساتھی کے بھیڑ بھاڑ سے نکالکر ممبر کے پاس (جہان دیگر علما و معززین پہلے سے بیٹھے تھے) پہونچا کر بٹھا دیا۔

مسعود (متولی سے) اچھا - مولوی صاحب کے وعظ تو روز ہی ہوا کرتے ہین - آج اس دہوم دہام سے مجلس وعظ ہونے کا کیا سبب ہی -

متولی - بچہ! چونکہ آجکل طاعون کا شہر مین بہت زور ہی - اسلیے تجویز کی گئی - کہ مولویصاحب کا ایک وعظ حسن نیت سے کرایا جاے - تاکہ اس وعظ کی بدولت خداوندکریم ہمارے گناہ بخشدے - اور مولوی صاحب کے وعظ کی برکت سے ہملوگ بُری کامون سے باز آئین اور طاعون سے نجات حاصل ہو بیٹا! تمھارے آنے کی مجھے بہت خوشی ہوئی - خداوندکریم تم جیسے نوجوانون کو ہمیشہ ....

اتنے مین تمام حاضرین کھڑے ہو گئے - اور معلوم ہوا کہ مولویصاحب تشریف لارہے ہین دروازہ سے ممبر تک لوگون نے ہٹ ہٹ کر ایک گلی سی کردی اور مقدس مولانا صاحب بصد تمکین دقار خرامان خرامان تشریف لائے - دو طرفہ حاضرین آپکے دامن عبا کو بوسہ دیتے جاتے تھے اور السلام علیکم کا شور بلند تھا جسکا جواب مولوی صاحب (زیر لب تبسم کے ساتھ) سرمبارک کی خفیف جنبش کی اشارہ دیتے جاتے تھے - جب مولوی صاحب ممبر کے پاس پہونچگئے تو اول محراب مین تشریف فرما ہوے - نظر غلط انداز سے چارون طرف دیکھا اور بوڑھے متولی سے کچھ دریافت کیا - مولوی صاحب کی عمر شریف تقریبًا پینسٹھ سال کے ہوگی - ریش مبارک سفید براق چہرہ نورانی - اسپر سفید لانبی قبا جسپر چھوٹی سی سبز عبا - سرپہ عربی عمامہ ہاتھ پانون چوڑے چکلے اور مضبوط آواز شیرین اور وزن دار - آنکھون مین سرمہ لگا ہوا -

ڈارھی مین کنگھی کی ہوئی جوش عقیدت سے سب کی نظرین آپ ہی کی طرف جھکی ہوئی تھین اسقدر قابل تقدیس منظر صرف دیکھتے ہی سے تعلق رکھتا ہی۔ اس سین کو چند ہی منٹ گذرے ہونگے۔ کہ مولوی صاحب موصوف اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوے اُٹھے اور ممبر پر رونق افروز ہوے۔ جسکے ساتھ ہی حاضرین نے درود شریف پڑھکر آپکا خیر مقدم کیا۔ جب درود شریف کی آواز کم ہوئی تمام حاضرین کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ پھر قرآن پاک کا ایک رکوع قد افلح....... کا کمال ترتیل اور تجوید سے قرأت کیا اور اس طرح اپنا وعظ شروع کیا

اے ایمان والو! مین اسی خطاب سے تم لوگون کو مخاطب کرونگا کیونکہ کلام پاک مین بھی مسلمانون کو اسی خطاب سے مخاطب کیا گیا ہی۔ ہان تو اے ایمان والو آج میرے وعظ کی علت غائی یہ ایک ہے خداوند جل وعلا فرماتا ہے۔ اذا مس الانسان....... جب انسان کو کوئی سختی پکڑتی ہی تو ہمین یاد کرتا ہے۔ اور جب سختی دور ہو جاتی ہے تو پھر بھول جاتا ہے۔ اے مومنین! کسقدر شرم کا مقام ہی۔ کہ ہم خداوند کریم کو اُسیوقت یاد کرتے ہین۔ جب ہم پر کوئی بلاے آسمانی نازل ہوتی ہی۔ افسوس افسوس!!! اسلام پہلے زمانہ مین کیا تھا اب کیا ہو گیا؟ کہان ہین پہلے زمانہ کے مسلمان؟ جو خداوند کریم کی مرضی مین اپنے مالون اور جانون کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اور بار بار پیدا ہو کر خدا کی راہ مین فنا ہو جانا سعادت دارین سمجھتے تھے۔ حضرت بلال رضؓ

کا ذکر ہے ۔ کہ جب اُنکو کفار طرح طرح کی عذاب دیکر کہتے ۔ کہ تم محمد صلعم کی پیروی چھوڑ دو ۔ چونکہ اُنکی اسلام کی محبت خیالی محبت نہ تھی ۔ وہ اپنے ایمان پر قایم رہتے ۔ گرم ریگستان مین حضرت بلال رضؓ کی چھاتی پر بڑا پتھر رکھکر دھوپ مین لٹا دیتے ۔ اور اسی حال مین گھنٹون گذر جاتے ۔ مگر آپ اُف تک نہ کرتے ۔ جب کفار آپکو عذاب دیتے دیتے تھک گئے ۔ تو ایک خبیث نے آپ سے کہا کہ اے بلال ! آخر اسیطرح انھین عذابون مین تمھاری جان چلی جائیگی ۔ کیون نہین اپنے مذہب کو چھوڑ دیتے ۔ ذرا غور کیجئے اے گروہ مومنین ۔ کن الفاظ مین حضرت بلال جواب دیتے ہین ۔ اے مجمع کفار ! کیا تمنے مجھے بزدل سمجھ رکھا ہے ۔ مین بزدل نہین ہون ۔ اور نہ کاذب بلکہ سچا مسلمان ہون ۔ اور خدا اور اوسکے رسول پر دل وجان سے ایمان لایا ہون ۔ اگر ایک جان اس راہ مین کام آئے تو کیا ؟ خدا کرے کہ مین ہزار مرتبہ زندہ ہو کر پھر اسلام کی راہ مین اس سے سخت ترین عذاب اُٹھا کر مر جاؤن ؎

یک جان چہ متاعیست کہ سازیم فدایت

اما چہ کنم ہمہ تو انکرد ؟ کہ موجود ہمین است

یہ تھے اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ۔ اور اسلام پاک کے سچے پیرو ۔ انھین لوگون کے ذریعہ سے اسلام بلند ہوا ۔ اطراف دنیا اور اکناف عالم مین پھیلا ۔ اور تم ایسے ناخلف پیدا ہوے کہ تمنے اسلام کے نام کو ڈبو دیا ۔ اسلام کو بدنام کیا اسلام کے حکمون کی پیروی چھوڑ دی اسلام سے روگردانی کی ۔ اسلام کو ہنسی و مذاق سمجھا ۔ خواہش نفسانی کو اسلام پر مقدم سمجھا ۔ اور پھر دعویٰ یہ کہ ہم مسلمان ہین

(مختلف اطراف مسجد سے رونے کی آوازین آنے لگین) کاش تمھارا یہ رونا دل سے ہوتا! مین جانتا ہون کہ تمھارا یہ رونا صرف دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔ ورنہ کیا سبب ہی کہ اسکا اتنا بھی اثر نہین۔ جتنا کہ شبنم کا زمین پہ۔ توبہ کا ایک عنصر ندامت اور رونا بھی ہے۔ سچے دل سے رؤ وابھی مراد دلی حاصل ہوگی۔ وہ رؤ رؤو جو حضرتِ ایوب روئے تھے۔ وہ رونا رؤو جو حضرت عیسیٰ نے صلیب پر رویا تھا۔ وہی رونا فائدہ دیگا۔ یہ نمایشی رونا کیا جس سے دل پر ذرا بھی اثر نہو۔

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر

این چنین تسبیح کے دارد اثر

(تمام حضار مسجد ڈاڑھین مار مار کر رونے لگے) اے مومنین! مین کیونکر خیال کرون کہ تمھارا رونا دل سے ہے۔ جبکہ مین جانتا ہون کہ تم لوگون کے اعمال سراسر اسکے خلاف ہین۔ تم لوگون مین زنا کسقدر عام ہی۔ جسکے لیے حدیث مین یخرج ابنا رکا لفظ آیا ہے۔ تم سب اپنے اپنے گریبانون مین منھ ڈال کے دیکھو کہ تم اس گناہ کبیرہ کو کسقدر آسان سمجھتے ہو۔ اسی پر بس نہین۔ تم مین کے ادنیٰ تو ادنیٰ ہی ہین۔ تمھارے معززین کی مستورات غیر قومون کے ساتھ نکل جاتی ہین اور تم منھ دیکھتے رہجاتے ہو۔ جو بے پردگی کا نتیجہ ہے۔ پھر کیون نہ اس ملک مین طاعون آئے؟ شراب خانہ خراب جسکے لیے رسول صلعم کے الفاظ ام الخبائث سے زیادہ اور کوئی لفظ نہین کہا جا سکتا۔ رنگون مین کسقدر عام ہے؟ اور زنا سے دوسرے درجہ پر ہے۔ کسقدر حیرت ہوتی ہی۔ جب یہ سنا جاتا ہی کہ تم مین سے جو بوڑھے شراب کا استعمال نہین کرتے وہ تاڑی پیتے ہین۔ خوب! یہان تک

تو میرا خطاب پُرانے خیالات کے مسلمانون کی طرف تھا۔ اب مین خاصکراُن حضرات کو مخاطب کرتا ہون جو اپنے تئین نئی روشنی والے سمجھتے ہین۔ اے نوجوانان قوم! تم سب سے بدترین حالت مین ہو۔ کیونکہ اعمال کی کمی پوری ہوسکتی ہی۔ مگر تمھارے تو عقائد ہی فاسد ہین تم دین کو دین سمجھتے ہی نہین۔ تم یہان تک گستاخ ہوگئے ہو کہ ہوٹلون مین بے بلا سور کا گوشت کھاتے ہو۔ جہازون پر مروڑی ہوئی مرغی جان بوجھکر کھاتے ہو تم نے اپنے بزرگون کی وضع ترک کی اور اوسکی جگہ کافرون کا لباس کوٹ پتلون پہننا سیکھ لیا۔ داڑھی کا صفایا بولدیا مگر اسلام کا ذرا خیال نہ رکھا بس

نئی روشنی نے وہ نقشہ جمایا | نشانات مذہب کو یکسر مٹایا
نمازون سے پتلون نے ہے بچایا | سلامون سے گڈ مارننگ نے ہٹایا

جو تھین داڑھیان پالسی نے مٹادین
جو مونچھین تھین سوسائٹی نے بڑھادین

نوجوانو شرم کرو۔ انگریزی تعلیم نے تمکو خراب کردیا ہے۔ مین انگریزی تعلیم کا مخالف نہین مین انگریزی طرز معاشرت کا مخالف نہین۔ مگر خدا کے لیے اسلام کو تو نہ بھولو مگر تم کیا کرو۔ تمھارا نصاب تعلیم ہی خراب ہی۔ تمکو چاہیئے۔ کہ عقاید کی کتابین انگریزی مین ترجمہ کرو۔ اور اُنکا مطالعہ جاری رکھو۔ جب تمھارا عقیدہ درست ہوجائیگا تو تم اعمال کی طرف خود بخود رجوع ہوجاؤگے۔ نوجوانو۔ مثل مشہور ہی "چوری اور سینہ زوری"۔ پرانے خیال والون سے بمقتضائے بشریت اگر کوئی قصور بھی سرزد ہوجاتا ہے۔ تو وہ اُسے گناہ سمجھکر شرمندہ ہوتے ہین۔ مگر تم کرتے ہو بُرے کام۔ اور غلط منطق اور غلط استدلال۔ اور سینہ زوری سے اسے اچھا ظاہر کرتے ہو جب

لیسے تمھارے خیالات ہون تو وہ احکم الحاکمین کیون نہ ہم پر اپنا قہر نازل کرے اور ہمارے گناہونکے بدلے طاعون وغیرہ کیون نہ ہم پر مسلط کرے۔ اسلام کہان ہے کتابون مین۔ مسلمان کہان ہین؟ قبرون مین نفاق نے کسقدر ہم سب کو گھیر لیا ہے ذاتی کاوشین۔ اور خانگی عداوتین سچی اور ضروری باتون مین بھی ہمین ایک دوسرے سے الگ رکھتی ہین۔ میرے بھائیو۔ نفاق ایک ایسا مرض ہے جس نے بڑی بڑی قومین چندہی دنون مین ستیاناس کر کے ملیامیٹ کردین۔ یہ بڑا سخت مرض ہو اس مرض کا مریض کبھی شفایاب نہین ہوتا یاد رکھو! اختلاف خیالات اور چیز ہے۔ مگر مخالفت اور چیز۔ تمھین اسلام کا وہ واقعہ ابھی تک بھولا نہ ہوگا جس نے اسلام کی بنیاد دراصل کھوکھلی کردی۔ مگر اُسوقت خیال کرو تو کیسی حقانیت تھی؟ میری مراد حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی لڑائی سے ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ مشہور و معروف صحابی اُن دنون کھانا ہمیشہ امیر معاویہ کے ساتھ کھاتے تھے۔ اور لڑائی مین حضرت مولا علیؓ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شامل ہوکر معاویہ کی ہی فوج کے ساتھ لڑتے تھے۔ اس پر ایک دن امیر معاویہ نے ابوہریرہؓ سے پوچھا۔ اسکا کیا سبب ہو۔ کہ تم کھانا بھی میرا ہی کھاتے ہو۔ اور مجھی سے لڑتے ہو۔ ابوہریرہ نے جواب دیا کہ "مجھے کھانا تمھارا پسند آتا ہے اور لڑائی علی کی" سبحان اللہ کسقدر حق گوئی تھی۔ اور دوسری جانب کسقدر حق پسندی تھی کہ امیر معاویہ یہ سنکر خاموش ہوگئے۔ اور ابوہریرہؓ اپنی عادت پر بدستور قائم رہے۔ اسکا نام اختلاف ہے۔ اسکے برعکس ہم مین آجکل مخالفت کی خو پڑگئی ہے۔ خدا کے لیے اس مخالفت کو چھوڑو جو اد بار کی جڑ ہے اور نفاق سے دور رہو۔ میرے بھائیو۔ مین جو کچھ کہہ رہا ہون دل کے درد کے سبب سے کہہ رہا ہون۔ اگر اسپر عمل کروگے

آرام سے زندگی بسر کرو گے ورنہ زمانہ تمھین خود بتا دے گا۔ کہ تم کسقدر غلطی پر ہو۔
اُسوقت پچتانے سے کیا ہوگا۔ جب تمھاری حالت بگڑ چکی ہوگی۔ خیال تو کرو۔ تم
خیر الامم ہو۔ سب امتون سے افضل ہو۔ کیا تمکو یہی فضیلت ہی۔ کہ حیوانون کیطرح
آپس مین لڑتے ہو۔ جھگڑتے ہو۔ کتون کی طرح ایک دوسرے پر بھونکتے ہو۔ ایک
دوسرے کو کاٹتے ہو۔ مگر افسوس ہے کہ کتے بھی تمسے افضل ہین۔ انمین وفاداری
تو ہے تم مین وہ بھی نہین۔ وہ اپنے مالک کی فرمانبرداری کرتے ہین۔ تم اپنے
خالق خداوند جل وعلا کے احکام کی تعمیل تو ایکطرف پروا بھی نہین کرتے۔ اے کاش!
اگر تملوگ مالک حقیقی کی اُتنی ہی پروا کرو۔ جتنی کتا اپنے مالک کی کرتا ہی۔ تو یقیناً
تم بخشے جاؤ۔ یا اگر تم مالک وخالق سے اتنا ہی ڈرو۔ جتنا تم اپنے دنیاوی رشتہ دارون
سے ڈرتے ہو۔ تو تم نجات حاصل کرو۔ مگر تمھارے دل سیاہ ہوگئے۔ پتھر ہوگئے
اسلیے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ تمپر آسمانی آفت نازل کرے کہ گناہون سے باز آؤ
ورنہ تمھاری خیر نہین۔ مین تو متحیر ہون کہ صرف طاعون ہی کیون آیا؟ ہمارے
گناہ اسقدر زیادہ ہوگئے ہین۔ کہ ممکن ہے۔ کہ آسمان ہمپر پھٹ پڑے۔ زمین ہمکو
نگل جائے کوئی آگ آکر ہمکو جلا دے۔ آسمان سے ہم پر پتھر برسین۔ ہم درحقیقت
اسیکے مستحق ہین۔

اے میرے بھائیو! اپنے اپنے اعمال اور عقائد درست کرو۔ ایک دوسرے
کے ساتھ ہمدردی کرنا سیکھو۔ ایک دوسرے کے کام آؤ۔ وہی کام کرو۔ جو اسلام
نے سکھائے ہین۔ تاکہ اس بلائے ناگہانی سے نجات حاصل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ
آیندہ بھی ایسی خطرناک بلاؤن سے محفوظ رکھے!!

مولوی صاحب نے وعظ ختم فرماکر دعا کے لیے دونون ہاتھ بارگاہ قاضی الحاجات مین اُٹھائے اور نہایت خضوع اور خشوع سے ادعیہ ماثورہ تلاوت کین۔ چونکہ وعظ کے سُننے سے حاضرین کا جوش عقیدت اور بھی بڑھگیا تھا۔ اسلیے جیسے ہی دعا ختم ہوئی چارون طرف سے ہزارون آدمی پے درپے مولوی صاحب کے پاس پہونچکر دستبوسی اور مصافحہ کی عزت حاصل کرنے لگے جس سے عجیب دھکا دھکی ہوئی۔ کئی ایک کمزور و ناتوان گر پڑے۔ ایک ضعیف و معمر شخص ایک دھکا کھاکر گر پڑا۔ اور بیہوش ہوگیا۔ جو فوراً باہر لایا گیا۔ اور اسکا علاج کیا گیا۔ مولانا صاحب کثرت دستبوسی و مصافحہ سے اسقدر تھک گئے۔ کہ انھون نے اس وعظ کے ایک ہفتہ کے بعد ایک مخلص سے تذکرتاً فرمایا۔ کہ ابھی تک ہاتھون مین درد اور ورم موجود ہے۔

نوان باب

عشق و شباب

جوانی کی رونق ہے عشق بتان
نہ ہو یہ تو جینے کی لذت کہان

رنگون کے مشہور پولیس اسٹیشن ”دزاموزان“ مین آجکل ایک پنشنر فوجی سارجنٹ مسٹر رینالڈ نامی انسپکٹر پولیس ہین۔ یہ صاحب اگرچہ بہت رحمدل آدمی ہین۔ مگر فوجی رعب اور حکمتون سے کام لیکر افسرونکی خوشنودی خوب حاصل کرتے ہین

خوش قسمتی سے آجکل مرزا باقر ترکستانی ان کے ماتحت سارجنٹ ہین۔ جو ایرانی مغلون کے ایک معزز خاندان کے رکن ہونے کے علاوہ۔ تعلیم یافتہ بھی ہین ٹانگو کے ٹریننگ اسکول سے ابھی تعلیم پاکر آئے ہین۔ اور یقینی بات ہی کہ سال ہی دو سال ہین انسپکٹری کا درجہ حاصل کرکے آیندہ اپنی ناموری دکھائین۔ مسٹر ترکستانی ایک خوشرو نوجوان ہین۔ رنگ سرخ و سفید۔ سبزہ آغاز۔ قد موزون بال البرٹ فیشن۔ لباس ہمیشہ انگریزی مگر ٹوپی علی العموم ہیری استعمال کرتے ہین آجکل اس تھانہ مین بہت بڑے مقدمہ کی تفتیش ہو رہی ہی۔ کیونکہ دو متمول چینیون کے ہان دو دو من گانجا اور بنیل ہیل سیرا فیون برآمد ہوئی ہی۔ ملزم لوگ اس آفت سے بچنے کے لیے ہزارون روپے پانی کی طرح بہا رہے ہین ہزارون روپے پولیس کی نذر کیے گئے۔ مگر تعلیم یافتہ ترکستانی کے مشورہ سے مسٹر رینالڈ نے بالذات اس معاملہ مین ایسی حرکت سے بالکل اجتناب کیا۔ انکو خیال تھا کہ اس مقدمہ مین ملزمون کی سرا عرسانی سے گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ اور درجون مین ترقی مستزاد ورنہ مشہور تو یہ ہے کہ مسٹر رینالڈ بڑی رقم تو ایکطرف دو چار روپیہ بھی رشوت کے نہین چھوڑتے تھے کیونکہ تنخواہ کم تھی اور اخراجات کثیر شراب کی عادت اسپر طرہ تھی۔ آجکل مسٹر رینالڈ کو ایک سو پچاس روپیہ تنخواہ ملتے ہین۔ اور چونکہ پولیس اسٹیشن کی عمارت مین توڑ پھوڑ کر ترمیم کی جا رہی ہی۔ اسلیئے رہنے کے لیے کارکس کوارٹر مین سرکار کی طرف سے جگہ ملی ہی۔ مسٹر رینالڈ کی بی بی گذشتہ سال فوت ہوچکی۔ صرف ایک نوجوان لڑکی اس سے یادگار ہے۔ ایک آیا اور ایک باورچی رکھوائے ہ اسکے سرف دو ملازم ہین۔ اس مقدمہ

مین جان توڑ کوشش کیجا رہی ہی - بلکہ کئی بار سپرنٹنڈنٹ اور کمشنر بھی اس مقدمہ سے دلچسپی ظاہر کر چکے ہین - کہ حق بات ثابت ہو - یہ وہی دو جاپانیز ہین جنپر پہلے ایک بار گھر مین جوئے خانہ قایم کرنے کا جرم لگایا گیا تھا - مگر ثبوت بہم نہ ہو سکا - اسلیے چھوٹ گئے - آج مسٹر رینالڈ نے بڑی محنت سے صبح سے لیکر دن کے بارہ بجے تک سب کام چھوڑ کر یہ کیس تیار کیا - ابھی تک کھانا بھی نہ کھایا تھا - اسلیئے آفس مین مسٹر ترکستانی سے یہ کہکر کہ مین اب پانچ بجے آؤنگا اُسوقت تک اگر کوئی کام آئے تو تم کرلینا - اپنے گھر چلے گئے - صاحب بہادر کے جانے کے پندرہ ہی منٹ بعد ایک جاپانیز جنٹلمین یہ رپورٹ لیکر آیا - کہ ہماری دوکان مین ایک سال سے ایک رشین اسسٹنٹ نوکر تھا - جو کل سے غائب ہی - آج معلوم ہوا کہ دوکان کے کیش بکس مین اٹھارہ سو روپیہ کی گنیان گم ہین - نیز جاپانی شخص نے یہ بھی رپورٹ دی کہ ہمین معتبر ذرایع سے معلوم ہوا ہے کہ وہ روسی آج بمبئی کے جہاز پر سوار ہونیوالا ہے - چونکہ یہ معاملہ ذرا نازک تھا - اور ترکستانی اپنے اختیار محض سے اسمین کوئی قطعی کارروائی نہین کر سکتے تھے - اسلیے مجبوراً - انسپکٹر صاحب کے گھر پر چلے گئے یہ پہلا دن ہے کہ ترکستانی وہان گئے تھے - اگرچہ سردی کے دن تھے - مگر رنگون مین دسمبر کی دھوپ بھی بڑی ہی سخت ہوتی ہی اسلیے مسٹر ترکستانی وہان پہونچیے پہونچتے پسینہ مین شرابور ہو گئے جب یہ وہان پہونچے تو مسٹر رینالڈ کھانا کھا کر ذری سرور مین ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھے - مس رینالڈ اپنے کمرے مین تھی عرصہ تک فوج مین رہنے کے سبب سے اگرچہ مس رینالڈ تعلیم سے بہرہ ور نہ ہو سکی تھی - مگر کشیدہ وغیرہ کا کام اپنی متوفی والدہ سے

سیکھ لیا تھا۔ اسوقت وہ اپنے کمرہ مین بیٹھی سوئی کا کام کر رہی تھی کہ کھڑکی سے
ایک غیر آدمی کو گھر مین داخل ہوتے دیکھا۔ اونہو اپنے اور باپ کے کمرہ کے درمیان
جو دروازہ تھا اسکا پردہ گرا دیا۔ تاکہ باہر کی نظر نہ پڑے۔ مسٹر ترکستانی نے
اس نئے مقدمہ کی اطلاع صاحب بہادر کو کی۔ مقدمہ کے حالات سنکر صاحب
بہادر نے ترکستانی کو کرسی دی۔ اور کہا کہ اب بزنس ہو چکا۔ ٹھہر جاؤ دھوپ سے
آ رہے ہو۔ اگر عادت ہو تو ذرا سی شراب پی لو۔ چونکہ مسٹر ترکستانی تھوڑی سی
مقدار مین شراب کے عادی تھے۔ اور اسوقت گرمی بھی خاصی تھی۔ اسلیے
خاموش ہو رہے از راہِ اخلاق صاحب نے بوائے کو بلایا۔ اور برف سوڈا
وغیرہ لانے کا حکم دیا جسکی فورًا تعمیل ہوئی۔ اور مسٹر رینالڈ نے اپنے ہاتھ سے
پہلے تھوڑی سی شراب گلاس مین ڈالی۔ پھر چمچہ سے برف کی ایک ڈلی ڈالی
اور سوڈے کی ایک بوتل انڈیل دی۔ اسیطرح دوسرا گلاس تیار کیا۔ اور
انمین سے ایک اٹھا کر ترکستانی کی طرف بڑھا دیا۔ اُسنے لیکر شکریہ ادا کیا۔
اور اندازًا دس منٹ کے اندر دونون نے اپنے اپنے گلاس خالی کر دیے۔
اس سے فراغت پاکر باہر نکلے۔ اور نئے مقدمہ کی تحقیقات کے لیے چل دیے
اس واقعہ کے پانچ دن بعد دسمبر کی ۲۵ تاریخ۔ جسدن حضرت عیسی پیدا ہوئے ہین
مسٹر ترکستانی کی نوکری مین یہ پہلا بڑا دن آیا تھا۔ اور یہ بھی مسٹر رینالڈ جیسے
نیکدل اور شریف پرور افسر کے ماتحتی مین اسلیے اُسنے مناسب سمجھا کہ اُسدن
بیس ۲۰ پچیس ۲۵ روپیہ کی ڈالی تیار کر کے مسٹر رینالڈ کے قیام گاہ پر لیجائے چنانچہ
ایسا ہی کیا رینالڈ یہ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور ترکستانی سے کہنے لگا کہ تم ہرگز

ایسی تکلیف نہ کیا کرو۔ مین تمھین اپنی اولاد کے برابر سمجھتا ہون۔ اور تمسے کوئی مغائرت نہین رکھنا چاہتا۔ یہ چیزین اس لیے واپس نہین کرتا۔ کہ تم ناراض نہ ہو جاؤ۔ لیکن آئندہ سوڈالی کے طور پر کوئی چیز لیکر میرے یہان نہ آنا۔ یہ باتین ہو رہی تھین کہ اپنے کمرہ سے نوجوان اور بلاخیز مس رینالڈ ایک طرف کا پردہ اٹھاکر اُس کمرہ مین آنے لگی مگر غیر شخص کو دیکھکر جھجک گئی۔ اسپر بوڑھے رینالڈ نے بلایا اور کہا کہ مین اپنے عزیز اور ماتحت دوست مسٹر ترکستانی سے تمھاری ملاقات کرانا چاہتا ہون۔ چنانچہ دونون کا تعارف کرا دیا گیا۔ اور آجکی مجلس مین ان ... مس رینالڈ بھی شریک رہی۔ کیونکہ خلاف عادت دیگر یورپین کے مس مذکور ابھی سے ہلکی شراب پینے کی عادی تھی تقریباً دو گھنٹہ کی صحبت کے بعد ترکستانی نے رخصت کی اجازت مانگی۔ مسٹر رینالڈ نے اس شرط پر رخصتی اجازت دی کہ سال کے نئے دن یعنی یکم جنوری کو پھر انکے یہان آئیے اور ٹفن کی دعوت منظور کرے۔ اور یہ بھی کہ کوئی چیز آجکی طرح آیندہ ہمراہ نہ لائے ان شرائط پر مسٹر ترکستانی یہان سے رخصت ہوا۔

یکم جنوری کو ہم پھر مسٹر ترکستانی کو مسٹر رینالڈ کے گھر مین دیکھتے ہین اور خاصکر جب مسٹر رینالڈ کسی کام کے لئے کسی دوسرے کمرے مین جاتے ہین تو مسٹر ترکستانی مس رینالڈ سے نہایت ہی آزادی سے گفتگو کرتا ہے۔ چنانچہ ٹفن کے بعد جب رخصت کا وقت آیا تو مس مذکور دروازہ تک مسٹر ترکستانی کیساتھ آئی اور ہاتھ ملاتے وقت اوس سے ملنے کے لیے اپنا اشتیاق ظاہر کرتی تھی۔

اور آیندہ آنے کے لیے وعدہ بھی لے لیا۔

اس واقعہ کو ایک دو ہفتہ بھی نہ گذرے ہونگے کہ مسٹر ترکستانی ایک ضروری کاغذ لیکر دستخط کرانے کے لیے صاحب بہادر کے بنگلہ پر آیا۔ اُسے خیال تھا کہ صاحب بہادر موجود ہون گے مگر وہ اتفاقاً ایک ضروری اور پرائیوٹ کام کے لیے باہر گئے ہوے تھے مسٹر ترکستانی کو مس رینالڈ نے دور سے آتے دیکھا تو دروازہ سے پیشوائی کی اور اندر لیجا کر کہا کہ والد باہر گئے ہین۔ پھر تپاک سے کرسی دیکر یون کہنے لگی۔

مس رینالڈ۔ مسٹر ترکستانی! افسوس ہی کہ اسوقت گھر مین بالکل شراب نہین۔ جسکے پیش کرنے سے مین محجوب ہون۔ برف و لیمونیڈ پیو گے؟

ترکستانی۔ اوہ مس اگر گھر مین موجود نہین۔ تو آپ چندان فکر نہ کیجیے بلکہ ذرا بوائے کو بلا لیجیے مین ابھی منگائے لیتا ہون۔

مس۔ (بوائے کو آواز دیکر) بھلا آپ اسوقت کہان سے منگائینگے۔

ترکستانی (لاپرواہی سے) دوکان سے۔ (اتنے مین بوائے آگیا۔ ترکستانی نے دس روپیہ کا نوٹ دیکر بوائے سے کہا کہ جاؤ دو بوتل شراب لے آؤ)

مس۔ آپ ایسی تکلیف کیون کرتے ہین۔ اس گھر مین تو مجھے آپ کی مدارات واجب تھی۔

ترکستانی۔ اوہ تکلیف کیسی؟ یہ تو میرا گھر ہے!

بوائے (مس سے) حضور اجازت ہو تو جاؤن؟

مس۔ (دست ٹپا کر) اچھا جاؤ۔

ترکستانی ۔ جلدی آنا (مس سے) ہان یہ تو فرمائیے آپ کے والد کبتک آئینگے؟

مس ۔ غالبًا دو گھنٹہ مین آجائینگے ۔

ترکستانی ۔ یہ آپ کو معلوم ہو کہ کہان گئے ہین ۔ مجھے اُن سے ایک ضروری کام ہے ۔

مس (اپنی کرسی نزدیک لاکر) خیر یہ کام تو ہوتے ہی رہین گے اتنی گھبراہٹ کیا ہے ۔ تم تو جیسے میری شکل سے بیزار ہورہے ہو ۔ کہ میرے پاس بیٹھنا تک نہین پسند کرتے ۔

ترکستانی ۔ لاحول ولاقوۃ یہ آپ سے کسنے کہا ۔ مین تو آپ کے پاس بیٹھنا اپنا فخر سمجھتا ہون مگر ڈرتا ہون کہ نتیجہ کچھ اور نہ نکلے ۔

اتنے مین بوائے شراب لیکر آگیا ۔ مس خود اٹھی دو آئس پروف گلاس لے آئی بوائے کو رخصت کیا اور پہلے اپنے ہاتھ سے ایک گلاس بناکر مسٹر ترکستانی کو پلایا اسکے بعد نصف کے قریب خود پیا ۔ ذرا سا سرور ہونے کے بعد دور جاری ہوا ۔ اسوقت ترکستانی کی عمر بائیس سال سے زیادہ نہ تھی اور مس بھی اٹھارہ برس سے چند ہی ماہ اوپر تھی دونون نشۂ شباب سے مست خوبصورت زندہ دل ہاتھ پاؤن کے مضبوط اوسپر شراب کا سرور سونے مین سہاگہ ایسی حالت مین ناممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی طبیعت پر قابو رکھ سکے ۔ یہان تک کہ ایک بوتل نصف کے قریب ان دونون نے خالی کی ۔ نشہ کی ترنگ مین اور بھی حجاب اُترگیا ۔ آپس مین راز و نیاز کی باتین ہونے لگین چونکہ ترکستانی کی انگریزی بہت اچھی تھی اسلیئے گفتگو مین کوئی دقت نہ تھی مس نے نشیلی آنکھون سے ترکستانی کی طرف ذرا تبسم سے دیکھا کہ اوسکے ہوش وحواس

جو پہلے ہی سے منتشر تھے اور بھی غائب غلا ہو گئے۔ بیخودی مین مسٹر ترکستانی نے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ اور مس رینا اللہ نے اپنے آپ کو اُس کی آغوش مین دیدیا۔

دسوان باب

سیر و شکار

این شکار افگن نمیدانم بقصدِ خونِ کیست
کردہ از شوخی نیستان را قفس بر شیرہا

باراسٹریٹ بھی مع دس جنٹلمین ایک غیر سرکاری لانچ پر سوار ہوئے جن کے ساتھ تین نوکر تھے اور چار ٹوکرون مین مختلف قسم کے کھانیکا سامان تھا ان دس آدمیون مین سے تین شخص تو ہم نے فوراً پہچان لیے۔ نواب علی قلی خان۔ مولوی حمید اور منشی عبد الرؤف۔ ایک اور صاحب بھی کچھ شناسا سے نظر آتے ہین۔ شاید کہین دیکھا ہو۔ ہان ہان! خوب یاد آیا۔ اُنکو ہم نے مدت ہوئی۔ نواب علی قلی خان کے یہان گانے کی مجلس مین دیکھا تھا۔ نام تو نہین یاد مگر شریف آدمی ہین۔ یہ نواب علی قلیخان کے چھوٹے بھائی ہین انکے علاوہ دو انگریز بھی اس مجلس مین ساتھ ہین۔ ایک زیر آبادی مسلمان محمد حسین نام (المعروف مونگ با) بھی موجود ہین۔ جو رنگون کے سب سے بڑے ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہین ایک صاحب بنگالی مسلمان ہین جو رنگون کے معزز ترین رؤسا مین سے ہین ایک اور صاحب ہین جنکو ہم نہین پہچان سکتے اس پارٹی کے ساتھ چار دونالی بندوقین اور بہت سی کارتوسون کا

ہونا ثابت کرتا ہی۔ کہ یہ لوگ دریائی شکار کو جا رہے ہین۔ لانچ نے جٹی چھوڑ دی۔ سارنگ کو حکم دیا گیا کہ چوٹان کی طرف چلے۔ سارنگ نے لانچ کا مُنھ پھیر لیا۔ اور رنگون ریور مین لانچ چلنے لگا۔

مسٹر ہنری (ایک انگریز کا نام) مولوی حمید سے مخاطب ہوکر) مسٹر حمید ہمنے ابھی تک ناشتہ نہین کیا۔ کیا تم گھر سے کر آئے ہو؟

حمید۔ نہین تو اتنی جلدی کون کرتا ہی اورون کی تو خبر نہین مگر مین نے اور قلی خان نے تو نہین کیا۔

مونگ با۔ (محمد حسین) اور ہم لوگ بھی تو نہار منھ ہی آئے ہین۔ بھلا چھ بجے صبح کو ناشتہ کہین ہو سکتا ہی۔

نواب علی قلی خان (منشی عبد الرؤف سے) عبد الروف! نوکر سے کہدو۔ کہ ناشتہ جلدی طیار کرے جب تک رنگون ریور کو ہم چھوڑین۔ ناشتہ ہی ہو جائے۔ کھانا تو پھر شکار سامنے آنے سے جلدی نہ کھایا جائے گا۔

عبد الرؤف۔ بہت اچھا جناب!

عبد الرؤف نے جاکر نوکر کو ناشتہ کا حکم دیا۔ اودھر تاشون کے بنڈل کھول لیے گئے اور چار چار آدمی ترپ کھیلنے لگے۔ نواب صاحب اور مولوی عبد الحمید ایک بنچ پر علحدہ بیٹھکر آپس مین بات چیت کرنے لگے۔

علی قلی خان۔ آج تو امید ہی کہ شکار بہت ملے گا۔ سنا ہے چوٹان کے اسطرف دریا کے کنارے بکثرت شکار ملتا ہی۔

حمید۔ امید تو ہے۔ مگر یہ دو گھنٹہ رنگون ریور کے گذارنے جسمین شکار کے

سامنے سے ہوکر بھی شکار کھیلنے کی اجازت نہین کسقدر تکلیف دہ معلوم ہوتی ہین

علی قلی خان - لیکن دریائی ہوا بھی اسوقت کسقدر فرحت بخش ہی!

حمید - درحقیقت صحت کے لیے یہ شکار ضرور مفید ثابت ہوگا۔

علی قلی خان - تو کیا آپکا خیال ہی کہ بہ حیثیت شکار کے مفید نہ ہوگا؟

حمید - آپ شکار سے یہ مراد لیتے ہین - کہ جانور بہت سے مارے جائین اور مین سمجھتا ہون - کہ شکار وہ ہے جسمین ورزش زیادہ ہو معذورون کی طرح لا پنچ کو نزدیک لیجا کر فایر کر دینا بھلا ایسے شکار کا کیا لطف۔

علی قلی خان تو یہ کہیے - کہ آپ کو دریا کے شکار کی بہ نسبت میدان کا شکار زیادہ پسند ہی - اسلیئے کہ اسمین جفاکشی زیادہ ہی -

حمید - بیشک - اسلئے کہ مین شکار کو ورزش کا ایک ذریعہ سمجھتا ہون ادنی فائدہ شکار کا یہ ہی کہ اس دُھن مین آدمی میلون چلا جاتا ہی - تھکتا ہی نہین سات مات کھلجاتے اور پسینہ خوب نکلجاتا ہے بھوک پیاس کی عادت ہوجاتی ہی کاہل آدمی بھی جفاکش اور محنتی ہو جاتا ہے -

علی قلی خان - شاید آپ کو وہ رات نہین یاد رہی - جب ساری رات جنگل مین فاقہ سے کٹی تھی - اور مارے سردی کے صبح تک اکڑ گئے تھے - اگر آگ نہ جلاتے تو کیا جنگلی درندے شیر چیتے ہمکو وہین نہ کھا جاتے -

حمید وہ ایک اتفاق تھا کہ ہم راستہ بھول گئے اور شام ہو گئی - لیکن سچ پوچھیے تو وہ رات بھی مزے سے کٹی - اور شکار مین جبتک ایسے واقعات نہین پیش آتے تب تک لطف بھی نہین آتا۔

مسٹر ہنری تاش کھیلتے کھیلتے اُٹھ کھڑے ہوئے - اور نواب علی قلی خان سے کہنے لگے نواب صاحب آئیے ذرا آپ کھیلئے - مین سگار پیتا ہون - نواب صاحب تو تاش کے کھیل مین مشغول ہو گئے - اور مسٹر ہنری حمید کے ساتھ باتون مین لگے -

مسٹر ہنری (اپنی بندوق ہاتھ مین لیکر) مسٹر حمید دیکھئے! یہ بندوق مدت سے میرے ساتھ ہی - اور مین اس سے اکثر کارہائے نمایان کر چکا ہون

حمید - (بندوق لیکر اور دیکھکر) ہان بندوق تو اچھی نظر آتی ہی -

ہنری - کیا مین آپکی بندوق دیکھ سکتا ہون ؟

حمید - ضرور! (نوکر سے) میری بندوق کی پیٹی تو لے آؤ -

نوکر نے پیٹی لاکر مولوی حمید کے سامنے رکھی - اور حمید نے ہنری کی امداد سے اسے کھولا - بندوق جوڑی اور ہنری کے ہاتھ مین دیدی -

ہنری - مسٹر حمید - آپکی بندوق بھی بہت ہی اچھی ہی -

حمید - ہان یہ بندوق تین سال سے میرے پاس ہی - ایکدوست لندن سے میرے لیے لائے تھے - ہلکی ہی اور میرا اسپر نشانہ خوب جم گیا ہے -

ہنری - درست! لیکن ساتھ ہی اسکو خود بندوق بھی در اصل اچھی رہے ہے (نال کو روشنی مین دیکھکر) آپنے بندوق کیا صاف رکھی ہے جیسے کوئی فوجی آدمی اپنے ہتیار کو رکھتا ہے -

حمید - مین حتی المقدور یہ بندوق صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہون اس

اتنا مین ناشتہ طیار ہو کر سامنے چنا گیا - اور بے تکلفی کے ساتھ سب نے ملکر بڑے لطف سے کھایا کھاتے وقت شائستگی سے آپس مین ہنسی مذاق بھی ہوتے رہے - قریبًا

نصف گھنٹہ اس شغل مین گذرا اتنے مین اسٹیم لانچ چوٹان کی کھاڑی کے قریب تھا
بندوق والون نے اپنی اپنی بندوق سنبھال لی۔ دیگر حضرات نے بھی کنارے
سے نظر کی دوربین لگا دین کہ کوئی جانور نظر آئے تو تبلا دین۔ دور سے ایک
گروپ اسنیپ (اسنائپ) کا نظر آیا۔ لانچ کی چال سست کردی گئی۔ ایک
شکاری چھوٹی سی کشتی پر سوار ہوکے گروپ کے نزدیک پہونچا۔ ایک فیر کیا۔ دو اسنیپ
گرے۔ پہلا وار تھا خالی نہ گیا۔ کنارے اور پانی کے درمیان دلدل تھی جب تک
آدمی وہان پہونچے پہونچے تب تک وہ ختم ہوچکے تھے۔ چونکہ فائر بسم اللہ کہکر کیا
گیا تھا اسلیئے مرنے مین کچھ مضائقہ نہ تھا اسنیپ لانچ پر لائے گئے محمد حسین (مونگ با)
نے جب دیکھا۔ کہ ذبح نہین ہوئے تو بہت بگڑے کہ "بلا ذبیحہ حرام شکار کون کھائیگا" آخر
یہ جھگڑا مولوی حمید کے پاس آیا۔ اُنھون نے جواز کے فتوے کے ساتھ یہ بھی کہا
کہ "اگر محمد حسین کو زیادہ احتیاط ہی۔ تو خود ساتھ رہ کر ذبح کرلی جائین" محمد حسین نے
اُسے منظور کیا۔ اور اپنی ریشمی لنگی اوپر چڑھاکر باندھ لی اب جہان فیر ہوتا۔ محمد حسین
بیچارے گرتے پڑتے پانی مین پہونچتے ایک ہاتھ مین چھری ہوتی ایک ہاتھ مین
رسی جاکر جانور کو ذبح کرتے اور لاد کر لاتی، ادہر تو یہ اس کام مین مشغول تھے ادہر
مسٹر ہنری اور نواب علی قلی خان آپسمین باتین کر رہے تھے۔

نواب۔ مسٹر ہنری! سیر تو مزہ کی ہی۔ مگر افسوس ہے کہ نشہ کا کوئی سامان
نہین۔ اسلیئے طبیعت مین سرور نہین۔

ہنری اوہ! مین نے تو یہ خیال کیا تھا۔ کہ آپ ضرور ساتھ لائے ہونگے۔ آپ تو
اسکے سوار رہی نہین سکتے۔

نواب۔ آپ کو معلوم ہی۔ کہ مسٹر حمید ہمارے ساتھ ہین۔ وہ اس سے بہت گھبراتے ہین۔ اور مجھے چونکہ اُن سے خاص خلوص ہے اسلیے مین اپنی اوپر تکلیف گوارا کرلیتا ہون مگر اُنکی آزردگی نہین چاہتا"

ہنری۔ تو کیا اُنکو معلوم نہین۔ کہ آپ پیتے ہین؟

نواب۔ معلوم تو ہی ضرور۔ مگر مین اُنکے سامنے نہین پیتا۔ اور وہ مجھی ہمیشہ سمجھا یا کرتے ہین" کہ اسے بالکل چھوڑہی دو"

ہنری۔ مگر نواب صاحب بے ادبی معاف! جسطرح آپ اسکا استعمال کرتے ہین۔ یہ طریقہ درحقیقت ہی بھی بُرا۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہی۔ آپ تو واقعی اس معاملہ مین حد سے گذر گئے ہین جو کسیطرح قابل تحسین نہین۔

نواب۔ آپ سچ کہتے ہین۔ مگر عادت بُری بلا ہے۔ مسٹر حمید کے سمجھانے سے مین نے کئی بار ترک کرنے کا ارادہ کیا مگر کامیاب نہ ہوا۔ کبھی بھی چار روز سے زاید صبر نہ کر سکا۔

ہنری۔ نواب صاحب۔ میری یہ مراد نہین۔ کہ آپ اسکا استعمال بالکل ترک کردین۔ بلکہ مین تو آپ جیسے علمی مذاق والے شخص کے لیے جو مطالعہ کا زیادہ شایق ہو۔ اسکی تھوڑی مقدار ضروری سمجھتا ہون۔ مگر رات دن اس مین مشغول رہنا عاقلانہ فعل نہین۔

نواب۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

مے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است

بلکہ خود میشود از صحبت نادان بدنام

مین بھی یہ بات محسوس کرتا ہون - سچ یہ ہے - کہ یہ چیز در اصل جیسے ہمارے دین اسلام مین منع ہی - واقعی بہت ہی بُری چیز ہی - اور اوسکے نقصان اسکے فوائد سے زیادہ ہین - اسلیے - اسکا ترک ہی اولی ہی -

ہنری - اسوقت تو آپ بالکل پادریون کی طرح شراب کی مذمت کر رہی ہین اچھا ہوتا - اگر آپ خود بھی اسپر عمل کرتے -

نواب - کرتا - اگر کر سکتا -

ہنری - کوشش کیجئے -

نواب - ع چھٹتی نہین ہی منھ سے یہ کافر لگی ہوئی -

اس اثنا مین مولوی حمید بھی اس طرف آئے - اور دونون سے مخاطب ہوکر کہنے لگے "چلیئے کھانا تیار ہی چلکر کھا لیجیے"

نواب - اور شکار کیا ہوا - ؟

محمد حسین (آتے ہوے) چالیس پر تو اسوقت تک مین چھری پھیر چکا ہون -

نواب - بھئی بڑے جلاد ہو!

محمد حسین - جی ہان آپ تو شکار مین باتین کرنے آئے ہین - اور ہم کام کرنے - بھلا اگر ایسا ہی شوق تھا تو یہان تک تکلیف کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی گھر ہی مین نہ بیٹھے رہتے -

نواب - بھئی اگر ایسی ہی ناراضگی ہی - تو چلو اب دفعہ مین بھی شامل ہوا جاتا ہون -

محمد حسین - ہان تو اب آپ ذبح کرنے کا کام لیجئے۔ مین تھک گیا ہون اور آرام کرتا ہون۔

اتنے مین منشی عبدالرؤف آئے۔ کہ کھانا سرد ہو رہا ہے۔ سب لوگ لانچ کے پچھلے حصہ مین چلے گئے۔ اور کھانا شروع ہوا۔ شکار مین سے بھی کچھ گوشت پکایا گیا تھا۔ علاوہ ازین گوشت وغیرہ سب سامان ساتھ آیا تھا۔ بیس پونڈ برف بھی ساتھ تھی۔ پُر تکلف کھانا پکایا گیا تھا۔ جو بڑے مزے کے ساتھ کھایا گیا۔ اور کھانے کے دوران مین آپس مین بے تکلفی سے خوب ہی گپ شپ ہوتی رہی۔

عبدالرؤف - مسٹر ہنری کا نشانہ بھی کم خطا کرجاتا ہے۔ نوے مین سے اسی تو ضرور ہی لگتے ہین۔

محمد حسین - مگر جہان تک میرا خیال ہے مولوی حمید صاحب کا نشانہ ننانوے فی صدی خطا نہین کرتا۔

مولوی حمید - بھئی میرے نشانہ کا راز یہ ہے۔ کہ مین جلدی نہین کرتا جبتک مجھے پورا یقین نہ ہو کہ نشانہ برابر ہے بندوق نہین چلاتا۔

عبدالرؤف - مگر جناب مین اسے شکار کے قاعدہ کے خلاف سمجھتا ہون۔ اسقدر احتیاط سے کام لینا۔ کہ جبتک شکار بھی اُڑ جائے بڑی غلطی ہے جہان شکار سامنے آیا بس فیر کردیا۔ پھر انتظار کیسا؟

مولوی حمید - خواہ نشانہ لگے یا نہ لگے؟

عبدالرؤف - بھئی۔ اور کسی سے چاہے صبر ہو مجھسے تو ایسے موقع پر صبر نہین ہو سکتا۔

محمد حسین - اسی لیے تو سو مین پچاس نشانہ بھی نہین لگتے۔
الغرض انھین باتون مین کھانا ختم ہوا اور سب لوگ طیار ہو گئے۔ ابکی محمد حسین (مونگ با) اور مولوی حمید تو باتون مین رہے اور سب لوگ شکار مین ہوے
محمد حسین - مولوی صاحب! آپ فارگسٹن کو تو جانتے ہین نا۔؟
مولوی حمید - کون؟ جو آپ کے ہان سکینڈ ماسٹر ہے۔؟
محمد حسین - جی ہان وہی۔
حمید - پھر کیا ہوا۔؟
محمد حسین - اس موٹے خبیث کی جو شامت آئی تو نہ اپنے یورپین ہونے کا خیال کیا۔ نہ اپنی پوزیشن کو دیکھا۔ نہ اپنے گوری رنگ پر رحم کھایا۔ چونکہ وہ اسکول کے خورد سال بچون کے بورڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ وہ حرکت کر بیٹھا جس سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین۔
حمید - یعنی حرکت خلاف وضع فطری۔؟
محمد حسین - ہان! بلکہ چند اور حرکات اس سے بھی بدتر!!!
حمید - لاحول ولاقوۃ - پھر اس پر مقدمہ نہین چلا گیا۔
محمد حسین - بات یہ ہی کہ وہ بخوبی مزہ چکھ لیتا۔ مگر مین نے اس معاملہ کو دبا ہی دینا مصلحت سمجھا۔ اسمین ڈیپارٹمنٹ کی سخت بدنامی تھی۔
حمید - تو کیا اُسے کچھ بھی نہین سزا دیگئی؟
محمد حسین - نہین سزا تو اُسے کافی ملگئی - مین نے سپرنٹنڈنٹ اسکول سے کہکر اُس سے بورڈنگ کا چارج لیکر تھرڈ ماسٹر کے سپرد کیا۔ اسطرح وہ اُس

الاؤنس سے محروم ہوگیا جو اُسے بورڈنگ سے ملتا تھا۔

حمید۔ بھئی انگریزون مین ایسی باتین نہ سنی گئین۔ خدا بچائے ایسی شکایتون سے۔ یہ اپنے رعب وداب ایسے ایسے فعل کرتے ہین۔

محمد حسین۔ یہی لوگ تو بدنام کنندہ نکو نامے چند ہین۔ جو انگریزون کو بدنام کررہے ہین

حمید۔ مسٹر محمد حسین! آپ کی ترقی کا کیا حشر ہوا۔ سنا تھا۔ کہ آپ انسپکٹری کے لیے نامزد ہوگئے ہین۔

محمد حسین۔ جی ہان! ہے تو ایسا ہی۔ مگر مین اس جگہ پہ جانا پسند نہین کرتا۔ کیونکہ مجھے تو یہان بھی چار سو تنخواہ ملتی ہے۔ اور وہان بھی یہی فی الحال ملیگی۔ فرق اتنا ہے کہ وہان ترقی پانسو تک ہی۔ اور یہان اب ترقی کی کوئی امید نہین سو مین اسے چندان ترقی نہین سمجھتا۔ میرے پاس بسر کے لیئے کافی سرمایہ ہی۔

حمید۔ مگر وہان سفر خرچ بھی تو ملیگا۔

محمد حسین یہ فعل مین سخت ناپسند کرتا ہون۔ آپکو واضح رہی کہ مین مولمین کے سوا ابھی تک اور کہین نہین گیا۔ مانڈلے جانیکا کئی بار ارادہ کیا۔ مگر موقع نہین ملا۔ کلکتہ جانے کو جی چاہتا ہی۔ مگر جہاز کے سفر سے ذرا مین ڈرتا ہون۔

حمید۔ بھئی تم نے بھی کمال ہی لیا۔ انگریزونکی طرف دیکھو کہ کسقدر سفر کے عادی ہین۔ اس رنگون مین یورپ کے تمام مختلف ملکون کے اشخاص امریکہ کی باشندے سب ہی جگہ کے لوگ تو تجارت وغیرہ کے لیئے آ... یہ بھی تعجب ہی کہ آپ سفر کو پسند نہین کرتے۔

اتنے مین نواب علی قلی خان دوڑتے ہوئے آئے۔ اور محمد حسین سے مخاطب ہوکر کہنے لگے۔ مونگ با! "بھئی مجھ سے یہ تو ذبح کا کام نہ ہو سکے گا (چھری دیکر) لو اپنی چھری سنبھالو" محمد حسین نے چھری لے لی۔ اور تینون لانچ کے پچھلے حصہ مین گئے۔ نوکر نے کہا "حضور چا تیار ہے" چا لائی گئی سب نے کھڑے کھڑے کیک کے ایک ایک ٹکڑے کی ساتھ چا پی۔ اور صلاح یہ ٹھہری کہ اب ہم لوگ بہت دور نکل آئے مین لانچ کو واپس رنگون کی طرف پھیرنا چاہیئے۔ تاکہ آٹھ بجے تک گھرون کو پہونچ جائین۔ سارنگ کو واپسی کا حکم دیا گیا۔ رنگون ریور تک آتے آتے کچھ اور جانور بھی شکار ہوے۔ چنانچہ جب ریور مین آکر بندوقین بند کی گئین۔ اور محمد حسین المعروف مونگ با نے جانور ونکی گنتی کی تو اسی جانور چھوٹے بڑے موجود تھے۔ آٹھ بجکر چالیس منٹ پر شام کو لانچ بار اسٹریٹ جیٹی پر ٹھہرا۔ سب لوگ اترے اور اپنے اپنے گھرون کو روانہ ہوے۔

گیارھوان باب

مکافات عمل

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

اتوار کا دن ہو صبح کے آٹھ بجے خلاف معمول ڈائرکٹر جنرل کے آفس مین دریا کے کنارے دوسری منزل پر بیٹھا اکاونٹنٹ کے میز کے پاس اسوقت ڈائرکٹر

جنرل۔ انکاپرسنل اسسٹنٹ اور مسٹر نور وزجی کھڑے ہین۔

ڈائرکٹر۔ نوروزجی! کیا تمھارا خیال ہے۔ کہ تمھارا کیش ٹھیک ہی؟

نوروزجی۔ جناب! کوئی وجہ تو نہین معلوم ہوتی کہ ٹھیک نہو

ڈائرکٹر۔ ہونا تو چاہیئے۔ مگر ہے یا نہین ؟

نوروزجی۔ جناب! کل شام تک تو ضرور ٹھیک تھا۔ کل رات کو جب سے مین نے مسٹر جون کو کنجیان دین۔ اسکے بعد کا حال مجھی نہین معلوم مگر چونکہ مجھسے زیادہ محفوظ جگھ مین رات کو کنجیان رہین۔ اسلیے ناممکن ہی کہ کیش مین ایک پائی کا بھی فرق نہو۔

ڈائرکٹر۔ اسی پر اکتفا نہین۔ بلکہ مین کل شام کو اپنے ہاتھ سے فیتہ باندھکر مہرین لگا گیا ہون۔ جو اب تک موجود ہین۔

نوروزجی کی بے باکانہ گفتگو سے ڈائرکٹر حیرت مین آگیا۔ کہ مجرم اس بیباکی سے کبھی گفتگو نہین کرسکتا۔ غرض منھ بنا کر ڈائرکٹر نے اپنے ہاتھ سے نوروزجی کے سامنے مہرین توڑین۔ فیتہ کھولا اور مسٹر جون سے کنجیان لیکر لوہے کا سیف کھولا سیف کھولکر ایک تھیلی نکالی جسمین ایک سو پچاس روپے نقد موجود تھے۔ نوروزجی سے حساب طلب کیا گیا تو اسنے بے جھجھک عرض کیا کہ "دو سو روپیون مین سے بتیس روپے تو کلارکون کو پیشگی دیئے گئے ہین۔ اور کل شام تک تیس روپے تار و نیر خرچ ہوئے ہین۔ جنکی رسیدین بھی آپکے سامنے رکھی ہین"۔ ڈائرکٹر نے کل والے تار کی رسید غور سے دیکھی۔ مگر رسید پر صرف تاریخ ہوتی ہے وقت نہین ہوتا۔ اسلیئے کوئی بات قابل گرفت نہ مل سکی اس معاملہ سے تشفی کر کے ڈائرکٹر نے پھر

سیف کی تلاشی لی۔ ایک کونہ مین کاغذ کی ایک پڑیہ ملی جسمین دس روپے نقد تھے۔ ڈائرکٹر نے اسکی نسبت نوروزجی سے سوال کیا۔ کہ کیسے ہین؟ نوروزجی نے جواب دیا کہ یہ۔ تو میری پرائیوٹ ہے جسے کبھی کبھی ضرورتاً سیف مین رکھدیا کرتا ہون اور میرے اپنے اخراجات مین کام آتے ہین۔ اور کبھی آفس کا کوئی آدمی دستگردان ایک دو روپیہ مانگتا ہے تو دے بھی دیتا ہون۔

ڈائرکٹر۔ (ٹھنڈا ہوکر) مسٹر نوروزجی! مجھسے کل تمھاری سخت شکایت کی گئی۔ کہ تم سرکاری روپے اپنے پرائیوٹ کامون مین خرچ کرڈالتے ہو۔ اسلیئے مین نے مناسب سمجھا۔ کہ اس معاملہ کی بذات خود تحقیقات کرون اور مجھے یہ دیکھکر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ الزام تمپر غلط لگایا تھا۔ اور تم اس سے بالکل بری ہو۔ مسٹر نوروزجی! اب مجھے تمپر اور بھی زیادہ بھروسہ ہو گیا۔ اور اسطرح یہ تمھاری یہ شکایت ایک طرح سے تمھارے لیے مفید ثابت ہوئی۔

نوروزجی۔ یہ سب جناب کی مہربانی ہے۔ مگر کیا غلط رپورٹ دینے والون کو ان کے جھوٹ کی سزا نہ دیجائیگی؟ اور مجھے اُن کے نام نہ تبلائے جائینگے؟

ڈائرکٹر۔ مسٹر نوروزجی! تمھارے اسسٹنٹ بیک نے تمھاری شکایت کی۔ اور بردن نے اوسکی تائید کی دونون کو اونکی افترا پردازی کی ضرور سزا دیجائیگی۔

نوروزجی۔ مگر جناب! عجیب معاملہ ہے۔ کہ ان دونون کے ساتھ مین ہمیشہ نیک سلوک کرتا رہا ہون۔ اب بھی میرے روپے قرض کے طور پر ان دونون کے پاس ہین۔ جو کئی ماہ سے باوجود وعدہ کے ابھی تک اد انھین کیے

اور مین مروت کے مارے کچھ کہتا نہین۔

ڈائرکٹر۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے تقاضا کیا ہوگا۔ اسی بات پر یہ لوگ ناراض ہوگئے۔ اور دلی بخار نکالنے کے لیے جھوٹی سچی شکایتین کرنے لگے

نوروزجی۔ درست جناب! کل ایک اور بھی واقعہ ہوا تھا۔ مسٹر بیگ نے مجھسے پانچ روپے قرض طلب کئے۔ مین نے کہدیا کہ میرے پاس نہین ہین کیونکہ سابقہ روپے بھی ابھی تک باقی تھے۔ پھر بیگ سے کہنے لگا کہ سرکاری روپیہ مین سے دیدو مین نے انکار کیا۔ اسی سبب شاید آپکے پاس شکایت لیکر گیا۔

ڈائرکٹر۔ ایسا ہونا بیشک ممکن ہے۔ اچھا نوروزجی اسوقت تو تم سیف بند کردو۔ اور کنجیان لئے جاؤ۔ دفتر مین کل آنتے ہی مین اس بارے مین پوری تحقیقات کرون گا۔

دوسرے دن جب باضابطہ آفس کھلا اور ڈائرکٹر جنرل بہادر تشریف لائے تو مسٹر جون۔ چونی پرشاد بیگ اور بیرون سب کو اپنے آفس روم مین بلایا۔ ول صاحب نے چونی پرشاد سپرنٹنڈنٹ سے نوروزجی کے چال چلن کے متعلق سوالات کیے۔ جسکا جواب تسلی بخش ملا۔ پھر بیگ اور بیرون سے اس قرضہ کی متعلق دریافت کیا جو اُن کو نوروزجی کو دینا تھا۔ دونون نے صاف انکار کیا۔ مگر سپرنٹنڈنٹ کی شہادت پر کہ میرے سامنے انلوگون سے نوروزجی نے کئی بارپے بقیہ طلب کیے اور یہ دونون آجکل کہکر ٹالتے رہے ڈائرکٹر نے ان دونون کو جھوٹا سمجھا۔ اور بہت سختی کے ساتھ اُن دونون کو اسطرح مخاطب کیا۔ بیرون اور بیگ! مجھی سخت افسوس ہے کہ تم دونون نے اپنی شرافت پر ایسا بٹہ لگایا اور اپنی طرف سے میری دلپر

ایسا خراب اثر ڈالا جو کسی طرح مٹ نہین سکتا۔ افسوس تمھاری ترقی کے دن اب آگئے تھے۔ اور تمکو چاہیئے تھا۔ کہ ایمانداری اور دیانت فرمانبرداری اور اطاعت سے کام لیکر کسی اعلی درجہ پر پہونچتے۔ مگر بہت تعجب ہے کہ تم ایسی ذلیل حرکت کرو۔ جس سے نہ صرف تمھین۔ بلکہ مجھے بھی شرمندگی حاصل ہو۔ تمھاری یہ خطا ہرگز قابل معافی نہین ہے۔ اور اسکی سزا یہی ہوسکتی ہے کہ تم دونون کو فوراً موقوف کردیا جائے۔ مگر مجھے تمھاری جوانی پر رحم آتا ہے اس لیے بیک مین تمھارا تو ایک گریڈ کم کرتا ہون۔ اور برون تمپر پچیس ۲۵ روپے جرمانہ کرتا ہون۔ اور تمھین متنبہ کرتا ہون کہ آئندہ ہوشیاری سے کام کرو۔ اور اپنا چال چلن درست رکھو۔ مسٹر چونی پرشاد! تم اس مہینہ کی تنخواہ برآن دونون کی تنخواہون مین سے نوروزجی کے مطلوبہ روپے کاٹ کر نوروزجی کو دے دینا۔

نوروزجی۔ ! تمکو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ تم یہان سرکاری ملازمت مین ہو۔ تم اپنے آفس والون مین سے کسی سے کبھی لین دین نہ رکھو۔ کیونکہ ایسا کرنا سرکاری قاعدہ کے بالکل خلاف ہے۔ مین تم کو اس الزام سے بعزت بری کرتا ہون۔ اور تمھاری دیانت داری محنت اور جفاکشی کا معترف ہون۔ اور سب سے پہلے موقعہ پر تمھارے لیے ترقی کی کوشش کرونگا اور مین امید کرتا ہون کہ جو صدمہ تمکو اس واقعہ سے پہونچا ہے۔ تم اُسے بھلا دوگے اور آج سے اس تمام واقعہ کو کالعدم سمجھوگے۔

بارہواں باب

انکشاف

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

رنگون کے بڑے بڑے ریلوے اسٹیشن سے انسین کی لوکل گاڑی چھوٹ گئی کہ تین شخص پلیٹ فارم پر آئے - گاڑی سامنے جا رہی ہے - تینون نے بہت افسوس کیا - کہ اب پون گھنٹہ اور انتظار کرنا پڑے گا - اور تینون ویٹنگ روم کا پردہ اُٹھا کر اندر داخل ہو گئے - ان تینون سے ہم خوب واقف ہین - پہلے مسٹر باقر ترکستانی (آجکل قائم مقام انسپکٹر پولیس) ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئے پھر مسٹر نوروزجی اور مونگ پھوٹے بھی ایک ایک کرسی لیکر ڈٹ گئے -

نوروزجی - اسوقت چند منٹون کے توقف سے ہم لوگ رہگئے - کماوٹ مین ہمارا انتظار ہوتا ہوگا - سب لوگ باغیچہ مین پہونچ بھی گئے ہونگے -

ترکستانی - واقعی اتوار کا دن ہے - نواب علی قلی خان ایسے ہردلعزیز اور فیاض شخص ہین - یون بھی کسی کو بلالین تو فوراً چلا جانا چاہیئے تھا اور آج بچہ کی پیدایش کا دہوم دہامی جشن ہے - سُنا گیا ہے کہ باغیچہ خوب آراستہ کیا گیا ہو -

نوروزجی - خیر ایک گھنٹہ اور سہی - دیر ہوا سویر شرکت جلسہ تو ہو ہی جائیگی - صبح کا گھر سے نکلا شام کو واپس آئے تو اُسے بھولا نہین کہتے -

ترکستانی۔ مسٹر پھوٹے! مجھے یہ سُنکر سخت افسوس ہوا کہ آپ کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ کیا بیماری تھی۔

پھوٹے۔ (رنگونی اردو مین) اوہ ہمارا رنڈی (بیوی) ایک روز فجر پانی نہایا (غسل کیا) گسل کرتا نہین (غسلخانہ) ایکدم کرے گا۔ آدھا باڈی (جسم) کچھ نہین۔ کیا بولتا کلا پاٹ (اردو) مین پہلج (فالج) ہوئے گا۔

نوروزجی۔ علاج کسنے کیا۔؟

پھوٹے۔ (اُسی اُردو مین) بڑا اسول سرجن صاحب ہے نا۔ بہوت دوائی دیگا۔ تین روج (روز) روج روج آئے گا۔ کچھ نہین۔ بس شام کو خلاص (ختم)

ترکستانی۔ کچھ اولاد بھی چھوڑ گئین۔

پھوٹے۔ یس! دو ٹھو مرد بچہ (لڑکے) دو ٹھو عورت بچہ (لڑکی)

نوروزجی (ترکستانی سے) بھئی۔ مونگ پھوٹے کو اردو بولنے مین بڑی وقت ہوتی ہے۔ انگریزی مین گفتگو کرو تو بہتر ہے

پھوٹے۔ اوہ۔ یس۔! (آیندہ گفتگو انگریزی مین ہونے لگی)

ترکستانی۔ نوروزجی تمنے حسب وعدہ آپنے وہ قصہ نہین سنایا۔ اسوقت تو سنا ہی ڈالو؟

پھوٹے۔ وہی نا؟ کہ کسطرح انھون نے کیٹس پورا کر دکھایا؟

ترکستانی۔ ہان وہی!

پھوٹے مسٹر نوروزجی! ضرور سنائیے۔ مین سخت متحیر ہون کہ اس معاملہ مین آپ کیونکر سرخسرو ہوئے واقعی کمال ہے۔

نوروزجی- آپ دو نون مجبور کرتے ہین۔ تو خیر اب مجھے سنانے مین کوئی عذر نہین سنیئے بات یہ ہے کہ جس وقت مسٹر جون نے مجھ سے کنجیان لین اور یہ خبر سنائی تو پاؤن تلے سے زمین نکل گئی اور چند منٹ کے لئے میری عقل بھی فقرو ہو گئی۔ گھر مین مسٹر جون والے تین روپیون کے سوائے ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ مین نے وہ تین روپئے اپنی بیوی کو دیدیئے۔ کیونکہ مجھے اندیشہ تھا کہ صبح کو مین جیل خانہ مین ہونگا۔ تاہم مین ہمت نہین ہارا اور حوصلہ کرکے گھر سے اس خیال سے نکلا۔ کہ روپیہ کی کچھ فکر ہو جائے۔ تو ہاتھ پاؤن ہلانے کا موقع ملے۔ سیدھا اپنے ہموطن دوست مسٹر دادا بھائی بیرسٹر کے پاس پہونچا۔ اگرچہ اسوقت بارہ بجکر چند ہی منٹ آئے تھے۔ اور معمولاً اسوقت تک دادا بھائی جاگا کرتے تھے۔ مگر وہان پہونچکر مجھے معلوم ہوا۔ کہ وہ آج دس ہی بجے سے سو گئے ہین۔

پھوٹے- (بات کاٹکر) مگر اسپر بھی آپ نہ مانے اور جگا ہی دیا۔

نوروزجی- ہان مین نے جگاکر انھین پیارا قصہ سنایا۔ وہ بھی بہت متفکر ہوئے۔ مین نے کہا۔ کہ اب افسوس کرنا فضول ہے۔ اگر ہوسکے تو دو سو روپیہ کا اسوقت کہین سے بندوبست کر دیجئے۔ شاید بچاؤ کی کوئی صورت نکل آئے۔ دادا بھائی نے اپنا کیش بکس منگا کر کھولا۔ تو اسمین پچاس ہی روپئے نکلے انھون نے وہ میرے حوالے کرنے چاہے۔ مین نے کہا کہ اسوقت تو کسی طرح پورے دو سو کا بندوبست ہونا چاہیئے ان پچاس سے کیا کام چلے گا۔ دادا بھائی کہنے لگے۔ کہ اسوقت نصف شب کو مین کیا کرسکتا ہون؟ دن کو ہزار فکرین ہو سکتی ہین۔

مین نے کہا کہ ایک بات یاد آگئی ہے اگر آپ اُسے پسند کرین۔ تو ابھی روپیہ ملا جاتا ہی دادا بھائی نے کہا مین تمھارے لیے ہر تکلیف اُٹھانے کیلئے تیار ہون۔ مین نے کہا کہ تھیٹر کمپنی کا مالک بھی ہمارا پارسی بھائی ہے۔ اور آپ کا دوست بھی اگر آپ چلے چلین اور اُس سے اس وعدہ پر دوسو روپے لیلین۔ کہ اُسے کل آپ ادا کردینگے تو وہ ضرور دیدیگا۔

پھوٹے۔ واللہ خوب ہی سوجھی۔ نکالی نہ دماغ سے بات۔ مانتا ہون اُستاد

نوروزجی۔ بھئی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ دادا بھائی اُسی وقت میرے ساتھ چل کھڑے ہوے۔ اور تھیٹر مالک کو مختصر قصہ سنایا۔ اُسنے فوراً دوسو روپیہ دے دیا۔ جو دادا بھائی نے میرے حوالہ کیا اور خود رخصت ہوئے۔ مین نے وہین تھیٹر کے باہر ایک گاڑی کرائے پر کرلی۔ مین نے مسٹر جون کو کنجیان پتلون کی جیب مین ڈالتے ہوے دیکھ لیا تھا۔ اس لیئے قیاس کیا۔ کہ غالباً راستہ بھر یہ کنجیان اسی طرح پتلون مین رہنگی۔ مسٹر جون الفن روڈ کے ایک مختصر سے بنگلہ مین رہتے تھے۔ گاڑی والے کو الفن روڈ چلنے کے لیئے حکم دے دیا۔

پھوٹے۔ بھئی بہت دور کی سوجھی۔

نوروزجی۔ اس اندھیرے مین اور کیا سوجھتی الفن روڈ کے وسط مین گاڑی کو کھڑا کیا اور گاڑی بان کی تسلی کے لیے اپنا کوٹ اُتار کر گاڑی مین رکھا اور خود ایک اور بنگلہ کے کمپاؤنڈ سے آہستہ آہستہ گذر کر مسٹر جون کے باورچیخانہ کے قریب پہونچا۔ باورچی جسے مین جانتا تھا۔ سو رہا تھا۔ مین نے اُسے جگایا

باورچی میری شکل دیکھکر حیران رہگیا۔ اور گھبراکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ مین نے دلاسا دیکر اُس سے کہا کہ تم گھبراؤ نہین۔ ایک ضروری کام سے آیا ہون۔ اور تم سے ایک مہربانی چاہتا ہون اُسنے کہا مین ہر طرح سے حاضر ہون۔ پہلے سے مین جانتا تھا کہ اُسکی بیوی مسٹر جون کے ہان آیا کا کام کرتی ہے۔ اور بچون کی پرورش سے مسٹر جون کو سبکدوش کیئے ہوئے ہے۔ اسلیئے مین نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو بلاؤ۔ اُسنے ڈرتے ڈرتے تعمیل کی۔ دونون کو مخاطب کرکے مین نے اس طرح تقریر کی "آج مجھے صاحب بہادر نے ایک ضروری اسٹیٹمنٹ بنانے کی لیئے تاکید کی تھی مجھسے اُسکی تعمیل نہ ہوسکی۔ شام کو جب صاحب نے پوچھا۔ تو ڈر کے مارے مین نے جھوٹ موٹ کہدیا۔ کہ تیار ہے اور پیٹی مین رکھی ہے۔ صاحب نے مجھسے کنجیان لے لین۔ اور کہا کہ مین کل آکے نکال لونگا۔"

پھوٹے ۔ خوب بے پرکی اُڑائی۔

نوروزجی ۔ اب مین نے اُنسے کہا کہ مین نے صاحب کو پتلون مین کنجیان ڈالتے ہوئے دیکھ لیا ہی اسلیئے (عورت کی طرف خاصکر) اگر تم پتلون کی جیب سے مجھے اسوقت کنجیان نکال لادو۔ تو عمر بھر مین تمھارا تابعدار رہونگا اور اسوقت بھی جو کچھ مجھسے ہوسکے گا۔ خدمت کرونگا۔ عورت کہنے لگی کہ نرمی جو تم کا یہ معاملہ ہے مین ہاتھ جوڑکر سامنے ہوگیا۔ کہ اسوقت میری زندگی تمھارے ہاتھ ہے۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ صبح پانچ بجے سے پہلے تمھین کنجیان دیجاؤنگا۔ اور ساتھ ہی اپنے جیب سے ایک پوٹلی نکالکر اُسے دیدی۔ جسمین پچیس روپئے بندھے تھے۔

ترکستانی ۔ زر گر بر سرِ فولاد نہی نرم شود۔!!!

نوروزجی - روپیہ دیکھتے ہی دونون کی باچھیں کھل گئین خوش قسمتی بہادر کی پتلون ڈریسنگ روم مین تھی اور بیڈ روم کا دروازہ بند تھا - عورت چپکے سے گئی اور پانچ منٹ کے اندر اُسنے کنجیان لاکر میرے سامنے رکھدین - مین اُنھین اپنے قبضہ مین کرکے دل ہی دل مین اپنی اس کامیابی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہا - اور وہان سے چل دیا - گاڑی مین سوار ہوکر سیدھا کنٹونمنٹ کے اسٹیشن کے پاس پہونچا - جہان ہمارے آفس کا اردلی رہتا تھا - جسکے پاس آفس کی کنجیان رہتی تھین - اس سے بھی وہی اسسٹنٹ والی رام کہانی سنائی اور اُسے وردی پہنکر ساتھ چلنے کا حکم دیا جسکی اُس نے فوراً تعمیل کی - کیونکہ مین اُسکا آفیسر تھا - آفس سے ایک فرلانگ پر مین نے گاڑی روکی - مجھے معلوم تھا کہ ہمارے آفس کے ساتھ چونکہ اور آفس بھی ہین اسلیے وہان رات بھر ملٹری پولس کا پہرہ رہتا ہے - اردلی سے مین نے کہا کہ تم پہلے جاکر پہرہ والے کو باتون مین لگاؤ - مین دوسری طرف سے سیڑھیون پر چڑھ جاؤنگا - میرے وفادار اردلی نے اسکی تعمیل کی اور شہر کی طرف لاکر پہرہ والے سے باتین کرنا شروع کین - مین دریا کے کنارے سے ہوکر آفس کے اندر پہونچا - اوپر جاکر آفس کھولا - اُسوقت میرا دل اسقدر دھڑک رہا تھا - کہ خدا ہی جانتا ہے - اور مارے خوشی کے مین قریباً حواس باختہ ہوگیا تھا - کیونکہ مین آفس مین تھا - سیف کی کنجیان میرے پاس اور روپیہ غبن شدہ سے زیادہ میری بغل مین - مین اپنی خوش قسمتی پر نازان تھا - آفس مین مہرین لگانے کے لیے ایک موم بتی ہمیشہ رہتی ہے - ماچس میرے ساتھ تھی مین نے موم بتی کو جلالیا -

پھوٹے - (بات کاٹکر) چالاکی یہ تھی کہ موم بتی بھی ساتھ رکھتے - کیونکہ

ممکن تھا - کہ آفس کی بتی دفتری کی الماری مین ہوتی جیسا کہ عام آفسون مین دستور ہے یا شاید ختم ہوگئی ہوتی -

ترکستانی - مونگ پھوٹے! کیا اِنھین سب باتون کی خبر نہ ہوگی - جو شخص گھر بناتا ہے دروازہ کا انتظام پہلے کرلیتا ہے -

نوروزجی - خیر میرا قسہ تو سنیئے - بتی جلاکر جیسے ہی مین سیف کے پاس پہونچا دیکھا تو سیف پر فیتہ بندھا اور مہرین لگی ہین - مجھے مہرون کا خیال بھی نہ تھا - اب میرے آئے حواس غائب ہوگئے - ع - کاٹو تو لہو نہین بدن مین - مُنہ فق ہوگیا - چہرے پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا - دو منٹ پہلے جسقدر اپنی خوش قسمتی پر نازان تھا اسوقت اُتنا ہی بدبختی پر لرزان!!!

ارادہ کیا کہ - دریا نزدیک ہے کود پڑون - اور اس طرح جیل کی مشقت اور کل کی شرمندگی سے نجات پاؤن - پھر خیال آیا مہر تو دیکھون کون سی ہے غور سے جو پڑھا تو آفس کی مہر تھی - یہ مہر ہمیشہ دفتری کے پاس رہتی تھی - جو اُسے اپنی الماری مین رکھتا تھا - الماری کے نزدیک گیا تو اُسے بھی مقفل پایا پیڈلاک قفل لگا تھا - جسکا کھلنا دشوار - غور سے جو دیکھا تو الماری مین املیا لگی ہوئی جسکے پیچ اوپر سے کسے ہوئے تھے - مین نے سوچا - کہ اگر کوئی ایسی چیز ملے - جس سے پیچ کھولیجائین تو الماری مین سے مہر نکال سکتا ہون - ہر چند تلاش کیا - کوئی ایسی چیز نہ ملی - میری میز پر بھی ایک سرکاری چاقو رہتا تھا مین نے اُسے لیا - اور میز کی دراز کے بیچ مین ڈالکر زور سے ایکطرف دبایا - جس سے چاقو درمیان سے ٹوٹ گیا - اور ٹوٹا ہوا نصف حصہ پیچ نکالنے کے کام کے لائق ہوگیا -

پھوٹئے - بھئی! سینہ زوری اور چوری کوئی تمسے سیکھ جائے -

نوروزجی - اس ٹوٹے چاقو سے مین نے دقت کے ساتھ پیچ کھولے - مہر نکالی فیتہ لیا - لگے ہوئے فیتہ کے برابر ناپ کر کاٹا - مہر - فیتہ - لاکھ - بتی سامنے رکھکر مین نے احتیاط کے ساتھ مہرین توڑین فیتہ کھولا - اور سیف کھولکر خالی تھیلی نکالی جسمین احتیاط سے گن کر ایک سو پچاس روپئے رکھدیئے - اور ایک خالی کاغذمین دس روپے لپیٹ لپا ٹکر ایک کونہ مین بکس کے اندر رکھدیئے - تار کی رسید اور روو چرس کے ساتھ ٹانکدی - اس سے فراغت پاکر مین نے پھر فیتہ باندھا مہرین جیسی پہلے لگی تھین - اُسی طرح سے لگائین - سیف بند کیا کنجیان جیب مین ڈالین مہر لاکھ وغیرہ دفتری کی الماری مین رکھین - اور نکالے ہوئے پیچ پھر کسنے لگا - لگ تو گئے - مگر اکھڑے اُکھڑے رہے - اندیشہ تو تھا - مگر مین نے خیال کیا کہ کل اتوار کا دن ہے اس طرف کوئی غور کیون کرنے لگا اور مین کل ہی پیچکش منگواکر اسے درست کرلونگا - اور ٹوٹے چاقو کے بدلے نیا چاقو بھی منگا لونگا -

ترکستانی - نوروزجی یار تمنے تو کمال ہی کردیا - پیشہ ور چورونکے بھی کان کاٹے

نوروزجی - بھئی مرتا کیا نکرتا - خیر مین نے آفس بند کیا اور وہان سے نکلا تو دیکھا کہ میرا اردلی ابھی تک باتون مین مشغول ہے مین چکر سے نکل گیا - اور دوسری طرف سے ہوکر اردلی اور پہرے والے کے پاس آیا - اور اردلی سے پوچھنے لگا کہ تم کہان ؟ اُسنے جواب دیا - کہ اپنے ایک کام کو آیا تھا - یہان اس سے باتین کررہا ہون - اب گھر جاؤنگا - مین نے کہا - آؤ میرے ساتھ گاڑی ہے مجھے بھی اُسیطرف جانا ہے چلے چلو - وہ میرے ساتھ آیا - اور ہم دونون پھر گاڑی

مین سوار ہوکر کنٹونمنٹ کی طرف چلدیئے - راستہ مین مین نے جیب سے دس روپے نکالکر اردلی کو دیئے - جسے لیکر وہ بہت خوش ہوا اُسے اُسکے گھر پہ اُتار کر مین سیدہا مسٹر جون کے بنگلہ پر پہونچا - جہان غریب آیا میرا انتظار کر رہی تھی - مین نے اُسے کنجیان حوالہ کین - جس سے وہ روپیہ دیتے وقت سے زیادہ خوش ہوئی - اور جاکر اُسی طرح پتلون کی دہنی جیب مین دھر آئی - مین روانہ ہوکر شہر مین آیا - اپنے گھر سے دو فرلانگ پہ گاڑی ٹھیرائی - تاکہ گاڑیبان کو میرا پتہ نہ ملے - کہ مین کون تھا - اُسوقت میری جیب مین صرف پانچ روپیہ تھے جو اُسے دیدیئے - مین روپیہ دیہی رہا تھا کہ اسٹیشن کے گھڑیال نے صبح کے چار بجائے اور مین گھر پہونچکر اطمینان سے سویا -

ترکستانی - درحقیقت نوروزجی - تمنے جان پر کھیل کر یہ کام کیا - اور خوب ہی کامیاب ہوئے - جو تمھاری خوش قسمتی ہے -

نوروزجی - بھائی اُسوقت میرے دل مین یہ سما گئی کہ جیل مین جانا ہی ہے اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیے - اگر اس کوشش مین پکڑا گیا - تو اسطرح بھی جیل مین جانا ہے - اور سطرح بھی جب جیل ہی گئے - تو دو سال اور چار سال برابر ہین - اسلیئے مین نے کوشش کی اور صاف بچ نکلا -

ترکستانی - وقت کیا ہے -

پھوئے - ابھی پندرہ منٹ ریل مین باقی ہین - چالاکی تو نوروزجی نے بہت کی اور کامیاب بھی ہوے - مگر ایک دفعہ کا مین اپنا واقعہ سناتا ہون کہ مین ایک ملزم کی طرف سے پیروکار تھا - ضمانت اُسکی نامنظور ہوئی - بلکہ جج

نے وکیل سے ملنا بھی بند کرادیا تھا میں نے ہرچند اجازت چاہی کسی طرح جج نے منظور نکیا۔ کھانے کے لیے کہا گیا۔ جج نے ڈاکٹر کے امتحان کے بعد گھر کے کھانے کی اجازت دی۔ مجھے ملزم کو چند باتین ضروری سکھانی تھین۔ آخر مین نے کیا ترکیب کی کہ بوتل مین چاء اُسکے لیے بھیجی جاتی تھی۔ اس بوتل پر جو کاگ تھا اُسے اندر سے خالی کردیا اور باریک کاغذ پر رقعہ لکھکر اُسمین رکھدیا۔ ڈاکٹر نے امتحان کر کے چاء پاس کردی۔ جو آدمی چاء لیکر گیا اُسنے بوتل دیتے ہوے آہستہ سے کاگ کہا۔ ملزم بھی چالاک تھا۔ سمجھ گیا۔ اور کاگ سے خط نکالکر مطلب دیکھ لیا۔ آخر اُسی رقعہ کی بدولت وہ چھوٹ گیا۔

نوروزجی۔ بھئی خوب ترکیب نکالی۔ ماشاءاللہ سے آپ تو وکیل ہین۔ مگر مین تو بالکل اناڑی ہون۔

ترکستانی۔ ایسی ہی ترکیبون کا جسقدر پولیس انسداد کرتی ہے۔ سوجھتی جاتی ہین۔ قاعدہ ہے کہ ضرورت ایجاد کی مان ہے۔ ضرورت جب پڑجاتی ہے تو نئی نئی ترکیبین سوجھنے لگتی ہین۔ اسمین وکیل۔ یا اناڑی پڑھا یا اَن پڑھ کسی کا اجارہ نہین۔

نوروزجی۔ ہان مسٹر رینالڈ کے بارہ مین تمنے کیا سُنا؟

ترکستانی۔ وہ ایک ماہ کی رخصت لیکر اپنے ایک عزیز کے یہان معہ اپنی لڑکی کے گئے تھے۔ اور اُنکا قائم مقام ہین مقرر ہوا ہون مگر کل سے افواہ اُڑی ہے کہ وہ ایک روز بیمار رہکر فوت ہوگئے۔ ابھی تک سرکاری طور پر کوئی اطلاع نہین ملی۔ لیکن سنا گیا ہے۔ کہ اُنکی وفات کے بعد سے لڑکی گم ہے۔

انھین باتون مین پلیٹ فارم پر ٹرین آگئی۔ تینون آدمی سکنڈ کلاس مین سوار ہوگئے۔

تیرھوان باب

مریض غم

علاج درد دل تمسے مسیحا ہو نہین سکتا
تم اچھا کر نہین سکتے مین اچھا ہو نہین سکتا

مطیعہ اپنے گھر مین ایک چارپائی پر بیمار پڑی ہے۔ مان سرہانے بیٹھی پنکھا جھل رہی ہے۔ اور شریفہ غمگین سامنے کھڑی ہے۔ نوکرنے آکر خبردی۔ کہ ڈاکٹر صاحب آگئے ہین۔ یہ سنکر پردہ کیا گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب اندر بلائے گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے نو ایجاد آلات سے مریضہ کا اچھی طرح سے معائنہ کیا۔ اور پھر سوچنے لگے۔ کہ ایک ماہ کی لگاتار کوشش اور علاج سے ابھی تک مرض کا صحیح پتہ نہین لگا۔ سخت تعجب ہے۔ اب مریضہ کی نقاہت بھی روز بروز بڑھتی جاتی ہے بلکہ اب تو مریضہ کی حالت سے گونہ مایوسی ہوتی جاتی ہے (بہت غور کے بعد یہ کہنے لگے کہ "مین ابھی ایک شیشی مین دوا بھیجتا ہون مریضہ کو ایک ایک گھنٹہ کے بعد ایک ایک خوراک پلا دینا" یہ کہکر ڈاکٹر صاحب اپنا بیگ ہاتھ مین لیکر چلتے ہوے ڈاکٹر صاحب کی روانگی کے کچھ عرصہ بعد مریضہ نے آنکھ کھول کر والدہ کی طرف دیکھا۔ اور مایوسانہ لہجے مین مسعود اسکی زبان سے نکل گیا۔ زمانہ شناس مان اسطرح مسعود کا نام سنکر اصل مطلب تاڑ گئی۔ اور اسی وقت مسعود کو بلانے کیلئے

آدمی بھیجا۔ ایک گھنٹہ کے اندر مسعود آن موجود ہوا۔

مطیعہ کی مان۔ بیٹا مسعود تمنے تو اب بالکل ہمارے ہان آنا ہی چھوڑ دیا اور اگر آتے بھی ہو تو شریفہ سے دو باتین کین اور چلدیئے۔ مطیعہ کئی روز سے بیمار ہے۔ اور تمھین ہر وقت یاد کرتی ہے۔ لیکن تمنے کبھی خبر تک نہ لی۔

مسعود۔ شریفہ نے مجھسے مطیعہ کی معمولی علالت کا ذکر کیا تھا۔ اگر مجھو زیادہ علالت کی خبر ہوتی تو ضرور دیکھتا۔

مطیعہ کی مان۔ بیٹا ؟ علالت کیسی ؟ اُسکی تو جان کے لالے پڑ گئے ہین۔ جاؤ کمرہ مین جا کر دیکھ نہ لو۔ مسعود کمرہ کے اندر گیا۔ اور بیمار مطیعہ کو دیکھکر سخت متحیر ہوا کہ ایک ماہ کی علالت مین کسقدر ردی حالت ہوگئی ہے۔ اُسوقت شریفہ بیمار کے پاس تھی۔ مان نے عمداً شریفہ کو باہر بلا لیا۔ تاکہ مسعود تنہائی مین مطیعہ سے گفتگو کر سکے مسعود چارپائی کے ایک کنارہ پر بیٹھ گیا۔ مطیعہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیا۔ جس سے مطیعہ نے آنکھین کھولدین۔ مسعود کو سامنے دیکھکر اسکے چہرہ پر رونق۔ زبان مین گویائی۔ آنکھون مین چمک پیدا ہوگئی۔ اُس نے ایک آہ بھری۔ اور آہستہ سے مسعود کا ہاتھ اپنے ہونٹون تک پہونچایا۔ اسوقت مصلحت وقت دیکھکر مسعود نے بھی چون و چرا نہ کی۔

مطیعہ۔ (آنسو بھر کر نحیف آواز مین) پیارے مسعود! کیا اب بھی تمکو میرے حال پر رحم نہین آتا۔ دیکھو تو کس حال کو پہونچگئی ہون۔

مسعود۔ مطیعہ! تم کیسی باتین کر رہی ہو ؟ مین ہر حال مین تمھارا تابعدار ہون۔ کیا مین تمسے کسی بات مین باہر ہون ؟

مطیعہ - (خوش ہوکر) اچھا اب انکار تو نہین کروگے ؟

مسعود - (بات ٹالکر) تم تندرست تو ہوجاؤ -

مطیعہ - میری تندرستی تمھارے ساتھ وابستہ ہے - تم چاہو تو مجھے اس حالت پر پہونچا کر ایک کلمۂ اقرار سے پھر زندہ کرسکتے ہو - اور چاہو تو تندرستی کے بعد پھر ایک انکار سے مار سکتے ہو -

مسعود - مطیعہ ! اسوقت علالت کی وجہ سے تمھارا دماغ بھی پریشان ہورہا ہے - اسلیے تم خدا کے لیے ایسی باتین نہ کرو - جس سے تمھین تکلیف پہونچے - (کچھ سونچکر) جو کچھ تم کہوگی مجھے عذر نہ ہوگا -

مطیعہ - کیا یہ وعدہ پکا ہے ؟

مسعود - تم پہلے صحت تو حاصل کرلو -

مطیعہ - مین تو کہہ چکی - کہ تمھارے وعدہ پر میری صحت کا دارومدار ہے -

اتنے مین مطیعہ کی والدہ اندر آگئین - اور یہ دیکھکر کہ مطیعہ جسنے ایک ہفتہ سے بات کرنی ہی چھوڑ دی تھی اسوقت باتین کررہی ہے - ازحد خوش ہوئین -

مسعود - خالہ ! مطیعہ تو بہت ضعیف ہوگئی ہے - مارے ضعف کے اس سے تو اچھی طرح بات بھی نہین کیجاتی -

مطیعہ کی مان - بیٹا ! اسوقت تو یہ کچھ باتین بھی کررہی ہے - آٹھ روز سے اس نے ایک لفظ بھی کراہنے کے سوا زبان سے نہین نکالی -

مسعود - (ٹالکر) دوا آگئی ہے - پلا دیجیے - انشاءاللہ بہت جلد صحت ہوگی -

مطیعہ کی ماں ۔ تم اپنے ہاتھ سے دوائی پلا دو ۔

مسعود نے شیشی ہلا کر گلاس مین دوائی ڈالی ۔ اور ایک ہاتھ سے مطیعہ کا سر دو تکیہ سے اُٹھا کر دوا پلا دی ۔ اور خدا حافظ کہکر جانے لگا ۔ چلتے وقت مطیعہ کی والدہ نے روز آنے کی تاکید کی اور مطیعہ کو تو اُسیوقت نصف صحت حاصل ہو گئی ۔ مسعود گھر جاتے جاتے رستہ بھر سوچتا رہا ۔ کہ اس معاملہ مین کیا کیا جائے ؟ اگر بے اعتنائی کرتا ہون تو یقیناً مطیعہ کی جان جاتی ہی ۔ اور حضرت دل شریفہ کی ایک ایک ادا پر لوٹ ہین ۔ عجیب کشمکش کی حالت مین وہ گھر پہونچا ۔ کسی کام کو بھی طبیعت نہ چاہتی تھی بستر پر لیٹ گیا ۔ ذری آنکھ لگ گئی آنکھ لگتے ہی ایسے ایسے پریشان خواب نظر آئے ۔ کہ خوف زدہ ہو کر بڑ بڑانے لگا ۔ نوکر نے آواز سنی تو حضور حضور کہکر پکارنے لگا ۔ نوکر کی آواز سے مسعود کی آنکھ کھل گئی ۔ لاحول پڑھکر اُٹھ کھڑا ہوا ۔ ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا وضو کیا ۔ جا نماز بچھائی ۔ اور نماز ادا کی ۔ اسپر بھی بے چین ۔ ہا ۔ چار بجے تک یہی حالت رہی اور کوئی قطعی فیصلہ اپنے دل مین وہ نکر سکا ۔ بلکہ ایک قسم کا سودا سا ہو گیا ۔ گاڑی تیار کرائی اور کارخانہ مین پہونچا ۔ وہان بھی طبیعت نہ لگی ۔ کشتی لیکر تنہا دریا کی سیر کو روانہ ہوا پہلے عادت تھی کہ مسعود جب کبھی دریا کی سیر کو جاتا ۔ تو تھوڑی دیر کے بعد ملاح کو واپسی کے لیے کہتا ۔ مگر آج کشتی منکی پوائنٹ کے آگے نکل گئی ۔ اور مسعود کو خبر نہ ہوئی ۔

ملاح ۔ حضور ایسا نہ ہو کہ اندہیرا ہو جائے ۔ کوئی ساتھ نہین ہے اور ہم بہت دور نکل آئے ہین ۔

مسعود ۔ اچھا کشتی واپس کرو ۔

اب واپس آرہے ہین۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہے۔ اسوقت دریا کی لہر ایک خاص دلچسپی لئے ہوے ہی۔ مگر مسعود اپنی دہن مین ہے سوچ رہا ہی کہ کرون تو کیا کرون ہ کارخانہ نزدیک آگیا۔ اور مسعود کے دل نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کیا کشتی ٹھہر گئی۔ مسعود کو اُترنا چاہیئے تھا۔ مگر ابھی تک وہ کشتی مین بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے۔ ملاح ڈر کے مارے کچھ کہہ نہین سکتا تھا۔ مگر کارخانہ والون کے شور وغوغا نے مسعود کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ کشتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کھڑے ہو کر چھڑی ہاتھ مین لی پھر لکڑی ٹیک کر وہین کھڑے کا کھڑا اسوچ مین پڑ گیا اور اسطرح دل ہی باتین کرنے لگا۔ دل سے سخت مجبور ہون۔ شریفہ کا خیال دل سے نہین جاتا۔ مین اُس سے ضرور شادی کرون گا وہ بھی مجھے چاہتی ہی۔ اور مجھ سے محبت کرتی ہے۔ اسکی پیاری باتین ناممکن ہین کہ بھول جاؤن۔ مگر کیا مطیعہ کی جان مجھے عزیز نہین ہ ہے۔ اور ضرور ہے۔ مجھے مطیعہ سے محبت ہی۔ مگر کیسی محبت جیسی ایک بہن اور بھائی مین ہوتی ہے۔ اگر مطیعہ کو بھی ایسا ہی خیال ہوتا تو مجھے اُس سے ملنے مین کوئی عذر نہوتا۔ مگر اُسکی تو نیت ہی دوسری ہے تاہم مین مطیعہ کو اسطرح اور اس حالت مین نہین دیکھ سکتا۔ اُسلئے اسکی صحت تک بہرحال مجھے اسکی دلدہی کرنی چاہیئے۔ جب اُسے صحت کامل حاصل ہو جائے گی تو دیکھا جائیگا۔ اپنے دل مین یہ فیصلہ کر کے مسعود کشتی سے اُترا۔ اور کارخانہ سی ہو کر گھر پہنچا۔

دوسرے دن سے اُسنے معمول کر لیا کہ دن مین دوبار مطیعہ کے ہان جاتا گھنٹہ گھنٹہ آدہ آدہ گھنٹہ مطیعہ کے پاس بیٹھتا اُسکی تشفی کرتا۔ شریفہ کے ساتھ بیٹھکر اُس سے گپ زنی کرتا۔ ایک ہفتہ مین مطیعہ اس قابل ہو گئی۔ کہ چارپائی سے اُٹھکر آرام کرسی پر

لیٹ جاتی۔ مطیعہ کو یقین کامل ہوگیا۔ کہ مسعود نے اپنی رائے تبدیل کردی ہے اور اب وہ ضرور اُسکی مراد پوری کریگا۔ اسیطرح کامل ایک مہینہ گذر گیا۔ اب مطیعہ چلنے پھرنے لگی۔ بلکہ مسعود کے ساتھ اکثر پائین باغ مین ٹہلنے نکلتی اور کئی کئی چکر باغ کے لگاتی۔ مطیعہ کا شباب کمال پر تھا۔ اگرچہ مسعود بھی اس سے کچھ کم نہ تھا مگر مسعود جوانی کے شوق کا مزہ چکھ چکا تھا۔ اور مطیعہ کو امنگ ہی امنگ تھی اب مطیعہ اس جوش سے تقریبًا مغلوب ہوچکی تھی۔ ایک دن اُسنے مسعود سے کہا۔ کہ مین علیحدہ تم سے کچھ باتین کرنا چاہتی ہون اور خود ہی مکان بھی منتخب کیا۔ کہ تم رات کو آٹھ بجے پائین باغ مین آکر فلان درخت کے نیچے بنچ پر بیٹھ جانا مین چپکے سے نکل کر آجاؤنگی۔ رات اندہیری ہوگی۔ اور ہمین کوئی دیکھ بھی نہ سکیگا۔ مسعود نے آنیکا وعدہ کرلیا اور رخصت ہوا باہر کے برآمدے مین شریفہ تھی شریفہ سے کچھ باتین ہوئین۔ حسب معمول شریفہ نے محبت اور الفت سے اپنے پاس ایک کوچ پر بٹھایا۔ اور چلتے وقت اپنے سر سے ایک موتیے کے پھولونکا ہار اُتار کر مسعود کے گلے مین ڈالدیا۔ مسعود کی عزت یابی نے خود اُسے اپنی نظرون مین عزیز کردیا۔ اور خوش خوش گھر پہونچا۔ شام کا وقت تھا۔ گھر مین آتے ہی کھانا کھایا۔ جسکے بعد وہ مطیعہ کے وعدہ پر غور کرنے لگا۔ اُسنے سوچا اس موقعہ پر جانا خالی از علت نہین۔ ایسا نہو کہ مجھ سے کوئی بُری حرکت سرزد ہوجاے۔ اور پھر پچھتانا پڑے۔ اسلیے نہ جانا ہی بہتر ہے مطیعہ سے وعدہ خلافی ہوگی۔ اور وہ ضرور ناراض ہوگی۔ مگر رفع شر اسی مین ہے کہ مین اسوقت وہان نہ جاؤن۔ بلکہ ابھی تھیٹر مین چلا جاؤن کل جاکر معافی مانگ لونگا کہ ایک دوست زبردستی تماشہ مین لے گئے۔ اس لیے حسب وعدہ نہ آسکا۔ تھیٹر کا

ارادہ کرکے مسعود گھر سے نکل گیا۔ اُدھر مطیعہ حسب وعدہ اندھیرا ہوتے ہی نظر بچا کر پچھلے دروازہ سے نکل کر باغ مین پہونچی۔ اندھیرے مین راستہ کاٹکر مقرر کردہ درخت کے نیچے والے بنچ کے قریب پہونچ گئی اُسوقت اُسکا دل دھڑک رہا تھا۔ ولولے زوروں پر تھے۔ بنچ پہ ایک شخص کو لیٹا دیکھکر اوسنے خیال کیا کہ مسعود حسب وعدہ آ گیا ہے آہستہ سے مسعود مسعود پکارا وہان سے کوئی جواب تو نہ ملا۔ مگر لیٹنے والے کے بدن کو حرکت ہوئی مطیعہ نے سمجھا کہ مسعود مذاق کر رہا ہے۔ اور عمداً نہین بولتا۔ نزدیک چلی گئی اور (اپنی نسبت دست مین) مسعود کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور بار بار اُسے بولنے پر مجبور کیا۔ وہان سے دستی جواب تو ملا۔ مگر زبان سے بالکل خاموشی رہی مطیعہ نے بہت کچھ کہا کہ کیا مین نے تم کو اسوقت آنے کی زحمت دی۔ اسلیئے تم روٹھ گئے ہو۔؟ مگر مین کیا کرتی اپنے دل سے مجبور ہون تم جانتے ہو کہ اگر تم مجھسے ملنا شروع نہ کرتی تو مین اسوقت تک زندہ بھی نرہتی یہ کہکر اُسنے مسعود کا ہاتھ اپنے دل پر رکھکر دل کی دھڑکن کو بتلایا پہلے تو دونون مین بوس و کنار ہوتے رہے آخر اسی جوش مین دونون نوجوانون سے وہ حرکت سرزد ہوئی جسکی تشریح خلاف تہذیب ہے...............

اسوقت خفیف سا ابر آسمان پر تھا۔ بجلی ذرا سی چمکی۔ مطیعہ اب علیحدہ کھڑی ہو چکی تھی اس چمک مین اُسکی نظر اُس شخص کے چہرہ پر جو پڑی۔ تو ہائین مشتاق! بیساختہ اوسکی منہ سے نکلا۱۲ گھر مین داخل ہو گئی۔ اور دل مین سوچنے لگی۔ مسعود نے مجھسے بڑی دغا کی آخر آنا تھا نہ آیا۔ اور مین نے دیکھے دہوکہ مین اپنی عزت عفت اور آبرو پر پانی پھیر دیا۔ اپنا دلی عیب خود ہی مین نے ایک عزیز پر ظاہر کر دیا۔ جو اُسے مشہور کردیگا۔ ہی مین تو کسیکو منھ دکھانے کے قابل بھی نہین رہی۔ آج ہی شریفہ نے چوہون کے مارنے کے لیئے بہت سی سم الفار

۱۲ [illegible]

کی گولیان تیار کی ہین۔ جو سامنے کے طاق پر رکھی ہین یہ بہتر ہی۔ کہ انھین سے اپنا کام تمام کر دون یہ سونچکر اُٹھی۔ اور پانچ گولیان سم الفار کی کھا کر اپنی چارپائی پر لیٹ رہی

چودھوان باب

گمگشتگی

صبا آتی ہے اوس گمگشتہ کی بو آج کچھ ہمین ہمارا نامہ بر پایا کہان پایا کدھر پایا

ہم اسوقت چونی پرشاد کے گھر پر ہین۔ جو رنگون کے ایک کنارے پر واقع ہی۔ جب سے اُسنے لنکا چھوڑا۔ رنگون مین پہلے تو اپنی جگہ پر کام کرتا رہا۔ پھر جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔ اسنے اپنی سروس ڈائرکٹر جنرل کے آفس مین تبدیلی کرائی۔ مگر ہر ماہ کسی نہ کسی دوست کی معرفت پانچ روپے سانولا کے لیے مان سے علیحدہ بھیجا کیا۔ اسوقت وہ اپنے گھر مین اطمینان سے بیٹھا ہوا ہے۔ آج سیلون کی ڈاک کا دن ہی جسمین ڈاکیہ آیا اور چونی پرشاد کی میز پر دو خط چھوڑ گیا۔ چونی پرشاد نے ایک خط کھولا وہ اسکی والدہ کی طرف سے تھا۔ دوسرا پڑھا جو اُسکے ایک دوست کا تھا۔ اور جسکا مضمون یہ تھا کہ تمھارے پانچ روپیے ملے۔ مین سانولا کو دینے کے لیے روپیے لے گیا وہان جاکر جھونپڑی خالی پائی مفصل حالات دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُسکی بوڑھی ساس تو مدت ہوئی انتقال کر چکی تھی تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ اُسکا خاوند بھی ایک ہفتہ بیمار رہ کر فوت ہوگیا اب پرسون سے وہ خود بھی غائب ہی چونی پرشاد اس خط سے بہت متاثر ہوا۔ اُسکی آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ اور سانولا کے

گم ہونے پر افسوس کرنے لگا - اسے اب سانولا سے محبت ہو چکی تھی اگر لنکا مین اُسکا خاوند نہ ہوتا تو یہ ادس سے کب کی شادی کی درخواست کر چکا ہوتا - اب خدا خدا کر کے خاوند ٹھکانے لگا تو وہ خود غائب ہو گئی ؎

آن سکے خرداشت پالانی نبود یافت پالان گرگ خر را در ربود

چونی پرشاد کے لیے یہی موقع ہوسکتا تھا جسمین اسکے سوکھے دہانون پر پانی پڑتا اسکی دلی آرزوئین پوری ہوتین سانولا سے شادی کر کے اُسکے سادے حسن کی بہار لوٹتا - یہ معلوم نہ تھا - کہ سانولا کہان چلی گئی - ورنہ ضرور اُسکی تلاش کرتا - چونی پرشاد اسی افسوس مین مغموم بیٹھا تھا - کہ نوکر نے نوروزجی کے آنے کی اطلاع دی اجازت پاکر نوروزجی اندر آیا - چونی پرشاد نے مجبورًا خندہ پیشانی سے اسے اچھی جگہ پر بٹھا دیا - اور باہم یون گفتگو ہوئی -

نوروزجی - اسوقت تکلیف دہی کی معافی مانگتا ہون -

چونی پرشاد - کچھ مضائقہ نہین اپنا گھر ہے - جسوقت جیا ہوا آسکتے ہو مجھے تو تمھارے آنے سے مسرت ہوئی -

نوروزجی - مین اسوقت ایک خاص غرض سے آیا ہون - مجھے اسوقت کچھ روپیہ کی ضرورت ہے اور یہ مجھے معلوم ہے کہ آجکل آپکے پاس بھی روپیہ موجود نہین ہے کہ آپ اس رسید کا فیصلہ کرسکین - جو آپکی میرے پاس موجود ہے - لہذا مین ایک مشورہ کے لیئے حاضر ہوا ہون - میرے دوست پادری صاحب چند ہی روز ہوئے ولایت سے رخصت ختم کر کے واپس آئے ہین انکے پاس روپیہ ہے - اگر آپکی اجازت ہو - تو مین آپ کا ان ڈیمانڈ اُنکے ہاتھ فروخت کر کے

اُنسے روپیہ لون اسمین آپکا بھی بظاہر کوئی نقصان نہیں معلوم ہوتا۔ پادری صاحب بڑے شریف آدمی ہین۔ اُنکو تقاضے کا اتنا خیال نہ ہوگا۔ اور پھر مین بھی تو موجود ہی ہون۔

چونی پرشاد۔ نہین اسمین کچھ مضائقہ نہین تم ضرور یہی تدبیر کرکے اسوقت اپنا کام نکال لو مین بھی انشاء اللہ یہ روپیہ جلد ادا کرنے کی کوشش کرونگا۔

نورو زجی۔ آپکی عنایت۔

چونی پرشاد۔ کل بڑے صاحب مجھسے تمھاری ترقی کے لیئے تذکرہ کرتے تھے۔ وہ تم سے بہت ہی خوش ہین اور خاصکر اُس شکایت کے متعلق جو بیک اور برون نے تمھاری کی تھی صاحب کی مرضی ہے کہ تم کو میمو مین ترقی دے کر بھیجا جائے۔ کہو یہ تجویز تمھین پسند ہی نا۔

نورو زجی۔ صاحب بہادر اور آپکی عنایت ہے اگر مین ترقی پر وہان گیا تو میری جگہ کسے ملے گی؟

چونی پرشاد۔ اسکا ابھی تک کوئی تصفیہ نہین ہوا۔ چونکہ میمو والے شخص کی پنشن ہوگئی ہے اس لیئے ممکن ہے کہ کوئی نیا آدمی رکھا جائے کیونکہ بیک اور برون دونون مین سے تو کسی کو صاحب ترقی دینا ہی نہین چاہتے۔

نورو زجی۔ اس موقعہ پر اگر آپ ایک عنایت مجھپر کرین تو از حد کرم ہوگا

چونی پرشاد۔ کہو؟

نورو زجی۔ میرا ایک چچازاد بھائی ہے۔ وہ اکونٹنٹ کے کام سے بھی واقف ہی۔ اگر آپ سفارش کرکے اُسے میری جگہ دلوا دین۔ تو اُسکا رزق کھل جائے گا اور

مین تمام عمر آپکا ممنون رہونگا۔

چونی پرشاد۔ بھئی مجھے اسمین کوئی عذر نہین۔ مین حتی الامکان کوشش کرونگا بشرطیکہ ڈائرکٹر جنرل بہادر کو کوئی اعتراض نہو۔

نوروزجی۔ جب آپ کوشش کرین گے تو صاحب بہادر بھی محل اعتراض نہ ہوگا۔ اوراس لیئے مجھے امید رکھنی چاہیے کہ یہ کام بھی حسب مراد انجام پائے گا۔

چونی پرشاد۔ غالباً ایسا ہی ہوگا۔ میری طرف سے آپ مطمئن رہین۔

نوروزجی۔ آپنے اپنے پرانے دفتر کا بھی کچھ حال سُنا؟

چونی پرشاد۔ نہین تو۔ کیا ہوا؟

نوروزجی۔ جب آپ اس محکمہ مین تبدیل ہوئے تھے تب آپکو یاد ہوگا۔ کہ آپکی جگہ ایک لمبی داڑھی والے بنگالی مقرر ہوئے تھے۔ آپ بنگالیون کی عادت سے بخوبی واقف ہین۔ جہان ایک جگہ کسی کا قدم جما۔ پھر دوسری قومون کے لیے تمام راستے بند ہوگئے۔ اس خدا کے بندے نے کیا کیا کہ سارے آفس مین بنگالی ہی بنگالی بھردیئے۔ کہین بڑے صاحب نے اس طرف توجہ کی اور ایک نئی جگہ منظور ہونے پر بنگالی حضرت کی ملت اور سفارش کے خلاف ایک مدراسی ہندو کو مقرر کیا۔ چونکہ اسامی نئی تھی۔ اسکا سامان بھی نیا نکالا گیا بنگالی صاحب کی ایک عزیز کلرک نے مدراسی صاحب سے نیا سامان چھیننا چاہا۔ مدراسی بھی کوئی دل چلا معلوم ہوتا ہے۔ اُسنے وہ سامان نہ دیا۔ اور بنگالی سے رپورٹ کی بنگالی نے مدراسی کلرک کو بلاکر ڈانٹا۔ اور جب اُسنے نیا سامان دینے سے انکار کیا تو بنگالی نے اُسے فحش گالی دی۔

چونی پرشاد۔ سخت حماقت کی گالی چہ معنے ؟

نوروزجی۔ اسپر مدراسی کو بھی غصہ آگیا۔ اُسنے بنگالی کی لمبی داڑھی پکڑ کر اتنا جھنجھوڑا۔ کہ اُسکے داڑھی کے کئی بال زمین پر آرہے۔ بنگالی وہ بال لیے صاحب پاس جا پہونچا۔ اور خوب ہی رویا اور ایک طویل عرضی بیچارے مدراسی کے خلاف لکھی۔ صاحب نے وہ عرضی مدراسی کلرک کے پاس جواب کے لیئے بھیجی سنا گیا۔ کہ اُسنے چہ شیٹ جواب مین مدلل لکھے صاحب نے داڑھی پکڑنے پر مدراسی کو پانچ روپیہ جرمانہ کئے اور ہیڈ کلرک کو بجید جھاڑا کہ تم سخت متعصب ہو اپنے ماتحت کو خوش نہین رکھ سکتے۔ نیز اُسے تبدیل کراکے مانڈلے جانیکا حکم دیا۔

چونی پرشاد۔ خوب ہوئی مگر مدراسی بھی کوئی دل چلا معلوم ہوتا ہی جسنے اسقدر حوصلہ کیا۔

نوروزجی۔ بیشک بڑی مردانگی کی مگر ان بنگالیون کا تعصب بھی بلا کا ہی کسی دوسری قوم کو دیکھ ہی نہین سکتے اسکا کیا علاج ؟ اس بیچارے کا بھی جی جل گیا آخر اُسے بنگالی پر غصہ اُتارنے ہی تھے۔

نہ بینی کہ چون گربہ عاجز شود ــــــ برآرد بچنگال چشم پلنگ

چونی پرشاد۔ خیر معاملہ دلچسپ گذرا۔

نوروزجی۔ برہما مین اب روز بروز ملازمت کا دروازہ بند ہوتا جاتا ہی۔

چونی پرشاد۔ بھائی تعلیم کا چرچہ اُن ممالک مین۔ مفید ہے جہان انسانیت کے لیئے تعلیم ضروری سمجھی جاے۔ مگر جہان تعلیم کا مدعا صرف ملازمت ہو۔ وہان تعلیم کی زیادتی اسیطرح ملازمت کا دروازہ بھی آخرکار بند کریگی۔

نورو زجی۔ تعلیم کا مقصد دراصل ملازمت نہ ہونا چاہیئے۔ مگر ملازمت کے سوا ہندوستان میں کوئی اور کام بھی تو نہیں۔ تعلیم حاصل کرکے کوئی کیا کرے ہل جوتنے سے رہا مزدوری کرنے سے رہا۔ ناچار ملازمت کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہی۔

چونی پرشاد۔ یہ تم سب سچ کہتے ہو۔ مگر تعلیم کے بعد بجاے ملازمت ڈھونڈھنے کے۔ اگر پیشے اختیار کیے جائیں تو زیادہ بہتر ہو خاصکر ہمیں صنعت وحرفت کی تعلیم کیطرف زیادہ توجہ کرنا چاہیئے جس سے ملک کی سرسبزی مقصود ہی۔ جس قدر اسکا چرچہ زیادہ ہوگا اوسیقدر ملک کے لیے بہتری ہے۔

نورو زجی۔ آپ بجا کہتے ہین۔ مگر اس عمدہ خیال کے چند ہی لوگ نکلین گے۔ اسی سے تو یہ قحط ہی۔

چونی پرشاد۔ جو لوگ خوش قسمت ہین۔ جو ملازمت مل گئی۔ اب تو روز بروز ملازمت کی مٹی پلید ہوتی جاتی ہی۔

نورو زجی۔ درست ہے (ذرا خاموشی کے بعد) مین نے آپکا اس قدر قیمتی وقت لیا۔ جسکے لیے معافی چاہتا ہون۔ اور اب آپ سے رخصت ہوتا ہون۔

چونی پرشاد۔ بہتر خدا حافظ۔

مسٹر نورو زجی دروازہ سے نکلکر روانہ ہوے۔

پندرہوان باب

رنگ مین بھنگ

بچھڑے نگہت باد بہاری راہ لگ اپنی تجھے اٹھکھیلیاں سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

عین اسی شب کو جبکہ مطیعہ سم الفار کی گولیان کھا کر سو رہی۔ مسعود کو ہم تھیٹر ہال کے فرسٹ کلاس مین ایک کرسی پر بیٹھا دیکھتے ہین۔ اس کی داھنی طرف کرسی پر ایک ہفت سالہ لڑکا بیٹھا ہی۔ اگرچہ ہم نے اُسے پہلے کبھی نہین دیکھا۔ مگر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ شریفہ مطیعہ کا چچازاد بھائی محمود ہے۔ اور چونکہ اسکی مان شیر خوارگی ہی مین انتقال کر گئی تھی اور شیر خوار بچے کی پرورش عورتون ہی سے بن آتی ہے اسلیے اسکے والد نے مطیعہ و شریفہ کی والدہ کے پاس جو اوسکی حقیقی بہن تھی اسے سپرد کر دیا ہے۔ اور اب سال بھر سے یہ اسکول جانے لگا ہے شریفہ چونکہ اس سے بہت ہی محبت کرتی ہی اسلیے اسکول کے اوقات کے سوا وہ خود بھی تعلیم دیتی ہی۔ آسوقت بڑے مزے سے تماشا ہو رہا ہے بھول بھلیان کا کھیل ہی تمام ہال تماشائیون سے بھرا ہے اور سب کے سب اسٹیج کی طرف نظر جمائے محو حیرت بنے ہوئے ہین۔ اس دلچسپی کے موقعہ پر ہمارا کم عمر دوست محمود اپنی کرسی پر اونگھ رہا ہی۔ مسعود کو تماشے سے اتنی فرصت کہان۔ کہ اسکی طرف توجہ کر سکے۔ اب تماشہ کا پہلا حصہ ختم ہوا۔ ڈراپ سین ہونے کے ساتھ ہی مسعود نے دہنی طرف کی کرسی پر محمود کی طرف (جو اسوقت کرسی کے ایک بازو پر سر رکھے خراٹے لے رہا تھا) توجہ کی مسعود نے اسے جگانا چاہا کہ باہر لیجا کر پانی وغیرہ پلا دے جس سے اسکی نیند جاتی رہے۔ مگر بچپن کی نیند بھی غضب کی نیند ہوتی ہی مسعود جگا رہا ہے۔ وہان سے خراٹون مین جواب مل رہا ہی۔ مسعود نے اُسے اُٹھا کر کھڑا کیا۔ مگر محمود کی آنکھین بند ہین سر ایک طرف لٹکا جاتا ہی۔ مسعود محمود کو اسی نیند کی حالت مین اُٹھا کر باہر تک لایا تارے باہر کی ٹھنڈی ہوا سے محمود کی آنکھ کھلی ہوشیار ہوا اور اپنے آپ کو ایک مجمع کثیر مین پایا۔ مسعود نے

دو بلیٹین آہین کریم کے لیکر۔ ایک محمود کے حوالہ کی اور ایک خود کھانے لگا۔

مسعود۔ محمود! تم یہان تماشہ دیکھنے کے لیے آئے ہو۔ کہ سونے کے لیے؟

محمود۔ مین تماشہ تو دیکھ ہی رہا تھا۔

مسعود۔ اور سو کون رہا تھا؟

محمود۔ مین تو نہین سویا۔

مسعود۔ اچھا بتلاؤ کیا تماشہ ہوا؟

محمود۔ کتنی تو عورتین ناچ رہی تھین۔ اور ایک جوگی آسن مارے درخت کے سامنے مین مالا جپ رہا تھا۔

مسعود۔ پھر کیا ہوا؟

محمود۔ پھر کیا ہوا۔ یہی ہوتا رہا۔

مسعود (محمود کے جیب سے ایک کاغذ باہر نکلا ہوا دیکھکر) محمود! دیکھو تم نیند مین متولے ہو۔ ہو ہو تمہاری جیب سے کوئی کاغذ باہر نکلا ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ گر جائے۔

محمود۔ (ٹٹولکر) اگر کہین گر جاتا۔ تو میری شامت ہی آجاتی۔ مین تو کام کو جا رہا تھا آپ اور سے آئے گھر مین سب خفا ہونگے۔

مسعود۔ بھائی تم تو اکثر ہمارے ہان رہتے ہو۔ اور آج بھی تو انھین اطلاع کرا دی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔

محمود (جیب سے وہ کاغذ نکالکر) بھیا مسعود! تو یہ خط اپنی جیب مین رکھ لو ایسا نہ ہو کہ سچ مچ مجھسے گر جائے۔ اور میری شامت آجائے۔

مسعود۔ کس کا خط ہے؟

محمود۔ مونگ پھوئے سیا۔ (صاحب) ہے نا۔ ؟ جو کورٹ مین وکالت کرتا ہی اُسکے نام کا ہے۔ آپ رکھ لین۔ مین کل آپ سے لیکر اُسے پہونچا دونگا۔

مسعود۔ پھوئے کیا تمھارے ہان آتا ہی؟

محمود۔ اُن دنون جب چچی امان کسی مقدمہ کے لیے کوٹ مین جاتی تھین نوروز ہی آیا کرتا تھا مگر اب تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اتنے مین گھنٹی بجی سب لوگ ہال کے اندر داخل ہوے۔ محمود اور مسعود بھی اپنی اپنی جگہ آکر بیٹھ گئے مسعود کو تماشے سے پہلے سی دلچسپی نہ ہی بلکہ ایک نامعلوم بوجھ اُسکے دلپر محسوس ہونے لگا جس سے بیتابی زیادہ بڑھ گئی اور آہستہ سے محمود کے کان مین کہا۔

مسعود۔ محمود! تم نے ماہ شوئی (شریفہ) کو پھولونکا ہار دیا تھا؟

محمود۔ مین کہان سے لاکر دیتا۔ مونگ پھوئے سیا کبھی کبھی ماہ شوئی آپا کے لیے ہار بھیجتا ہی۔ آج بھی اُسی نے بھیجے تھے۔

ان فقرون نے مسعود پر بجلی سی گرائی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ پھوے جسقدر چالاک اور فریبی ہی ویسا ہی شکیل اور رجیلا بھی ہی (دل مین کہنے لگا) این! کیا شریفہ مجھسے فریب کر رہی ہی۔ کیا اسکے دل مین پھوے کی محبت ہی؟ یا وہ پھوے سے کوئی ناجائز تعلق رکھتی ہی؟ اگر نہین تو کیون اسکے دیے ہوے پھول اُسنے استعمال کیے؟ پھر اسقدر دلیری کہ میرے ہی رقیب کے پھول مجھے کس محبت سے دیے گئے!! یہانتک پہونچکر مسعود نے اپنے گلے سے شریفہ کا دیا ہوا پھولونکا ہار نکالا۔ اور زمین پر پھینک کر اپنے بوٹ سے روند ڈالا۔ اگرچہ ایک مجمع عام مین یہ حرکت سخت نازیبا تھی۔ مگر

اتفاق سے مسعود کے سوا تمام حاضرین اسوقت تماشے مین محو تھے ۔ مسعود کی داہنی طرف کم عمر محمود تھا ۔ وہ بھی اسوقت تماشہ مین مصروف تھا اسے خبر ہی نہوئی ۔ کہ مسعود کیا کر رہا ہی ۔؟ بائین طرف کی کرسی خالی تھی ۔ الغرض سوائے ایک اکٹرس کے جسنے مسعود کو گلے سے ہار اُتارتے اور بوٹ سے روندتے دیکھا ۔ ہر ایک مسعود کی اس حرکت سے ایساہی بے خبر تھا جیسا مسعود تماشے سے ۔ پھولون کے ہار کو روندنے سے مسعود کے دل کو ذرا تسکین ہوئی اور اب اسکو اس خط کا پھر خیال آیا ۔ جو چھوٹے محمود نے اسے رکھنے کے لیے دیا تھا ۔ اسنے محمود کو جو اسوقت محو تماشہ ہو رہا تھا اپنی طرف متوجہ کرکے پوچھا ۔

مسعود ۔ محمود یہ خط جو تمنے مجھے رکھنے کے لیے دیا ہے ۔ تمھین کسنے دیا ہے ؟

محمود ۔ ماہ شوئی آپا نے دیا تھا ۔

مسعود ۔ کیا تمھین اور بھی کبھی اسکے نام خط دیا گیا ہی ؟

محمود ۔ مسعود بھیا ۔ آپ مجھے تماشہ نہین دیکھنے دینگے ؟ کوئی کہے تب آپکو معلوم ہو ۔ آپ کو خبر ہی نہین ۔ ہر روز تو وہ خط بھیجتی ہین ۔ آپ بھی تو بیسیون خط طرح روزمرہ دوستونکو لکھتے ہین ۔ پھر اگر ماہ شوئی آپا نے لکھا تو کیا گناہ کیا ۔ ؟

مسعود یہ سنکر خاموش تو ہوگیا مگر اسکی دلی اضطراب کی کوئی حد نہ تھی ۔ قریب تھا کہ بیخودی کے عالم مین اپنی جیب سے وہ خط نکال کر ہال ہی مین پڑھنا شروع کرے ۔ کہ دوسرا ڈراپ سین ہوا ۔ سب لوگ باہر نکل آئے ۔ اب کی محمود نے یہ کہکر مسعود کو اس غفلت سے بیدار کیا ۔ کہ بھیا چلو ہم بھی باہر چلین ۔ مسعود نے ادہر ادہر دیکھا ۔ کرسیان سب خالی ہو چلی تھین ۔ دروازہ کھلا تھا ۔ محمود کو ساتھ لیکر وہ باہر نکل تو آیا ۔ مگر اب اس

سوچ مین تھا کہ کسیطرح محمود سے الگ ہوکر اس خط کو پڑھے۔ اتنے مین سامنے سے ایک بھیڑ مین اسے مشتاق نظر آیا۔ مسعود نے محمود کو تو مشتاق کے سپرد کیا۔ اور خود پیشاب کے بہانے سے ایک طرف چلا گیا جہان ایک کنارے پر برقی روشنی کی ایک ہی لٹک رہی تھی۔ قریب پہونچکر مسعود نے ادھر اُدھر دیکھکر احتیاط کے ساتھ ایک جیب سے خط اور دوسرے سے ایک چھوٹا سا ولایتی چاقو نکالا۔ اور بڑی کوشش سی لفافہ کے چسپان کیئے ہوے حصہ کو اسطرح سے کھولا۔ کہ پھر اسیطرح بند ہو سکے۔ خط نکالکر پڑھا جسمین یہ مضمون تھا۔

"میری زندگی کے مالک اور مختار پیارے!

وہ پھول جن سے محبت اور الفت کی خوشبو آتی ہے۔ اور جو تمہارے نازک اور خوشنما ہاتھون سے مس ہوکر آئے ہین مجھے عین اسوقت ملے جبکہ مین عالم خیال مین تمہارے پہلو مین بیٹھکر تم سے ایک ہفتہ سے نہ ملنے کا گلہ کر رہی تھی۔ ان پھولون کو ہاتھ مین لیکر مین نے یقین کیا۔ کہ تم نے میرے ان روحانی گلون کے معاوضہ مین یہ گل بھیجے ہین۔ اسلیے مین نے اس قیمتی ہار کو جسے مین موتیون کے ہار سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتی ہون۔ اپنے گلے مین ڈال لیا اور تصور کر لیا۔ کہ تمہاری خوبصورت باہین میرے گلے کا ہار ہو رہی ہین۔ پھر جوش مین آکر ان پھولون کو کئی بار مین نے چوما تا کہ بالواسطہ تمہارا بوسہ حاصل ہو۔ آہ تمہاری محبت میری رگ رگ مین خون کے ساتھ دورہ کر رہی ہے۔ اور اس آگ سے میرا تمام بدن جل رہا ہے جسکا سرد کرنے والا سوائے تمہارے کوئی نہین۔ جلد آکر یہ لگی بجھاؤ ؎

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان　　　سوزِ غمہائے نہانی اور ہے

تمہاری سب سے زیادہ چاہنے والی ماہ شوکت

یہ خط پڑھکر جو حالت مسعود کی ہوئی ۔ قلم مین تاب نہین ۔ کہ اسے لکھ سکے ناظرین خصوصاً وہ اصحاب جن کے دلون کو ذرا بھی محبت سی لگاؤ ہے ۔ خود اندازہ کرلین ۔ کہ ایک سچے عاشق کی دہ سالہ امید و نپر یکبارگی پانی پھر جانے سے اسکی کیا حالت ہوسکتی ہے مسعود جب واپس آیا تو مشتاق نے کہا میرے پاس گیلری کا ٹکٹ ہی ہین اوپر جاتا ہون ۔ تم محمود کو لیکر اپنی جگہ چلے جاؤ ۔ مسعود نے کہا کہ اس وقت میری طبیعت دفعتاً خراب ہوگئی ہے اس لیے بغیر تماشہ ختم کیے مین ابھی گھر واپس جاتا ہون ۔ مشتاق نے کہا بھئی اسوقت میرا دل بھی اُچاٹ ہے تماشہ مین جی نہ لگے گا ۔ تمھارے ہی ساتھ مین بھی چلتا ہون ۔ الغرض ایک کرایہ کی گاڑی مین مسعود محمود اور مشتاق تینون سوار ہوگئے ۔ راستہ مین مشتاق نے مسعود کو اپنا شام کا واقعہ خواب کے بہانہ سے (غالباً شرارت سے) سنا دیا ۔ کہ مین نے کل رات کو خواب مین دیکھا مطیعہ کے گھر کے پاس والے باغیچہ مین ایک بنچ پر بیٹھا ہون ۔ مطیعہ تمھین پکارتی ہوئی آئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الی آخرہ اتنے مین میری آنکھ کھل گئی ۔ یہ خواب مشتاق نے اسلیے انگریزی مین سنایا کہ محمود کچھ نہ سمجھ سکے مشتاق نے ابھی خواب ختم کیا ہی تھا کہ انیسین اسٹریٹ کا کونہ آگیا کوچوان نے گاڑی روکی مشتاق مسعود سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوا مسعود اس خواب کی اصلیت کو فوراً سمجھ گیا تھا ۔ اور اُسے کامل یقین ہوگیا کہ میری اُسد نہ جانیکا فائدہ مشتاق کو پہونچ گیا ۔ اور اب مشتاق اپنی جبلی شرارت سے مجھے خواب کے بہانہ سے سب واقعہ سنا گیا ہے گھر پہونچکر جیسے ہی اُسی ایک ماما کی زبانی (جو اسیوقت مطیعہ کے گھر سے یہ پیغام لیکر آئی تھی) مطیعہ کے زہر کھانے کا حال معلوم ہوا ۔ ویسے ہی اپنے کمرہ مین جاکر بدحواسی کے عالم مین وہ مسہری پر گر پڑا

سولھوان باب

روانگی

بسفر رفتنت مبارک باد　　　بسلامت روی و باز آئی

نوروزجی نے اپنی عارضی بیوی کو ایک ہفتہ پہلے میمیو روانہ کر دیا ہے۔ اور اسوقت گھر مین آزادی کے ساتھ اپنا تمام اسباب باندھ رہا ہے۔ روزمرہ کی ضرورت سے زائد جو سامان فرنیچر وغیرہ تھا وہ تو بلتھرز کے ہان نیلام بھیج دیا۔ باقی ضروری چیزین کچھ تو لکڑی کے بکسون مین بند کی جارہی ہین اور کچھ رسیون سے باندھکر اوپر سے ٹاٹ لپیٹا جارہا ہے۔ جسقدر کم قیمت اسباب اور کاٹھ کباڑ نکل گیا تھا اُسے نوروزجی نے نوکر سے کہکر غریب ہمسایون مین تقسیم کرادیا۔ اسوقت نوروزجی اپنے پہننے کے کپڑونکا جائزہ لے رہے ہین۔ اور پرُانے چھانٹ کر الگ کر رہے ہین تاکہ مستحقون مین تقسیم کریے کہ مسٹر جون کی آیا جس سے ہمارے ناظرین بارہوین باب مین انٹرڈیوس ہوچکے ہین۔ اس کمرہ مین داخل ہوئی۔

نوروزجی۔ تم آگئین مین تو تمھارے انتظار ہی مین تھا۔!

آیا۔ حضور جیسے ہی میرے خاوند نے آپکی روانگی کی اطلاع دی۔ مجھے سخت افسوس ہوا اور حضور کے دیکھنے کے لیے لپکی ہوئی آئی۔

نوروزجی۔ افسوس کس بات کا ہی۔ تم اطمینان رکھو۔ مجھے تمہارا احسان عمر بھر یاد رہیگا۔ اور جو سلوک ابتک یہان کرتا رہا ہون میمیو سے بھی کرتا رہون گا۔

آیا - خدا حضور کے اقبال کو بلند کرے - حضور ہی ہمارے مائی باپ ہین -

نوروزجی - (دس روپیہ کا نوٹ دکھا کر) لو اسے رکھ لو - اور وہ (ہاتھ سے اشارہ کرکے) کچھ کپڑے رکھے ہین - انھین لیتی جاؤ - تمھارے شوہر کے پہننے کے قابل ہین -

آیا - حضور ہم پر بہت احسان کر رہے ہین، ہم لوگ سوا ے آپکی جان و مال کو دعا دینے کے اور کیا خدمت کر سکتے ہین -

نوروزجی - اچھا آیا تم اب اپنے گھر واپس جاؤ مین کھانا کھا کے اسباب کو پھر مکمل کرتا ہون - کیونکہ میرا ارادہ ساڑھے بارہ بجے کی اکسپرس مین روانگی کا ہی -

آیا - بہت اچھا حضور سلام!!

ناظرین کو معلوم ہو کہ نوروزجی اپنا سب اسباب سفر کے لیئے بند کرا چکے ہین صرف ضروری ضروری چیزین اوپر رکھلی گئی ہین - خوش سلیقہ ملازم نے بغیر کسی تکلف کے میز پہ کھانا چنکر اپنے آقا کو اطلاع دی -

نوروزجی آیا کو رخصت کرکے کھانے کی میز پر گیا - نوروزجی اسوقت پتلون اور قمیص پہنے ہوے کھانے پر بیٹھ گیا - ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا کہ دربان نے مسٹر ترکستانی انسپکٹر پولیس کے آنے کی اطلاع دی پہلے تو انھین نوروزجی نی باہر ٹھہرانا چاہا - پھر کچھ سوچ کے دربان کو حکم دیا کہ صاحب کو اندر بلالاؤ - جسکی دربان نے فوراً تعمیل کی اور مسٹر ترکستانی اپنے معمولی لباس مین اندر داخل ہوے - طرفین سے بعد سلام و مزاج پرسی یون گفتگو شروع ہوئی -

نوروزجی - مسٹر ترکستانی! اسوقت میری حالت تو ذرا ملاحظہ کیجیئے - جیسی وحـ

ویسا فرشتہ - جیسا کھانا ویسی کھانے والے کی صورت - میز تو دیکھیے کیا اچھی سجی ہی -

ترکستانی - یہ تو ظاہر ہے کہ آپ پابرکاب ہین سب سامان آخر صندوقون وغیرہ ہین بند ہوگیا اسوقت تکلف کیونکر ہو سکتا ہی -

نوروزجی - کچھ بھی ہو - مگر مین اسوقت آپ کے آنے سے شرمندہ تو ضرور ہوا - آپ سے اصرار بھی نہین کرسکتا کہ شریک ہو جائے -

ترکستانی - بھئی شرمندگی کس بات کی ؟ اگر مین ابھی کھا کر اپنے گھر سے نہ آیا ہوتا تو بغیر آپ کے اصرار کے شریک ہو جاتا - اور اسوقت چونکہ آپ عازم سفر ہین مجھے باوجود آپ کی ترقی پر جانے کی خوشی کے آپ سے علیحدہ ہونے کا رنج بھی ہے -

نوروزجی - رنج تو مجھے بھی ہے - مگر اس تغیر وتبدل سے مجھے اپنی ترقی پر جانے کے علاوہ ایک اور مسرت بھی حاصل ہوئی -

ترکستانی - وہ کیا - ؟

نوروزجی - ڈاکٹر صاحب نے سپرنٹنڈنٹ کی سفارش پر میری خالی شدہ جگہ میرے چچا زاد بھائی کو دیدی -

ترکستانی - خوب! آم کے آم اور گٹھلی کے دام آپ کو دوہری کامیابی حاصل ہوئی -

نوروزجی - خدا کا ہزار ہزار شکر ہی - ہان یہ تو فرمایئے - مونگ پھوٹے عرصہ سے کیون نہین ملے ؟ اُن کا کیا حال ہی ؟

ترکستانی - کیا حال ہی - ؟ اپنے کام مین مشغول ہی - آجکل بڑہا مین رشوت ستانیکا بازار گرم ہی - خاصکر جب سے چند چھوکرے عدالت کی کرسی پر بیٹھنے لگے - پھوٹے انہین سے

بعض سے ملا ہوا ہے۔ اپنی معرفت اُن کو رشوت دلا دیتا ہے اور خود حصہ دار رہتا ہے۔ ہم لوگ کوشش اور محنت سے خون پسینہ ایک کرنے کے بعد مقدمہ تیار کر کے لے جاتے ہین۔ وہ جا کر حاکم کا ہاتھ گرم کرا دیتا ہے۔ اور ملزم صاف بری ہو جاتا ہے۔

نوروزجی۔ مگر رشوت ستانی مین تو سب سے زیادہ پولیس کا محکمہ بدنام ہی۔

ترکستانی۔ یہ سچ ہے مین اپنے آپ کو بھی اس سے بری نہین کرسکتا۔ مگر ہماری رشوت اس قسم کی ہوتی ہے۔ کہ رشوت کھا کر مقدمہ کی سچائی ظاہر ہو کر ہمیشہ سچائی کی طرف جاتے ہین ہمکو رشوت صرف اسلیئے دیجاتی ہے کہ ملزم کو ہمارے ہاتھ سے تکلیف نہ پہونچے۔ نہ اسلیئے کہ ملزم چھوٹ جاے۔ یہ نا تجربہ کار چھوکرے تو رشوت کھا کر اکثر اوقات ملزم کو بالکل بری کر دیتے ہین۔ جس سے نقص امن کا اندیشہ ہی۔

نوروزجی۔ مگر رشوت تو ہر حالت مین بُری ہی۔

ترکستانی۔ لیکن ہم بغیر اسکے رہ بھی نہین سکتے ہماری حالت پر آپ ذرا غور کیجیے ہماری تنخواہ پچیس سے شروع ہوتی ہے۔ پوزیشن ہماری ایک اچھی خاصی گزیٹیڈ آفیسر کی ہوتی ہے گاڑی گھوڑا بھی رکھنا پڑتا ہی بعض مقدمات کی تفتیش مین اپنی جیب سے روپیہ خرچ کرنا ہوتا ہے۔ وردیوں کے روپیہ تک سرکار ہم سے کاٹ لیتی ہی۔ رنگون سے مقام مین بمشکل چھبیس روپیہ مین ایک نوکر رکھکر باورچیانہ کا خراج چل سکتا ہی۔ باقی اخراجات کہان سے آئین؟ اہل عیال کے لیے کیا بچائین؟ جو رشوت نہ کھائین؟ مگر افسوس اُنپر آتا ہے۔ کہ سیکڑون روپیہ ماہوار تنخواہ پا کر پھر رشوت کھاتے ہین۔

اس عرصہ مین نوروزجی کھانا کھا چکا۔ اور دونون باہر کمرے مین جہان اسباب بندھ رہا تھا آ گئے۔ نوروزجی نے یہ کہکر قطع کلام کیا کہ بھائی تمھاری رشوت تمھین مبارک ہو۔ مجھے ذرا اسباب باندھنے مین تو مدد دو چنانچہ ترکستانی اور نوروزجی دونون نے ہولڈآل مین ضروری لبستر اور رات کے پہننے کے کپڑے رکھکر اُسی کسکر باندہ دیا۔

دربان نے پادری نیگ مین صاحب کی ہان کی آیا کے آنے کی اطلاع دی۔

نوروزجی۔ ترکستانی اگر تم ذرا پہلے آتے تو میری اُس محسنہ کو دیکھ سکتے۔ جس نے مجھپر ایسا احسان کیا تھا جو عمر بھر یاد رہیگا۔

ترکستانی۔ وہ کون؟

نوروزجی۔ مسٹر جون کی آیا۔ جو اگر مجھے جون کی تپلون سے اس رات کو کنجیان نکالکر ندیتی۔ تو مین جہنم رسید ہو جاتا۔

ترکستانی۔ وہ کیسے یہان آگئی تھی۔؟

نوروزجی۔ اس رات کے واقعہ کے بعد وہ کبھی کبھی آتی ہی۔ اور مین دو چار روپیہ جو میری جیب مین ہوتے ہین دیدیتا ہون۔

ترکستانی۔ اُسکے ساتھ جسقدر تم سلوک کرو کم ہی۔

نوروزجی۔ بیشک!

ترکستانی۔ مسٹر جون کی آیا کے قصہ مین تم پادری کی آیا کو بھول گئے دربان کو کچھ جواب دو۔

نوروزجی (دربان سے) پادری صاحب کی آیا کو آنے دو۔

ایک جوان عورت مدراسی لباس مین اندر داخل ہوئی۔ اسکی عمر اسوقت

پچیس اور تیس کے درمیان معلوم ہوتی ہی۔ ہاتھ پاؤن کی مضبوطی کے ساتھ اسکا خوبصورت اور شرمیلا چہرہ دوسرے دن کے دلون پر فتح پانے کے لیے کافی ہے۔ لباس اگرچہ میلا کچیلا ہے اور تمام بدن پر زیور کا نام و نشان بھی نہین۔ مگر۔ ع

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلارام را

پادری کی آیا۔ (نوروزجی سے) جناب آپکی جو عنایت مجھپر اپنے دوست پادری صاحب کی طفیل ہی۔ وہ اس سے ظاہر ہے کہ پچھلی مرتبہ جب مین اپنے دل مین اونکے گھر سے یہ فیصلہ کرکے نکلی۔ کہ اب کبھی اُن کے گھر پر نہ جاؤن گی تو آپ ہی نے تین چار روز مین پھر سمجھا بجھا کر مجھے واپس بھیج دیا۔ اب مین آپ کے ہان نہ آتی مگر زنکلون بھر مین مجھسے کوئی واقف نہین آپ ہی سے امید ہے کہ آپ اپنی رحمدلی سے کام فرماکر مجھے اس بلائے ناگہانی سے نجات دلائینگے۔

نوروزجی۔ کیا کسی بات پر تم پھر ناراض ہوکر آئی ہو۔؟

پادری کی آیا۔ جناب وہی بات جو آپ سے پہلے عرض کر چکی ہون۔ (نظرین نیچی کرکے) اُس بے حیا پادری کی مجھپر نظر بد ہے۔ خدا کی پھٹکار ایسے مردود پر کہ ابھی شادی کرکے ولایت سے بیوی لایا ہے۔ مگر پھر بھی ایسے کمینی حرکاتون سے باز نہین آتا۔

نوروزجی۔ کیا میرے پہلے سمجھانیکا کچھ اثر نہین ہوا۔؟

پادری کی آیا۔ جناب! کچھ بھی نہین۔ اب تو خدا کے لیئے مجھے اس ظالم کے پنجہ سے چھڑا لیئے۔ مین اپنی جان سے زیادہ اپنی عصمت کو عزیز سمجھتی ہون۔

نوروزجی۔ مین اسوقت سفر کو جارہا ہون۔ ایسے تنگ وقت مین تمھارے لیئے کیا کرسکون گا؟

پادری کی آیا۔ اگر آپ میری کچھ امداد نہین کرسکتے۔ تو سمجھیے کہ مجھے سوائے خودکشی کے اور کوئی چارہ نہین۔

نوروزجی۔ اچھا تم باہر ٹھہرو۔ مین تمھارے لیے کچھ انتظام کرتا ہون۔

پادری کی آیا باہر چلی گئی۔

ترکستانی۔ معلوم ہوتا ہے کہ عورت شریف ہی۔ اور مصیبت کے مارے اسطرح آوارہ ہی۔ یہ پادری صاحب کونسے ذات شریف ہین؟

نوروزجی۔ پادری نیگ مین صاحب۔ جو یہان کے مغربی حصہ کے ایک مشہور پادری ہین۔ چند مہینے ہوئے اپنے وطن جرمن سے شادی کرکے معہ جوی آ رہی تھو اس آیا کو مدراس سے ہمراہ لائے پادری میرے بڑے عنایت فرما ہین۔ اور نیک آدمی ہین۔ مگر یہ آیا پہلے بھی اسکی چال چلن کی شکایت کرتی تھی۔ مین نے چند دن اپنے یہان اسے رکھکر سمجھا بجھا کر پھر بھیجدیا تھا۔

ترکستانی۔ بیچارے پادری کا کیا قصور ہی! آیا کی شکل ہی اس قابل ہی کہ اُسکی پرستش کی جاے۔

نوروزجی۔ کسی دنیا دار سے اگر ایسے حرکت سرزد ہوتی تو چندان مضایقہ نتھا مگر پادری ہوکر ایسی ناشایستہ حرکت!

ترکستانی۔ واعظان کین جلوہ برمحراب و ممبر میکنند
چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند

نوروزجی۔ مین خیال کرتا ہون۔ کہ مسٹر جیونی پرشاد کے نام ایک مفصل رقعہ لکھکر اسے دیدون وہ دو ایک روز مین سمجھا بجھا کر پھر پادری کے گھر پراسی روانہ کردین گے۔ یا

کہین اور نوکری دلوا دین گے۔

ترکستانی۔ چونی پرشاد پادری صاحب کو جانتے ہین؟

نوروزجی۔ مین نے تعارف کرا دیا ہے۔ پرسون مین چونی پرشاد کو خود اپنے ساتھ پادری صاحب کے یہان لے گیا تھا اور وہین پادری صاحب سے تعارف کرد یا تھا۔

ترکستانی۔ تو یہی بہتر ہو۔ کہ آپ اُنکے نام رقعہ لکھدیجئے مگر جلدی کیجیے۔ گیارہ بج چکے ہین

نوروزجی نے جلدی سے مسٹر چونی پرشاد کے نام ایک خط لکھا اور نوکر کے حوالہ کر کے کہا کہ اس عورت کو چونی پرشاد کے ہان پہونچا کر خط دیکر سیدھا اسٹیشن پر آئے۔

بعد اسکے ٹھیکہ گاڑی منگوا کر نوروزجی اور ترکستانی معہ اسباب کے اسٹیشن پر پہونچے۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آچکی تھی۔ قلیون نے اسباب درجہ مین پہونچا دیا سکنڈ کلاس کا ٹکٹ لیکر نوروزجی سوار ہو گئے۔ اتنے مین نوکر بھی پادری صاحب کی آیا کو چونی پرشاد کے ہان پہونچا کر آگیا۔ اور کہا کہ جناب وہ سوتے تھے اسلیئے خط اور آیا کو اُن کے نوکر کے سپرد کر آیا ہون۔ یہ کہکر نوکرون کے درجہ مین وہ بھی سوار ہو لیا۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے گارڈ نے سیٹی بجائی سبز جھنڈی تبلائی اور ٹرین چلدی۔ آہستہ آہستہ اسٹیشن سے باہر ہوئی۔ اور مسٹر ترکستانی نے اپنے گھر کی راہ لی۔

سترہوان باب

شادی

عروسی کی شب کی حلاوت تھی حاصل　　فرحناک تھی روح دل شادمان تھا

رنگون کا مشہور بڑا گرجہ (جسے سر جارج جانسٹن نے تین لاکھ روپیہ

خرچ کرکے یورپین آبادی کے وسط مین ہنواکر اپنی دینداری کا پورا ثبوت دیا ہے) آج دولھن بنا ہوا ہے چارون طرف سے بنگلہ مصنوعی پھولون سے آراستہ کیا گیا ہے۔ بڑے دروازہ سے گرجہ کی سیڑھیون تک سرخ بانات کا فرش بچھا ہوا ہے۔ باغیچہ کے اس حصہ کو جس مین کل تک گھاس بھی بسبب سایہ کے نہ اوگی تھی۔ آج سبز مخملی فرش سے آراستہ کیا گیا ہے۔ ولایتی پھولون کے علاوہ ہندوستانی خوشبودار پھولون کے گملے اس قرینہ سے رکھے ہین۔ کہ فوارون کا پانی ان پر پڑتے ہی تمام گرجہ کا احاطہ خوشبو سے مہک اُٹھے۔ صدر دروازہ سے چند فیٹ اندر جاکر ایک مصنوعی پھولون کا دروازہ بنایا گیا ہی۔ جو درحقیقت ایک قابل دید چیز ہے۔ اس دروازہ کے وسط مین اوپر پھولون ہی کے حروف بناکر "ویلکم" لکھا گیا ہے۔ سنگ مرمر کی سیڑھیون سے گذر کر جب ہال کے اندر قدم رکھو تو اور ہی عالم نظر آتا ہی۔ گرجہ کی تمام اندرونی دیوارون مین قیمتی ولایتی ساٹن منڈھی گئی ہی۔ فرش پر ریشمی نرم قالینون کا فرش ہی۔ معمولی بنچون کو ہٹاکر آج قیمتی کرسیان جن پر گلابی رنگ کے مخملی گدے لگے ہین بچھی ہین۔ قربان گاہ (اسٹیج) کی آراستگی اور بھی غضب ڈھاتی ہی مقدس صاحب کے پاس ایک آبنوس کی کرسی بچھی ہی۔ جسپر نہایت خوشنما سونے کا کام بنا ہوا ہے۔ اور اوسکے دہنے بائین چند بور کی کرسیان ہین۔ یہ تو آرایش کا حال ہی۔ حاضرین جو اسوقت یہان موجود ہین (جنکی گاڑیان گرجہ کے پھاٹک سے پل نمبر ۲ تک مسلسل چلی گئی ہین) اور جنکے تمول اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہونیکا کافی ثبوت یہ ہے۔ کہ ایک نووارد یورپین سیاح کا گذر جب اس سڑک پر اسوقت ہوا تو اُسنے یہ سمجھا کہ یہان گاڑیون اور گھوڑون کی نمایش ہو رہی ہی) انکی ٹھیک تعداد بتلانا ذرا مشکل ہی۔ مگر یورپین آبادی

کے ممبر بالعموم موجود ہین - حضور گورنر بہادر بھی تشریف لائے ہین - تمام آفیشل طبقہ - تمام یوروپین فرمون کے یوروپین کام کرنے والے یہان موجود ہین - آسٹریا - اسٹریلیا - ہنگری - جرمن - فرنچ - امریکہ - اٹلی وغیرہ دیگر ممالک کے کونسل بھی جمع ہین - صرف ترکی اور ایران کے کونسل اس لیے نہین بلائے گئے کہ وہ یوروپین نہین - اس مجلس مین ایک بھی یورشین نہین نظر آتا - لعبضے وہ معزز یورشین جو باوجود یورشین ہونے کے جم خانہ کلب مین لے لیئے گئے ہین وہ بھی اس جگہ موجود نہین - جسکی وجہ غالباً یہ ہے - کہ اس مجلس مین خصوصیت کے ساتھ یہ کوشش کی گئی ہے - کہ صرف یوروپین شریک ہون - شرکاء جلسہ مین انگریزی مذاق کے مطابق مرد اور عورتین دونون ہین - مردون کے لباس مین تو سادگی کے سوا کوئی تکلف نہین مگر عورتون کا لباس قابل دید ہے - اور انکا آج کا بناؤ سنگار غضب ہی ڈھا رہا ہے - پرستان کا عالم نظر آرہا ہے - برقی پنکھون کے چلنے سے لیڈیون کی ٹوپیون کے پرون کا ہلنا - کہین کہین سے قہقہون کی پرترنم آواز - کسی طرف ذرا تبسم سے ایک موتی کی لڑی دکھائی دینا - ایسا دلفریب اور دلکش منظر ہے کہ بھوکے کی بھوک جاتی ہے - اور پیاسا پانی نہ مانگے -

اب ہماری نگاہ ایک جوڑے پر آکر ٹھہری - آہا یہ تو مسٹر فلورلن اور مس جانسٹن ہین - خوب! تو یہ کہو کہ آج اس ساز و سامان کا سبب انکی شادی ہے - اسی لیئے سر جارج ادھر سے ادھر چکر لگا رہے ہین - اور لیڈی جانسٹن معلوم ہوتا ہے کہ تھک کر اپنی چند سہیلیون کے جھرمٹ مین بیٹھی ہین - سر جارج جیسے ہر دلعزیز شخص سے بہت ہی بعید تھا کہ اس تقریب پر اپنے غیر یوروپین دوستون کو مدعو نکرے - مگر منا سب غور کے بعد یہی فیصلہ کیا گیا - کہ اس موقعہ پر صرف یوروپین حضرات شامل ہون - اور یہی موقع کے بعد

سر جارج اپنے محل مین عظیم الشان پیمانہ پر ایک دعوت دین۔ جس مین ہر قسم کے لوگ یورپین یورشین۔ مسلمان۔ پارسی۔ یہودی۔ ہندو۔ برہما۔ شامل ہون۔ مس جانسٹن کا خیال اس سے مختلف تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اس تقریب مین سبھی شامل ہون۔ مگر باپ کی مرضی کے خلاف وہ ضد کرنا بھی نہ چاہتی تھی۔ کہ اس لیے سر جارج اور لیڈی جانسٹن کی مرضی کے مطابق عوام کو اس موقعہ پر نہ بلایا گیا۔ مس جانسٹن نے یہ چاہا تھا کہ ترکی کونسل کو ضرور بلایا جائے۔ کیونکہ ترک یورپین ہین اور یورپین کے لیے کوئی اعتراض نہین خواہ کسی مذہب کا ہو۔ مگر سر جارج کے اس جواب سے کہ ترکی کونسل رنگون مین آجکل کوئی ترکی کا باشندہ نہین بلکہ ایک دیسی شخص ہے مس کو اسمین کامیابی نہ ہوئی۔

اس شادی کی محفل مین چارون طرف سے نگاہین دلھن اور دولھا پر پڑتی تھین اور واقعی اس جوڑے کو دیکھکر بے اختیار زبان سے نکل جاتا تھا کہ خدا اس جوڑے کو عمر بھر اتفاق واتحاد کے ساتھ سلامت رکھے۔ مس جانسٹن اگرچہ "خود جوانی ہی جوانی کا سنگار" کے مصداق کسی آرایش کی محتاج نہین۔ مگر قیمتی ہیرون کا ہار جس کے وسط مین ایک لاجواب یاقوت آنکھون کو خیرہ کر رہا تھا۔ اس کی سفید صراحی دار گردن پر وہ سمان پیدا کر رہا تھا کہ دیدہ باید۔ سفید ریشمی لباس جو خاص فرمایش کے ساتھ ولایت سے بنکر آیا تھا کچھ ایسا موزون اور زیبا تھا کہ اس سے بڑھکر ہو نہین سکتا مسٹر فلورنس کی بغل مین مس جانسن کی نازک کلائی تھی۔ جسمین نیلم کی ایک چوڑی نے وہ آب وتاب پیدا کر دی تھی کہ نظر مشکل سے جمتی تھی۔ یہ دونون خرامان خرامان پاک صلیب کے پاس پہونچے جہان پادری ٹیگ مین صاحب معہ اپنے لمبے جبہ اور اُلٹے کالر کے موجود تھے۔ پادری صاحب

نے دونون کو شریعت عیسوی کے مطابق نصیحت کی۔ دولھن سے کہا کہ تمکو شوہر کی فرمانبرداری ایسی ہی کرنا چاہیئے جیسی خدا کی۔ کیونکہ خاوند چھوٹا خدا ہوتا ہے۔ دولھا کو نصیحت کی کہ تم اس لڑکی کے مالک بن رہے ہو۔ تمکو اسکی نازبرداری کرنا چاہیئے اسکے تمام اخراجات برداشت کرنا چاہیئے کبھی اسکا دل نہ دکھانا چاہیئے۔ پھر دونون کو مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ تم دونون ایک دوسرے سے رضامندی اور ایک عرصہ کی جانچ پرتال کے بعد نکاح کرتے ہو اب تمکو لازم ہو کہ عمر بھر ایک دوسرے سی محبت کا برتاؤ کرو۔ اور کسی غیر مرد اور عورت کی طرف نظر بد سے نہ دیکھو۔ خداوند مسیح فرماتا ہو کہ "جو مرد کسی عورت یا جو عورت کسی غیر مرد کیطرف نظر بد سے دیکھتا ہے وہ باپ کے سامنے میری شفاعت سے محروم رہے گا"۔ اسکے بعد ایجاب و قبول ہوا۔ اسوقت تک تمام ہال مین خاموشی طاری تھی۔ مگر جیسے ہی عقد کا اعلان ہوا۔ باہر کمپونڈ مین ورکشائر رجمنٹ کا بینڈ اس زور شور سے بجنے لگا۔ کہ تمام حاضرین کا خیال اسی طرف رجوع ہوگیا۔ مس جانسٹن اسوقت سے مسز فلورنس ہوگئی۔ اور اُس نے اس پیارے نام کو حاصل کرلیا۔ جسے وہ مدت سے چاہتی تھی۔ گرجہ کے ایک کونے مین ایک طویل میز پر وہ چیزین چنی گئین تھین۔ جو دوستون کی طرف سے اس موقعہ پر اس جوڑے کو مبارکباد کے ساتھ آئین تھین۔ ہر ایک چیز کے ساتھ اُسکے فرستندہ کے نام کا کارڈ لگا ہوا تھا۔ اُن چیزون مین بعض بہت نایاب چیزین تھین۔ چنانچہ والیسرائے بہادر کی طرف سے بھی ایک قیمتی انگوٹھی اس موقعہ پر بھیجی گئی تھی۔ کہا جاتا ہو کہ تحائف کی مجموعی قیمت کا اندازہ پچیس ہزار روپیہ تک ہی۔

جیسے ہی مسٹر فلورنس اور مس جانسٹن میان بیوی بنکر گرجا سے باہر ہوئے بعض نے

بے تکلف دوستون نے چاول کے دانے جو اور جوار کے سٹے اُنکی طرف پھینکے گاڑی تیار تھی دونون ایک چواسپہ لینڈو پر سوار ہوکر لوئیس اسٹریٹ جٹی پر پہونچے جہان ایک پرائیوٹ اسٹیمر انکو ہنی مون منانے کے لیے مولمین لے گیا۔ ادہر یہ رخصت ہوئے اور اُدہر پندرہ منٹ کے عرصہ مین تمام گرجا حاضرین سے خالی تھا۔

اٹھارہوان باب

خیال یار

مسٹر چونی پرشاد دنکو اپنے گھر مین ایک آرام کرسی پر کتاب پڑھتے پڑھتے سوگیا۔ کتاب جو وہ مطالعہ کررہا تھا۔ نیند کے سبب ہاتھ سے گر گئی۔ نوکر نے اُسے اُٹھاکر میز پر رکھا۔ اور خود باہر ورانڈے مین ہورہا۔ یہ وہی وقت ہی کہ جبوقت نورو زجی کا نوکر پادری صاحب کی آیا کو معہ نوروزجی کے خط کے یہان چھوڑ گیا تھا۔ آیا کو بیٹھے ہوئے نصف گھنٹہ کے قریب ہوگیا۔ کہ نوکر دبے قدم پھر اس کمرہ مین گیا۔ جہان چونی پرشاد سو رہا تھا۔ اسوقت چونی پرشاد نے ایک انگڑائی لی نوکر کی چاپ سے آنکھ کھل گئی۔ گھبراکر سیدھا ہوا۔ نوکر سے وقت پوچھا۔ اُسنے جواب دیا کہ ابھی ایک بجا ہے۔

چونی پرشاد۔ آج خلاف معمول مجھے نیند آگئی۔ کوئی آیا تو نہین تھا؟

نوکر۔ حضور کوئی نہین۔ نوروزجی صاحب کا نوکر ایک خط لایا ہے۔ اور کسی صاحب کی آیا بھی ہے۔ جو باہر بیٹھی ہے۔ خط مین اُسنے کہا کہ اس عورت کے لیئے سب کچھ لکھا ہے۔

چونی پرشاد۔ مجھسے کسقدر غفلت ہوئی۔ مین نے ارادہ کیا تھا کہ نورونزجی آج جانے والے ہین۔ اُنھین اسٹیشن تک پہونچا آؤن۔ مگر ایسا غافل سو گیا۔ کہ وہان تک بھی نہ جا سکا اپنے دل مین وہ کیا کہتے ہونگے۔

نوکر۔ حضور! اگر آپ مجھسے فرما دیتے تو مین اُسوقت حضور کو ضرور جگا دیتا۔

چونی پرشاد۔ خیر! نورونزجی کا خط کہان ہی۔

نوکر میز پر سے خط اٹھا لایا۔ اور چونی پرشاد کے ہاتھ مین دیا۔

چونی پرشاد پھر آرام کرسی پر لیٹ گیا۔ اور خط کا لفافہ چاک کرکے خط پڑھنے لگا جسکا مضمون یہہ تھا۔

مائی ڈیر مسٹر چونی پرشاد!

مین آپ سے معافی چاہتا ہون کہ اسوقت میمیو روانہ ہوتے ہوے ملاقات کے لیے حاضر خدمت نہ ہوسکا۔ اسقدر جلدی تہی کہ اچھی طرح سے اسباب وغیرہ بھی مین نہ باندھ سکا۔ آپکی عنایت کا جو آپ نے مجھسے غریب الوطن پر کی ہین۔ خاصکر میری قائم مقامی کے متعلق اسکے لیے تازیست مشکور رہونگا۔ اسوقت اس خط کے لکھنے کا سبب یہ ہی کہ میرے آپ کے مشترکہ دوست پادری ہگمین صاحب کی آیا ایک دفعہ پہلے بھی اُنسے جھگڑکر میرے پاس آئی تھی۔ یہ عورت شریف نظر آتی ہی۔ چونکہ عورت جوان اور حسین ہی اسلیے پادری کی بھی اسپر نگاہ پڑتی ہی جسکی تصدیق اسطرح سے ہوئی۔ کہ پادری صاحب سے جب پچھلی بار مین نے اس عورت کو علیحدہ کردینے کے لیے کہا تو انھین یہ منظور نہین ہوا۔ چنانچہ مین نے سمجھا بجھا کر یہ عورت پھر اونکے ہان بھیجدی آج اسوقت یہ پھر فریاد لیکر آئی ہی۔ کہ پادری صاحب اپنا تقدس بالائے طاق رکھکر پھر آمادۂ عصمت دری ہوئے ہین۔ مین چونکہ روانہ ہونے کے لیے طیار ہون

اور اس عورت کا جب سے یہ پادری صاحب کے ساتھ مدراس سے آئی ہو اور کوئی میرے سوا خبر گیران نہین ہی۔ اگرچہ پادری صاحب کی سخت حماقت ہی۔ کہ باوجود لایق۔ حسین۔ تعلیم یافتہ۔ خوش مزاج اور نوجوان بیوی حاصل ہونے کے (جسے وہ ابھی شادی کرکے ولایت سے لائے ہین) اپنی ملازمہ پر ایسی بُری نیت رکھین۔ اسلیئے مین آپکو اتنی تکلیف دیتا ہون کہ حتی المقدور سمجھا کر اس عورت کو پادری صاحب کے ہان واپس بھیجدین۔ کیونکہ اس عورت کو بانیہمہ بھی جیسا کہ وہان آرام ملتا ہی۔ دوسری جگہ نہ ملیگا۔ آخر الامر اگر آپ پھر وہان جانے پر رضامند نہ ہو تو مجبوراً کسی ایسے شریف شخص کے یہان آپ اسکی ملازمت کی فکر کردیجیُ جہان یہ غریب آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرسکے۔

آپ کا خادم۔ نور وزجی

چونی پرشاد نے اس خط کو پڑھکے ایک دفعہ زور سے انگڑائی لی۔ خط کرسی کے ایک بازو پر رکھدیا۔ نوکر سے غسلخانہ مین پانی رکھنے کے لیے کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ جب تک غسلخانہ سے مین فارغ ہو جاؤن اُس عورت کو باورچی خانہ مین ٹھہراؤ۔ اور اگر اُسنے اب تک کھانا نہ کھایا ہو تو کھانا بھی کھلا دینا جسکی تعمیل کے لیے نوکر کمرہ سے باہر چلا گیا۔

چونی پرشاد کرسی سے اُٹھا کمرہ مین تھوڑی دیر ادہر ادہر ٹہلا۔ سامنے ایک گملے مین گلاب کا پودا تھا جسمین کھلا ہوا ایک پھول اسوقت گرمی کے سبب سے وہ شگفتگی کھو چکا تھا۔ جو کھلنے کے وقت صبح کو معلوم ہوتی ہی۔ اس نے ایک گہری نظر سے اس پھول کو دیکھا۔ اور عالم خیال نے اُسے سانولا کا چہرہ اُسکو سامنے کردیا۔ جسے چونی پرشاد نے لنکا سے چلتے ہوے بعینہ اس حالت مین چھوڑا تھا۔ کہ اُسکا گلاب سا چہرہ مصائب دنیا سے پژمردہ ہو رہا ہی۔ اور وہ شگفتگی جو ایک حسین اور نوجوان چہرہ مین ہونی چاہیئے۔ کھو چکا ہے

اس خیال نے جونی پرشاد کو ایک طلاطم مین ڈالدیا وہ جلدی جلدی کرسی کی طرف قدم اُٹھاتا ہوا پھر آکر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسوقت اُسکے سامنے سانولا کی تصویر تھی۔ اور اس خیالی تصویر کو وہ اسطرح مخاطب کر رہا تھا۔

اے میری سب سے خوبصورت سانولا! تو کیون مجھسے روپوش ہوگئی؟ آہ! اگرچہ تو مجھسے چھپ گئی۔ مگر تیرا خیال ہر ساعت میرے سامنے رہتا ہی۔ مین تجھے کبھی بھول نہین سکتا۔ چاہیے ادہر کی دنیا اُدہر ہوجائے۔ مین نے تجھسے گستاخی نہین کی۔ ہرگز کوئی بُری نیت میری نہ تھی۔ مین نے تجھ سے معشوق کو (جسکی ناز برداری دنیا بھر کی حسینون سے زیادہ ہونا چاہیئے تھی) تکلیف مین دیکھکر وہی کچھ کیا جو ایک دردمند دل رکھنے والے کو کرنا چاہیئے تاہمیشک مین تیری صورت دیکھتے ہی تجھپر فریفتہ ہوگیا۔ مگر میری محبت آلایش نفسانی سے پاک تھی بلاشبہہ مین تجھے خوش دیکھکر خوش ہونا چاہتا تھا۔ جو افسوس کہ نہ ہوسکا معلوم نہین کہ تو کس حالت مین ہی۔؟ تیرا خاوند مرگیا اب تو بالکل بیکس رہ گئی تھی۔ یہ وقت تھا کہ اسوقت مین تیرے کام آتا اور تیری خدمت کرکے اپنے دل کو راحت دیتا مگر نہ کرسکا۔ معلوم نہین تجھپر کیا مصیبتین گذرین مجھے وہ وقت یاد ہی کہ جب تیرا خاوند چند روز کے لیے تجھسے علحدہ ہوا تھا۔ اور تو نان شبینہ کو محتاج تھی۔ جب تیرا خاوند مرگیا۔ تو تو یقیناً محتاج ہوگئی ہوگی اور میرا دل کہتا ہی کہ میری سخت دل مان نے تجھے گھر خالی کرنے کے لیے مجبور کیا ہوگا۔ آہ! اُسوقت اُس جھونپڑی سے نکلکر جبکہ تیرے پاس ایک حبہ بھی نہوگا۔ اور ایک چپہ بھر زمین تیری نظر مین ایسی نہ ہوگی جہان تو اپنی مرضی سے کھڑی ہوسکے۔ اُسوقت تیرے نازک دل مین کیا کیا نہ گذری ہوگی مجبوراً تو نے خودکشی پر آمادگی کی ہوگی۔ اور ممکن ہی کہ تو اپنے ارادہ مین کامیاب ہوئی ہو۔ اور کسی نہ کسی طرح خودکشی کرلی ہو۔ مگر کیا اسوقت جبکہ تو دنیا کو اس عالم بیکسی مین چھوڑنیوالی

ہوگی ۔ تیرے نیک دل مین میرا خیال آیا ہوگا ۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اسوقت تونے مجھے یاد کیا تھا ۔ تومین اپنے آپ کو بڑا ہی خوش قسمت سمجھتا اب چونکہ مجھے ....

.... چونی پرشاد کی اس خیالی خبط کو نوکر کی اس آواز نے قطع کیا ۔ کہ حضور! "پانی تیار ہے ۔ تولیہ اور صابون بھی غسلخانہ مین رکھدیا ہے" یہ سنکر چونی پرشاد اٹھا کپڑے اُتار کر ایک چا پانی لمبا گون پہنا ۔ اور غسلخانہ مین داخل ہوا غسل سے فراغت پاکر چونی پرشاد نے ایک قدآدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہوکر اپنے بالون مین کنگھی کی اور نوکر کی امداد سے کپڑے پہننے شروع کیے ۔ قمیص اور دروازہ کے اوپر سے آسامی ریشم کا ایک سوٹ پہنا نوکر نے میز پر ناشتہ چنا ۔ جسمین زیادہ تر میوہ جات تھے

چونی پرشاد (نوکر سے) مونگ پھوکن صاحب نے کب آنیکا وعدہ کیا تھا؟

نوکر ۔ حضور! ٹھیک دو بجے ۔

چونی پرشاد ۔ مگر اب دو بجکر پینتالیس منٹ آگئے ہین ۔ ابھی تک نہین آئے ۔

نوکر ۔ حضور آتے ہی ہونگے ۔

چونی پرشاد ۔ مین ناشتہ کے لیے اُنکا زیادہ انتظار نہین کرسکتا ۔ لیکن تم خیال رکھنا ۔ اگر وہ بعد مین آئے تو کیک اور چائے کے ساتھ کچھ پھل بھی تیار رکھنا ۔

نوکر ۔ بہت ۔ اچھا حضور ۔

چونی پرشاد نے ناشتہ شروع کیا ۔ اگرچہ اسوقت تک اس کے دل سے سانولا کا خیال نہ گیا تھا ۔ مگر اس خیال نے ناشتہ کرنے مین کچھ کمی نہ ہونے دی ۔ چونی پرشاد نے مناسب طور پر ناشتہ کیا ۔ اور اُٹھکر لکھنے کی میز کے پاس ایک کرسی پر آبیٹھا ۔ چند دوستون کے خطوط آئے ہوئے تھے ۔ اُن کے جوابات لکھے دفتر کا لیکہ کام آج چھٹی کا

دن سمجھکر ساتھ تھا۔ اُسے ختم کیا قریبا ساڑھے تین کا وقت آگیا۔ مگر مونگ پھوکن ابھی تک نہ آے۔ چونی پرشاد پھر آرام کرسی پر لیٹ گیا اور نور وزجی کے خط کو جو کرسی کے بازو پر رکھا تھا۔ دوبارہ پڑھکر نوکر کو آواز دی۔

نوکر۔ (آکر) حاضر خداوند!

چونی پرشاد۔ اس عورت کو کھانا وغیرہ کھلادیا تھا؟

نوکر۔ جی ہان اچھی طرح سے۔

چونی پرشاد۔ تو اُسے یہان میرے سامنے لے آو۔

نوکر۔ حضور خدا جانے اُسے کیا صدمہ پہونچا ہی زار قطار رو رہی ہے۔

چونی پرشاد۔ میرے سامنے لے آو مین اُس سے خود ہی سب کچھ پوچھ لون گا۔

نوکر گیا اور پادری صاحب کی آیا کو ساتھ لیکر واپس آیا۔ چونی پرشاد کی نگاہ جیسی ہی آیا پر پڑی۔ بے ساختہ اُسکی زبان سے نکل گیا۔ این! سانولا!!

انیسوان باب

مریض عشق

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

آہ دنیا مین کسیکا اعتبار نہین! ساری دنیا بے وفا!! تمام عالم دغا باز!!! جو سلوک مجھسے ہوا ہی سب سے ہوتا ہوگا۔ ان حسینون کا ذرا بھروسہ نہین۔ یہ پہلے درجہ کے ظالم ہین۔ فریبی ہین۔ جلانے دالے ہین جلانے والے ہین۔ مگر نہین اِن سب کو ایک ہی لاٹھی ہانکنا بھی سخت غلطی ہے۔ ان مین باوفا بھی ہین۔ سادہ لوح

بھی ہین - دلدار بھی ہین - اوہ مطیعہ! مین تجھسے شرمندہ ہون تجھے میری ذات سے کیا کیا مصیبتین پہونچین ۔ میری وجہ سے تو بے آبرو ہوئی - میرے سبب سے تجھے زہر کھانا پڑا - مجھے اب تیری قدر معلوم ہوئی ۔ اب تیری محبت کو پہچانا - اب تیری وفاداری کو سمجھا - جب چڑیان چگ گئین کھیت "

او ظالم ثش ر......... نہین نہین تو اس قابل نہین رہی کہ مین تیرا نام لون - دغاباز - نسوان ساز فریبی ظاہر کچھ باطن کچھ - تجھکو ایک مسلمان لڑکی ہوکر کافر اور مشرک سے محبت کرتے شرم نہ آئی - مین تجھپر فدا تھا تیرا عاشق زار تھا - تیرے شمع رو پر پروانہ تھا مگر یہ خبر نہ تھی "جس پہ ہم مرتے ہین دل اُسکا کسی پر زار ہے"

اگر تجھے یہی منظور تھا - تو مجھے دہوکہ مین کیون رکھا؟ مجھ سے کیون بناوٹ کی باتین کرتی رہی - میری ناز برداری کی خوب قدر کی - میری خدمت کا خوب صلہ دیا - میری محبت کا خوب جواب دیا - اے محبت! خانہ خراب محبت! تو نے سیکڑون گھر برباد کیے ہزارون کو رسوا کیا - لاکھون کو بے خانمان کیا - آہ تو نے میرے دلکو بُری طرح تاکا - ظالم محبت تو نے مجھے کہین کا نہ رکھا - اب کیا کرون ؟ کیونکر کرون ؟ چاہتا ہون کہ دونون کا خیال دل سے نکل جائے مگر ہو نہین سکتا - ایک کی بیوفائی قبر مین بھی آرام نہ لینے دے گی - دوسرے کی وفا حشر مین بھی اُس کے سامنے نہ ہونے دیگی - آخر دلکو سنبھالون تو کیونکر ؟ اس مرض کی شفا پاؤن تو کیسے ؟ ڈاکٹر علاج کرتے ہین حکیم دوائین دیتے ہین - مگر انھین میرے مرض کا کیا پتہ ؟ اونکو میری بیتابی کے سبب کی کیا خبر ؟ وہ جسمانی مرض کو اچھا کر سکتے ہین مگر روحانی بیمار کا کیا علاج ؟ داغ جگر کو کون اچھا کر سکتا ہے - دل کی لگی کون بجھا سکتا ہے - اس ناگن کے کاٹے کا کوئی علاج نہین اور اس زبردست نشہ کا کوئی اُتار نہین - لے کاش! اب

مجھے موت ہی آجائے اور اس کشمکس سے نجات پاؤن - اے موت آ ! اور میری مصیبتون کا خاتمہ کر، اے موت اب تو ہی میری زار حالت پر رحم کھا اور جلد اپنے کام مین مشغول ہو - مگر مثل مشہور ہے کہ مانگے سے موت بھی نہین آتی " آہ اسقدر بیکس ! مرنا بھی میرے اختیار مین نہین "

اب مسعود کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے (جبکہ اپنی مسہری پر لیٹا ہوا دل سے مندرجہ بالا گفتگو کر رہا تھا) مسعود کا بوڑھا باپ سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا بیٹے کی ازخود رفتگی کی حالت کو بہ افسوس دیکھ رہا تھا مسعود کے آنسو جاری دیکھکر اُس سے نہ رہا گیا اُسکے بھی آنسو نکل آئے - یہ سمجھکر کہ مسعود بیماری کی تکلیف کی وجہ سے رو رہا ہے اس طرح گویا ہوا -

باپ ، بیٹا مسعود ! تمھاری بیماری نے مجھے بھی قریب المرگ کر دیا ہی حکیم اور ڈاکٹر جس ہمدردی سے علاج کر رہے ہین ، ظاہر ہے ، مگر تمھارے مرض مین ذرا افاقہ نہین ہوتا بلکہ روز بروز بڑھ رہا ہے بیٹا ! مین نماز کے بعد ہر وقت یہ دعا بارگاہ رب العالمین سے مانگتا رہتا ہون - کہ تمھاری بلا مجھ پر پڑے مین اب اپنی عمر کو پہونچ گیا ہون - دنیا کے عیش ونشاط پورے کرچکا ہون - مجھے اب کوئی ہوس باقی نہین رہی - سوائے اسکے کہ تمکو خوش اور تندرست دیکھون -

مسعود - اباجان ! ایسا نہ کہیے اس سے مجھے اور اذیت ہوتی ہی - خداوند کریم آپکا سایہ میرے سر پر قایم رکھے - دعا کیجیے کہ اللہ تعالے مجھے شفا دیدے اور اگر مرنا ہی ہی تو ایمان سے مارے -

اتنے مین نوکر نے آکر اطلاع دی کہ مولوی حمید صاحب تشریف لائے ہین -

باپ - مسعود ! یہ مولوی حمید صاحب کون بزرگ ہین ؟ جنھین تمنے بلوایا ہی

مسعود - ابا جان مین بھی ان سے چندان واقف نہین - صرف ایک دن کسی مجلس مین دیکھا تھا - سنا ہی کہ یہان کے عربی مدرسہ کے مدرس اعلی ہو کر آے ہین اور نہایت نیک آدمی ہین - حکمت مین بھی کچھ دخل رکھتے ہین - مین نے اس لیے بلایا ہی کہ شاید انھین کے ہاتھ سے شفا ہو جاے -

باپ - بہت اچھا بیٹا ! خدا ایسا ہی کرے - مین جاکر نماز وغیرہ سے فراغت کر آؤن تم اتنی دیر انھین سے بات چیت کرو -

یہ کہکر بوڑھا شریف آدمی دوسرے کمرہ سے گذر کر اندر چلا گیا - اور نوکر مولوی حمید کو اس کمرہ مین لے آیا - جو مسعود کے اشارہ سے اس کرسی پر بیٹھ گئے - جس پر سے اُسکا باپ ابھی اُٹھکر گیا تھا -

مسعود - جناب مولوی صاحب ! تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہون اگرچہ مجھے آپسے صرف ایک ہی دفعہ وہ بھی ایک عام مجلس مین نیاز حاصل کرنے کا موقعہ ملا - مگر عرصہ سے اشتیاق تھا کہ کسی وقت مفصل طور پر گفتگو کا موقعہ ملے -

حمید - یہ محض آپ کی عنایت ہی، ورنہ من آنم کہ من دانم! آپکے والد ماجد کے اخلاق اور آپکے اوصاف حمیدہ سُن سُن کر مجھے خود عرصہ سے اشتیاق تھا - مگر چونکہ میری عادت عموماً زیادہ تر ربط وضبط بڑھانے کی نہین علاوہ اسکے عدیم الفرصت بھی رہتا ہون - اسلیئے مین خود ابتدا نہ کرسکا اور آپکی اس سخت علالت کا مجھے بیحد افسوس ہے فرمائیے اب کیا حال ہی -

مسعود - کیا عرض کرون مولوی صاحب روز بروز صاحب فراش ہوتا جاتا ہون، ڈاکٹر حکیم کئی تبدیل کیئے گئے - دوائی پیتے پیتے تھک گیا مگر نقاہت ہے کہ روز بروز

بڑھتی ہی جاتی ہے۔

حمید۔ خداوند کریم شفا دے۔ یہ تو بتائیے کہ حکیمون نے مرض کیا تشخیص کیا؟ مجھے بھی کسی قدر حکمت مین دخل ہی۔ شاید میری سمجھ مین کچھ آجائے۔

مسعود۔ جناب۔ اصل تو یہ کہ ابھی تک مرض ہی نہین تشخیص ہوا۔ مجھ کو کا مرض ہی ہر وقت دل بیٹھا جاتا ہی۔ اور ڈاکٹر صاحب اسپر ہنستے ہین۔

حمید۔ یہ بھی ایک مرض ہی۔ اس مین ہنسی کیسی؟ ممکن ہے ہول دل ہو۔

مسعود۔ مولویصاحب! میری بیماری کے پہلے ہی ہفتہ مین مسٹر محمد حسین عرف مونگ با میری عیادت کو آئے تھے۔ انکے ہاتھ مین ایک چھوٹا سا ناول تھا جو عربی سے ترجمہ کیا گیا تھا اسکا ٹائٹل پیج تو تھا نہین۔ مگر مونگ با کہتے تھے کہ اسے آپ ہی نے ترجمہ کیا ہی۔ کیا یہ سچ ہی؟

حمید۔ جی ہان! دراصل وہ میرا ہی مترجمہ ہے۔

مسعود۔ مولوی صاحب اصل یہ ہے کہ اسی ناول نے مجھے مجبور کیا کہ آپ کو تکلیف فرمائی کی زحمت دون۔

حمید۔ وہ کیسے؟

مسعود۔ یہ ناول جیسا کہ اب معلوم ہوا عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ مگر جسے اصل حال پہلے سے معلوم نہو وہ اسے اردو کا اوریجنل ناول سمجھے گا۔

حمید۔ درحقیقت مین نے اسمین اپنے مذاق کے مطابق کمی بیشی بھی کی ہی۔

مسعود۔ یہی تو اصل بات ہی مجھے اسکے پڑھنے سے معلوم ہو گیا کہ آپ کے پہلو مین بھی ایک دردمند دل ہے جو مین اورون کے پاس نہین پاتا۔

حمید۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

مسعود۔ گذارش یہ ہی کہ میرے دل پر ایک سخت بوجھ ہی۔ جو اسوقت دراصل میری بیماری کا سبب ہی۔ اس بوجھ کے ہلکے ہونے سے اگرچہ مجھے شفا نصیب نہ ہو مگر تسکین ضرور ہو گی اور ممکن ہے کہ آپ کوئی ایسی تدبیر تبلائین۔ جو مین اچھا بھی ہو جاؤن۔

حمید۔ فرمائیے! ارشاد!

مسعود۔ جناب! مین محبت کے دام مین گرفتار ہون۔ اور اسمین مجھے سخت ناکامی ہو چکی ہے۔ چونکہ بظاہر اب کامیابی ناممکن ہی یہی غم مجھے کھائے جاتا ہی کیا عجب ہی کہ مین اسی غم مین ایک دن مر بھی جاؤنگا۔

حمید۔ خدا نہ کرے! مجھے آپ مفصل قصہ سنائیے۔ شائد کہ مین آپ کے کسی کام آسکون۔

مسعود نے شروع سے مطیعہ و شریفہ کی سرگذشت اُنکی پرورش۔ حد بلوغ اپنا شریفہ سے عشق۔ مطیعہ کا خود اُس سے عشق۔ مطیعہ کی وفاداری اور اُسکا دہوکے مین آکر عصمت کھونا۔ اور پھر زہر کھالینا اور دہر شریفہ کی دغا بازی۔ فریب۔ شریفہ کا ایک مشرک برہمی سے تعلق پیدا کرنا۔ خط و کتابت کرنا۔ مسعود کو باتون ہی باتون مین بہلانا تھیٹر کا واقعہ۔ چھوٹے محمود کا بھولے پن سے سب کچھ کہدینا قریباً ایک گھنٹہ مین تمام واقعات حمید سے بیان کردئے۔ مولوی حمید نے ان تمام بیانات کو ہمہ تن گوش ہو کر بہت توجہ سے سنا اور یہ کہنے لگے۔

حمید۔ مسٹر مسعود! مجھے یہ سنکر (آپ سے دلی ہمدردی ہو گئی ہی، مگر متحیر ہون کہ اس بارہ مین مین آپکو سوائے اسکے کیا رائے دون؟ کہ آپ کوشش کیجئے کہ یہ خیال جو

سوحان روح بنا ہوا ہو آپ کے دل سے نکل جائے۔

مسعود، جنا..............

حمید (بات کاٹکر) اور یہ بھی مین جانتا ہون۔ کہ یہ خیال جانا محال ہی نہین، بلکہ ناممکن ہے۔

مسعود، مجھے افسوس ہونے لگا تھا کہ آپ نے بھی ناصح ہی بننا پسند کیا، لیکن شکر ہی کہ آپ اس درد سے واقف ہین۔ جب یہ ناممکن ہی۔ تو مین کیسے اس ناممکن کو ممکن کردون؟

حمید۔ چونکہ آپکو سخت ناکامی ہوئی ہی اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ آپ کی طبیعت اس طرف سے خود بخود ہٹ جاتی اور اب مجھے یقین ہے کہ آہستہ آہستہ یہ خیال ضرور کم ہوجائے گا۔ جس سے طبیعت کی بحالی بھی متصور ہی۔

مسعود۔ مجھے سب سے زیادہ صدمہ تو اسکا ہے کہ اس عیار لڑکی (شریفہ) نے ایک مشرک برہمی سے رشتۂ محبت قائم کرکے اسلام کا ذرا پاس نہ کیا۔

حمید۔ آپ رنگون کے مسلمانون کا تجربہ رکھتے ہین۔ یہان تو اسلام کو دراصل برائے نام ہی سمجھتے ہین۔ اور خاصکر مستورات کے متعلق، آپ نے پچھلے برس اخبار مین پڑھا ہوگا۔ کہ حاجی مکرم الدین موسیٰ جیسے نیک اور صالح شخص کی بیوی جو حاجی صاحب کے ہمراہ حج بھی کرآئی تھین۔ اُن کے انتقال کے بعد لڑکے اور دو لڑکیان چھوڑکر چالیس سال کی عمر مین سب کچھ جائداد وغیرہ چھوڑکر اور حاجی صاحب کے نام کو بٹہ لگاکر ایک تیس سالہ برہمی کے ساتھ گھر سے نکل گئی اور اپنے بیٹے کے انتقال پر آئی بھی تو اپنے حصے کے پچیس ہزار روپئے لیکر پھر اُسکے یہان چلدی۔

مسعود - جی ہان ہمارے ہمسایہ مین ایک گلی چھوڑکر ایک مسلمان صاحب رہتے ہین (نام اسیلئے نہین لیتا کہ غیبت ہو جاے گی) اُنکی دونون جوان لڑکیان ہین ایک نے ایک یہودی لڑکے کو پسند کیا اور اُسیکے ساتھ چلدی - دوسری نے ایک چینی لڑکے کے ساتھ دوستی گانٹھ لی اور چلدی اب کوئی اعتبار کرے تو کسپر!

حمید - میرے خیال مین یہان کی پرورش یافتہ اولاد کا سنبھالنا سخت مشکل ہی آپ سمجھیے تو ایک مسلمان بچے کی مان خاوند کے بغیر اجازت تبکدہ مین بچہ کو لیجاے اور اپنے ساتھ بت پرستی کرائے -

مسعود - یہ بے پردگی کا نتیجہ ہی - جب تک مسلمان پردہ کی پابندی نہ کرینگے انھین مصیبتون مین برابر مبتلا رہینگے -

حمید - مین اسکی تصدیق کرتا ہون -

مسعود - خیر جناب یہ تو قومی معاملات ہین - اور آپ جیسے قومی ہمدردونکو اسطرف توجہ کرنی چاہیے - مگر میرے درد کی آپ نے کیا دوا تجویز کی -

حمید - مین حیران ہون کہ کیا کہون - مناسب یہ ہے کہ تبدیل مقام کر لیجئے اس جگہ رہنے سے وہی مقامات ہر وقت آپ کے سامنے رہتے ہین - جہان آپ کا دل دکھا ہی تبدیل مقام سے یہ جگہ نہ نظر کے سامنے رہیگی - نہ اسطرف کا خیال ہوگا

مسعود - تبدیلی مقام کو تو میرا بھی دل چاہتا ہے - اگرچہ مجھے اپنی بیماری سے اچھے ہونے کی کوئی امید نہین -

حمید (منھ پر انگلی رکھکر) چپ! چپ! خدارا - ایسی ناامیدی نہ ظاہر کیجئے - خدا کی درگاہ سے ناامید ہونا بڑی ناشکری ہی ع ناامیدی از تو باشد کفر ما

انشاء اللہ تعالےٰ آپ جلد اچھے ہو جائین گے اگر میمو جانے کا انتظام ہو جاے تو اچھا ہے۔

اتنے مین مسعود کے والد (ہاتھ مین ایک تسبیح لیے آہستہ آہستہ وظیفہ پڑھتے ہوے) ایک دروازہ سے پردہ اٹھاکر اندر داخل ہوے۔ مسعود نے مولوی حمید کا اپنے والد سے تعارف کرایا، مسعود کے والد نے اسوقت مسعود کو ذرا خوش دیکھ کے مولوی حمید سے بہت اخلاق سے ملے اور کہنے لگے۔

بوڑھے میاں - مولوی صاحب! آپکے قدم کی طفیل سے اسوقت مسعود کی حالت اچھی ہے ورنہ جب سے یہ بستر علالت پڑے ہین اسقدر چاق اور بشاش دیکھے ہی نہین گئے۔

مولوی حمید - یہ محض آپکا حسن ظن ہے۔ میرے خیال مین اگر انکو تبدیل آب وہوا کی غرض سے آپ چندروز کے لیے میمو روانہ کردین تو مناسب ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ صحت روز بروز ترقی کرتی جائیگی۔

بوڑھے میاں - مشکل یہ ہے کہ مین وہان اسکے ساتھ جا نہین سکتا اور مجھے گوارا نہ ہوگا کہ مسعود مجھسے دور رہے۔

مولوی حمید - آپ کے ساتھ تشریف لیجانیکی تو کوئی خاص ضرورت نہین نوکر چاکر ساتھ جائینگے۔ آپ کسی قسم کی فکر نہ کیجیے انشاء اللہ تندرست ہو کر جلد وہان سے واپس آجائینگے۔

مسعود - کل ڈاکٹر صاحب تبدیل مقام پر زور دے رہے تھے۔ اسوقت آپ بھی یہی فرماتے ہین۔

بوڑھے میان - مسعود! تم باپ نہین ہو بیٹے ہو تم کو اُس محبت کی خبر نہین جو مجھ جیسے باپ کو تم جیسے بیٹے سے ہو سکتی ہی. خیر کل ڈاکٹر صاحب کہتے تھے اور آج مولوی صاحب فرماتے ہین، تمھاری بھی یہی راے معلوم ہوتی ہی تو مین اپنے دلپر جبر کرتا ہون، خیر بہتر ہے! چند روز کے لیے چلے جاؤ -

مولوی حمید باپ، بیٹے، دونون سے رخصت ہوئے، دوسرے دن میل ٹرین مین مسعود معہ چار نوکرون کے ایک فرسٹ کلاس ریزرو درجہ مین بٹھیکر میمو روانہ ہوا -

بیسوان باب
رقابت

جسکے پہلو مین ہو تم اُس کا نصیب اچھا ہے
میری دانست مین تم سے تو رقیب اچھا ہے

چونی پرشاد جس خوشی اور راحت کے ساتھ آجکل سانولا کی صحبت مین زندگی بسر کر رہا ہے اسکا اندازہ ناظرین خود کر سکتے ہین - چونی پرشاد کسقدر خوش قسمت ہے کہ اُسے بغیر مشقت محبوب دلربا کا وصال نصیب ہو گیا سانولا نے کسقدر اسکی خاطر اذیت اٹھائی، جب سانولا کا خاوند مر گیا - چونی پرشاد کے خیال کے مطابق، چونی پرشاد کی والدہ نے جبراً سانولا کو اس جھونپڑی سے نکال دیا - کیونکہ اب مالک مکان کو یقین تھا کہ سانولا کسی طرح سے اسکا کرایہ ادا نہ کر سکے گی - سانولا اس جھونپڑی کو الوداع کہکر جب باہر آئی تو اُسکے پاس اُسوقت پورا ایک روپیہ بھی نہ تھا - مگر چونی پرشاد کا نقد خیال اُسکے ساتھ تھا - یہ بھی معلوم تھا کہ وہ رنگون

مین ہے، مگر رنگون کا پتہ معلوم نہ تھا، سانولا نے استقلال سے کام لیا اور جہازون کے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئی اس خیال سے کہ اگر رنگون جانے والا مسافر مل گیا۔ اور اُسکو کسی خادمہ کی ضرورت ہو۔ تو اوسکے ساتھ رنگون تک پہونچکر اپنے مطلوب کو ڈھونڈے مگر اس روز کوئی جہاز رنگون جانے والا نہ تھا۔ چونکہ ان دنون لنکا سے مدراس آنے جانے والے جہازون کی دو کمپنیون مین مقابلہ تھا۔ اور ہندوستانی کمپنی کے مقابلہ مین انگریزی پرانی کمپنی نے لنکا سے مدراس مفت مسافر لیجانے شروع کیے۔ اکثر محب وطن [illegible] مفت کا جہاز چھوڑ کر ہندوستانی جہازون مین کرایہ دیکر سفر کرتے تھے۔ مگر سانولا جیسی لاوارث کے لیے مفت کا جہاز نعمت غیر مترقبہ تھا۔ حسن اتفاق سے اسوقت ایسا ہی ایک مفت کا جہاز تیار تھا۔ سانولا نے اس خیال سے کہ مدراس پہونچ جانے سے رنگون اور نزدیک ہو جائے گا اس جہاز پر سوار ہو لینا مناسب سمجھا۔ مدراس مین بڑی خوبی یہ کہ سستا شہر ہے ہر ایک چیز تھوڑے دامون مین بہت سی مل جاتی ہی، غریب آدمی کے لیے پیٹ بھر کر کھانا ایک دو آنہ روز مین مل سکتا ہی۔ سانولا کے پاس جہاز سے اُترتے وقت آٹھ آنے پیسے موجود تھے۔ یہ جہاز سے اُتر کر وہین جہاز کے مسافرخانہ مین اس ارادہ سے ٹھہر گئی۔ کہ کوئی صورت رنگون پہونچنے کی نکل آے، غرض ایک ہفتہ سانولا نے اس خیال سے کاٹا، ٹھیک اوسی دن جس دن وہ جہاز سے اُتری تھی ولائت کا جہاز رنگون جاتا ہوا مدراس مین لنگر انداز ہوا اسمین منجملہ اور مسافرون کے پادری نیگ مین صاحب بھی نئی دلہن کو ساتھ لیکر آے، ولایت مین بسبب اخراجات کثیر کے نرس (آیا) کی ضرورت نہ سمجھی گئی مگر ہندوستان کی آب وہوا لگتے ہی آیا کی ضرورت محسوس ہوئی، اور پادری صاحب نے رنگون مین داخلہ

سے وقت نرس کا ساتھ ہونا ضروری سمجھا۔ مدراس مین تلاش کرتے ہوے سانولا کے نام قرعۂ فال نکلا، اور سانولا پادری صاحب کے ساتھ وارد رنگون ہوئی اس جگہ ہرچند سانولا نے چونی پرشاد کی تلاش کی مگر اتنے بڑے شہر مین کیا پتہ ملتا ؟ ادہر پادری صاحب اُس کے حسن پر فریفتہ ہو گئے جسکا قصہ ناظرین سن چکے ہین، یہ سانولا اور چونی پرشاد کی خوش قسمتی تھی کہ اس طرح تقدیر نے اچانک انھین ملا دیا

آجکل چونی پرشاد کا گھر بزم عشرت ہی، سانولا کی سب تکالیف جاتی رہین وہ سانولا جسے ہم لنکا والی جھونپڑی مین دیکھ چکے ہین آجکل نہایت عیش وآرام سے امیرانہ زندگی بسر کرتی ہی اگرچہ سانولا آرام سے اسقدر خوش نہین ہے جسقدر کہ چونی پرشاد کے ملنے سے، درحقیقت اسوقت یہ دونون قابل رشک زندگی بسر کر رہے ہین، چونی پرشاد سانولا کو روز ساتھ لیکر رائل لیک کی سیر کو جاتا ہی، اور کبھی کبھی بسبب نزدیک ہونے کے مولمین جٹی پر شام کے وقت دریا کی سیر کا لطف سانولا کو ساتھ رکھکر حاصل کرتا ہی۔ آج بھی چونی پرشاد سانولا کے ہاتھ مین ہاتھ دئے ہوے جو ایک اعلیٰ درجہ کے ریشمی لباس سے ملبس ہی مولمین جٹی پر ٹہل رہا ہی اور یہ گفتگو ہوئی ہی۔

چونی پرشاد۔ اوہ میری پیاری سانولا تم مجھسے کسقدر محبت رکھتی ہو ؟ کیا مین واقعی محبت کے لایق ہون ؟

سانولا۔ میرے سرتاج ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو ؟ جسقدر احسانات تمھارے میرے سر پر ہین۔ مین اُنکا معاوضہ کسیطرح نہین اُتار سکتی۔ مین تمپر اُسی روز سے جب تمھین والدہ کے پاس بیٹھا ہوا دیکھا فدا شیدا ہوا۔ مگر تم نے اسقدر احسانات

مجبور گئے کہ مین اپنے محسن کے سامنے اپنا عشق جتانا خلاف تہذیب سمجھی ۔ پھر اسی عشق کی کشش تھی کہ مین رنگون پہونچی جو عزت تمنے مجھے دی مین اس قابل نتھی ۔ اور نہ مجھے یہ امید تھی ۔ میرا یہان آنے سے صرف مدعا یہ تھا کہ کسیطرح نوکرونکیطرح تمہاری خدمت مین رہکر تمہارے دیدار سے اپنے دلکو تسکین دیتی رہون ۔ تمنے مجھو اپنا ہم جلیس بنایا ۔ راز دار بنایا وہ اعزاز دیا جو میرے خواب وخیال مین بھی نہ تھا ۔

چونی پرشاد ۔ میری پیاری سانولا ، ان باتون کو جانے دو فراق والے دن بھی کٹ گئے اب انکا تذکرہ کرنے سے دل دُکھتا ہے ۔ مین نے جو سلوک کیا تم سے نہین کیا بلکہ اپنے دل سے کیا اور اپنے دلکو خوش کرنے کے لیے کیا تم خوبصورت ہو ، سادہ مزاج ہو دلربا ہو محبت کرنے والی ہو اور اس قابل ہو کہ تمہاری پرستش کی جائے جو مجھ سے پوری نہین ہو سکتی ۔

سانولا ۔ ایک معشوقانہ ادا کے ساتھ ، بے بس ، اب مجھے زیادہ بناؤ نہین (دور سے پادری نیگ مین صاحب کو اس جٹی کی طرف دیکھکر) اے لو ! وہ مردود اسی طرف چلا آرہا ہے ۔

چونی پرشاد ۔ (کون ؟

سانولا ۔ (ہاتھ سے اشارہ کرکے) وہی ! ملعون پادری ۔

چونی پرشاد ۔ پادری (دیکھکر) اس مردود سے پہلی بار گرجا مین ملکر مین جسقدر خوش ہوا تھا اسی قدر اب اس سے نفرت کرتا ہون ۔

سانولا ۔ سامنا نہ ہو تو اچھا ہے ۔

چونی پرشاد۔ ہان! بہتر یہی ہے کہ ہم ایک طرف درانڈہ کی آڑ مین ہوجائین اگر وہ دوسری طرف سے نکلکر کشتی پر سوار ہوکر کہین چلا گیا۔ تو بہتر ہے ورنہ سامنا ہو ہی جائے گا۔

سانولا۔ اچھا،

دونون ایک طرف ہوگئے پادری صاحب جٹی پر پہونچ گئے۔ مگر خلاف امید بجائے کشتی کی سیر کرنے کے جٹی پر ادہر سے اودھر ٹہلنے لگے، اگرچہ چونی پرشاد اور سانولا ایسی جگہہ کھڑے تھے کہ پادری صاحب اُن کو نہ دیکھ سکتے تھے، مگر چونی پرشاد نے جب پادری صاحب کو اسی جگہہ ٹہلتے دیکھا تو اسطرح چھپے رہنا مناسب نہ سمجھا بلکہ سانولا کو ساتھ لیکر یہ بھی ٹہلنے لگا اور اسکی امید کے مطابق فوراً ہی پادری صاحب کا سامنا ہوگیا۔ سانولا سہم کے ذرا پیچھے ہٹی چونی پرشاد نے بڑھکر صاحب بہادر کو سلام کیا۔

پادری نیگمین۔ ویل مسٹر چونی پرشاد! مین آپ کے گھر پر آپ سے ملنے گیا تھا مگر آپ وہان موجود نہ تھے نوکر کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ اسطرف تفریح کے لیے آئے ہین اسلیے یہان چلا آیا۔

چونی پرشاد۔ فرمائیے! حکم!!

پادری نیگمین۔ (سانولا سے) ویل آیا! تم آج دلھن نہی ہوئی ہو۔ یہ انقلاب کیسے ہوگیا؟

چونی پرشاد۔ جناب! آپ اس سے ہرگز کوئی گفتگو مت کیجئے۔ جو کچھ کہنا ہو مجھسے کہیے،

پادری - اس عورت کو مین مدراس سے نوکر رکھکر ساتھ لایا ہون ایک دفعہ گھر سے نکل گئی تھی تو مسٹر نوروزجی نے واپس کر دیا تھا - ابکی پھر بھاگی، دریافت سے معلوم ہوا کہ مسٹر نوروزجی کے ہان گئی تھی - مگر وہ اُسیدن میمو چلے گئے - مین نے پولیس مین رپورٹ لکھوا دی اور نوروزجی کو علیحدہ ایک خط لکھا، جسکا جواب مجھے آج ہی ملا - کہ وہ اُسے آپکے سپرد کر گئے ہین اور اسوقت اسی لیے مین آپکے پاس آیا تھا

چونی پرشاد - آپ اطمینان رکھیے کہ عورت میرے پاس آرام سے ہے اور اب اسے نوکری کی ضرورت نہین رہی

پادری - اُسے نوکری کی ضرورت نہو - مگر ہمین تو اسکی ضرورت ہی آپ کو واضح رہے کہ مین مدراس سے اسکو کرایہ دیکر ساتھ لایا ہون اور جب تک وہ زر کرایہ ادا نہ کیا جاے، یہ ہماری نوکری سے کسیطرح علیحدہ نہین ہو سکتی -

چونی پرشاد - اگر آپکو کرایہ ہی کا خیال ہے - تو وہ مین ادا کرنے کو طیار رہون -

پادری - لیکن ہمارے مذہب مین یہ حکم نہین - کہ مین اُسکے ذمہ کا روپیہ آپ سے وصول کرون -

چونی پرشاد - جب مین خوشی سے دیتا ہون تو آپکو اسکے لینے مین کیا عذر ہے میری سمجھ مین نہین آتا

پادری - دیکھیے مسٹر چونی پرشاد معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس عورت کے دام تزویر مین آگئے ہین - ایسی عورتون کا ہرگز اعتبار نہین، یہ ہرجائی ہر وقت نئے مرغ کے پھنسانے کے لیے تیار رہتی

چونی پرشاد - پادری صاحب! مہربانی فرماکر آپ کوئی ناشایستہ کلمہ زبان سے نہ نکالئے مین اسکے سننے کی تاب نہین رکھتا،

پادری - مسٹر چونی پرشاد! مجھے افسوس ہی کہ آپ ایک بازاری عورت کی خاطر میرے دوستانہ تعلقات قطع کر رہے ہین، جن سے آپ ہی کو نقصان کا اندیشہ ہی

چونی پرشاد - مین پھر کہتا ہون کہ آپ ہرگز بُرے الفاظ زبان سے نہ نکالئے اور ورنہ جو آپکی خوشی ہو وہ کیجئے، یہ عورت آپکے ہان اب نہین جاسکے گی

پادری - اچھا! تو اس بات کو یاد رکھو! پیچھے پچھتاؤ گے!!

چونی پرشاد - بخوبی یاد ہے،

پادری صاحب جھلاے ہوے ایک طرف چلدیئے اوسکے بعد چونی پرشاد اور سانولا بھی اپنے گھر روانہ ہوے۔

اکیسوان باب

خاتمہ

پتلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دمِ نزع — وقت پڑتا ہی تو سب آنکھ چُرا جاتے ہین

میمیو کے سنٹرل ہوٹل مین ایک طرف کے وراندہ کے جنگلے کے ساتھ کے بڑے کمرے کے باہر تین یورپین جنٹلمین آپس مین مشورہ کر رہے ہین، یہ تینون اصحاب ڈاکٹر معلوم ہوتے ہین اور اب انھون نے اندر کے کمرہ سے ایک یورپین نرس کو بلوایا۔ جس سے متعدد سوالات کیے گئے۔

"مریض کی رات کیسی گذری" ایک صاحب نے پوچھا۔

نرس۔ آجکی رات بہ نسبت کل کے زیادہ تکلیف دہ تھی۔

"ذرا رات کا روزنامچہ تو لیتی آؤ" دوسرے صاحب نے سوال کیا۔

نرس جاکر روزنامچہ لے آئی، تینوں ڈاکٹروں نے اسے غور سے دیکھا۔

ایک ڈاکٹر۔ (نرس سے) ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض انکو بارہ بجے سے دو بجے تک سویا اس عرصہ مین کسی وقت آنکھ کھلی تھی؟

نرس۔ ایک بار خفیف سی کھانسی آئی تھی، جس سے کسی قدر بلغم نکلا تھا جو مین نے طوال سے پونچھ ڈالا، مگر اس سے یقیناً نیند مین خلل نہین پڑا۔

دوسرا ڈاکٹر۔ وہ طوال کہان ہی؟

تیسرا ڈاکٹر۔ موجود ہوگا (نرس سے) اُسے لیتی آؤ۔

نرس۔ (نوکر کو بلاکر) چھوٹی میز پر جو طوال چھوٹا سا رکھا ہی اسے احتیاط سے اٹھا لاؤ۔

"نوکر طوال لے آیا"

دوسرا ڈاکٹر، طوال کو دیکھکر، اس سے کوئی بات پائی نہین جاتی۔

پہلا ڈاکٹر۔ طوال سونگھکر، بو سے تو اندیشہ معلوم ہوتا ہی۔

دوسرا ڈاکٹر۔ اگر جیسا ہمارا خیال ہی کہ پھیپھڑا بالکل ناقص ہوگیا ہی تب تو مریض کے حق مین اچھا وقت نظر نہین آتا۔

تیسرا۔ میرے خیال مین مریض کے دانتوں پر جو مادہ جما ہی اُسے دیکھنا چاہیئے تاکہ پیٹ کا کچھ حال معلوم ہو۔

پہلا۔ (نرس سے) آج بھی مریض حسب معمول سوتے مین بڑبڑاتا تھا۔

نرس - جی ہان!

دوسرا - آواز فضول تھی یا اُسکا کچھ مطلب سمجھ مین آتا تھا۔

نرس - مطلب کچھ ہوگا مگر مین سمجھ نہ سکی۔

پہلا - بڑبڑانے کی آواز ہمیشہ یکسان ہوتی ہی یا مختلف؟

نرس - یکسان۔

تیسرا - مریض کو خلل دماغ بھی نظر آتا ہی۔

دوسرا - مین تو اول سے خیال کر رہا ہون۔

نرس - مریض کے نوکرون کی زبانی معلوم ہوا کہ اوائل مرض مین مریض بارہا ہوش مین بھی پاگلون کی طرح باتین کرتا تھا۔

پہلا - صاحبان ہمین وہ تھرمامیٹر[۱] جاکے دیکھنا چاہئیے جو مریض کے منھ مین ہم رکھ آئے ہین۔

تیسرا - نرس جاکر لے آئے گی،

نرس جاکر آلہ لے آئی تینون نے اسے باری باری بغور ملاحظہ کیا۔

نرس - اسوقت اتنی ہی دیر مین مریض کی حالت بدتر ہوگئی۔

پہلا - مریض کا صحت یاب ہونا قابل اطمینان نہین۔

دوسرا - مین بھی اسوقت سخت متردد ہون خاصکر ٹمپریچر سے اور بھی امید جاتی رہی

تیسرا - مجھے ابھی تک مرض کی تشخیص مین شک ہی۔ مین نے جہانتک غور کیا مریض کی یہ حالت بیماری سے نہین ہوئی، بلکہ اسکے دل کو کوئی سخت صدمہ آن پڑا ہی

[۱] اس آلہ کا نام ہی جس سے گرمی یا علالت کی صورت مین بخار کے درجے معلوم ہوتے ہین۔

پہلا۔ مین نے بھی اول یہ خیال کیا تھا، اور مریض کے نوکرون سے مالی حالت وغیرہ دریافت کی تھی، معلوم ہوا کہ مریض کو کسی قسم کا غم نہین، ہرطرح سے آسودہ اور فارغ البال ہے اور نہ آجکل اسکے عزیزون مین سے کوئی فوت ہوا اور نہ کسیطرحکا ناگہانی صدمہ پہونچا،

تیسرا۔ ایسی حالت ناگہانی صدمہ سے ہوسکتی ہے، جسکی برداشت مریض کے دل کو نہ ہو،

پہلا۔ چونکہ ایسا کوئی واقعہ نہین۔ اسلیئے یہ خیال محض خیال ہی خیال نظر آتا ہے۔

دوسرا۔ (جو اسوقت سوچ رہا تھا) مین نے فیصلہ کرلیا، کہ مریض کا بچنا محال ہے

تیسرا۔ جیسا مین نے پہلے کہا تھا، ہمین کم از کم مریض کے دانتون پر جمے ہوے مادہ کو دیکھنا ضروری ہی،

پہلا اور دوسرا۔ بہتر چلیئے۔

تینون ڈاکٹر مع نرس کے مریض کے کمرہ مین داخل ہوے، اسوقت مریض مسہری پر چیت لیٹا تھا۔ آنکھین بند تھین، سانس کے ساتھ جو آواز نکلتی تھی اُس سے سینہ پر خراش کے ساتھ بلغم کا اجتماع محسوس ہوتا تھا۔ بیہوشی کا عالم تھا ایک ڈاکٹر نے اپنا بیگ کھولا اسمین سے چند اوزار نکالکر چھوٹی میز پر رکھے (جو مریض کے سرہانے رکھی تھی) دوسرے ڈاکٹر نے اپنی انگلی سے مریض کا منھ کھولنا چاہا تو معلوم ہوا کہ دانت بند ہین آخر ایک اوزار کے ذریعہ بڑی مشکلون سے بھنچے ہوے دانتون کو ہٹا کر منھ کھولا نرس حسب ایما چائے کا ایک چمچہ لے آئی، تیسرے صاحب نے وہ چمچہ لیکر مریض

کے منھ مین بھرا یا اور جو کچھ مادہ جمع تھا اُسکے ذریعہ نکالا، اب تینون ڈاکٹر مریض کو نرس اور نوکرون کے حوالہ کرکے پھر پہلے ورانڈہ مین چلے آئے، اس مادہ پر غور کیا گیا اور کئی طرح سے اسکا امتحان کیا گیا، مگر نتیجہ مایوسی ہوئی۔

مجھے اس نوجوان کو موت کے منھ مین جاتے دیکھکر سخت افسوس آتا ہی ایک ڈاکٹر نے حسرت بھرے لہجہ مین کہا،

"مین نے اس مریض کا علاج زیادہ تر اسلیئے شروع کیا تھا، کہ اسکا مرض ایک نئی قسم کا مرض ہی، اور اس مین حکمت کے متعلق کچھ نئی معلومات حاصل ہونگی مگر نئی معلومات درکنار رہی یہان اصلیت کا پتہ ندارد ہے اور اس طرح پر اسے موت کا شکار ہوتے ہوئے دیکھکر مجھے دلی رنج ہے" دوسرے ڈاکٹر نے بھی قریباً یہی جملہ ادا کیا، تیسرے صاحب فرمانے لگے "مجھے آجتک سیکڑون بیمارون کی حالت اس سے زیادہ خراب دیکھنے کا اتفاق ہوا، مگر جسقدر میرے دل کو اس وقت تکلیف ہو رہی ہی کبھی نہین ہوئی، اسکی موت قابل رحم ہی"

بالآخر نرس بلائی گئی اور اُسے سمجھا دیا گیا، کہ مریض کی حالت نازک ہی زیادہ سے زیادہ اب دو گھنٹہ کا مہمان ہی نرس سے یہ بھی بتلا دیا گیا کہ "ہم مریض کے نوکرون کی تسلی کے لیئے دوا تجویز کیے جاتے ہین، وہ حسب معمول پلاتی رہنا، مگر اب فائدہ وائدہ خاک نہوگا"

یہ کہکر تینون ڈاکٹر رخصت ہونے لگے تو مریض کے نوکرون نے فیس ادا کی، ڈاکٹر صاحبان جیبون کو پر کرتے ہوئے اپنی اپنی گاڑیون مین سوار ہوگئے۔

نرس جو قریباً ایک ماہ سے مریض کے پاس رہتی تھی اسوقت دل شکستہ

نظر آتی ہی، اُسے اُمید تھی کہ مریض کے تندرست ہونے پر اسے بہت کچھ انعام واکرام ملے گا، ڈاکٹرون نے اسکی امیدون پہ پانی پھیر دیا، نرس نے اگرچہ دوا ہر پندرہ منٹ کے بعد بیمار کے منہ مین ٹپکانی شروع کی اور نوکرون کو تسلی دی کہ ڈاکٹرون کی رائے مین مریض آہستہ آہستہ صحتیاب ہو جاے گا، مگر دل مین سمجھ رہی تھی کہ تھوڑی دیر مین اُسکی ضرورت یہان باقی نرہیگی، اسلیئے اُسنے اپنے کپڑے وغیرہ سنبھالنا شروع کیے اس سے فراغت پاکر نرس نے پھر مریض کے منہ مین دوا ٹپکادی اور ایک ملازم سے کہا کہ کسی مسلمان مولوی کو بلا لائے نوکر نے یہ حکم دلی آزردگی سے سنا کیونکہ اُسے کچھ شک گذرا، وہ تو مولوی صاحب کو بلانے گیا، ادہر نرس نے مریض کے معتمد ملازم کو علیحدہ لیجاکر کہدیا کہ، اب بیمار کوئی دم کا مہمان ہے اور بچنے کی کوئی امید نہین رہی، نوکر جاکر مع ہوٹل کے منیجر کے مریض کی چارپائی کے پاس جمع ہوگئے ایک نوکر کے ساتھ مولوی صاحب تشریف لے آئے، جنھون نے نرس اور منیجر سے اجازت لیکر سورہ یٰسین بہ آواز بلند پڑھنی شروع کردی، اس سورہ مبارک کے ختم ہونے پر مریض نے یکایک آنکھین کھولدین، ہونٹون مین جنبش محسوس ہوئی اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ مریض تندرست ہو چلا ہے، اُسنے اشارہ سے اپنے معتمد ملازم کو بلایا اور اپنے اسوقت کی حالت سے زیادہ بلند آواز سے کہنے لگا کہ آخری وقت آن پہونچا، آہ کس بیکسی سے غریب الوطنی مین جان دے رہا ہون ؎

جو مرجاؤن تو قولِ رند میری قبر پر لکھنا
موا یہ دردِ فرقت سے قضا کا اِک بہانا تھا

دفعتہً بیمار کی پیشانی پر پسینہ آگیا، اور حالت تغیر ہونے لگی اوسکے ارد گرد جسقدر

مسلمان تھے اُنھون نے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللہ زور زور سے پڑھنا شروع کیا مریض نے پھر ایک دفعہ آنکھین کھولین، لبون کو جنبش ہوئی اور نحیف آواز مین آہستہ سے اُسکی زبان سے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللہ ادا ہوا، ایک ہچکی آئی، اور ہمارے دوست مسٹر **مسعود** بوڑھے باپ کو اس عمر مین داغِ جگر دیکر راہی ملک عدم ہوئے، نوکرون نے کہرام مچا دیا، نیسجر نے فوراً ایک تار رجنٹ مسعود کے والد کے نام دیا، ادہر نوکرون نے رو دہو کر تجہیز و تکفین کا انتظام کیا، متوفی کے والد کا تار آیا کہ نعش رنگون لائی جاے، چنانچہ ہیمیو کے مسلمان معززین کے اصرار سے وہان کی جامع مسجد مین ایک جم غفیر نے نماز جنازہ پڑھی، اور شام کی ٹرین پر ایک صندوق مین رکھکر ایک ریزرو ما لگاڑی مین رنگون روانہ ہوئی ۔

مسعود کے گھر مین نعش کے پہونچنے سے جو شور گریہ و بکا ہوا، اسکی تشریح کی ضرورت نہین، ایسے موقع پر جب ایک امیر باپ کا لایق اور نوجوان اکلوتا بیٹا دنیا سے نامراد چل بسے جسقدر صدمہ و الم ہو کم ہے، مگر سخت حیرت ہی کہ اس موقع پر مسعود کے والد کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ نکلا، جب بیٹے کے انتقال کا تار ملا صرف ایک آہ کی، اور یہ الفاظ اوس کی زبان سے نکلے ۔

"بیٹا مسعود! تم بوڑھے باپ کو چھوڑکر چل بسے، تمکو میری پیری پر بھی رحم نہ آیا، تمھین اپنی والدہ بھی یاد نہ رہی کیا اب مین دنیا مین زندہ رہسکتا ہون؟ میری جائداد اب کون سنبھالیگا، میرے مال کا اب کون وارث ہوگا، مسعود! مسعود! تو چلدیا، اور میرے لیئے داغ جگر چھوڑ گیا، میرے درد کی اب کوئی دوا نہین، اور

میری مصیبت کے لیے کوئی دُعا نہین، اچھا بیٹا جاؤ خدا تمھین بہشت مین جگہ دی"
یہ کہکر بوڑھے باپ نے نعش منگوانے کے لیے میمیو کو تار دیا اور اکثر اعزہ واقارب
کو ساتھ لیکر خود نعش لینے اسٹیشن پہونچا، رنگون کی پبلک مین جب یہ خبر مشہور ہوئی
تو ایک شور مچ گیا، ہر ایک مسعود کی جوانا مرگی پر افسوس کر رہا تھا اور اکثر گلی کوچون
مین مسعود کی وفات کا تذکرہ ہو رہا تھا، رنگون مین نعش صبح آٹھ بجے پہونچی، جابجا اطلاع
کرا دی گئی کہ جنازہ دو بجے اُٹھے گا، اس چھ گھنٹے کے عرصہ مین جنازہ کی شرکت کے
لیے مسلمانون کے علاوہ سینکڑون برہما آگئے جس سے مسعود اور اوسکے والد کی ہر دلعزیزی
کا پتہ چلتا ہے، دو بجے جب جنازہ اُٹھایا گیا تو اُنکے گھر کے سامنے کی پوری سڑک
آدمیون سے بھری تھی، جنازہ آہستہ آہستہ قبرستان کے قریب پہونچایا گیا تو قبرستان
مین بھی ایک انبوہ آدمیون کا موجود تھا، کہا جاتا ہے کہ رنگون مین اتنا بڑا مجمع کسی جنازہ
کے ساتھ کبھی نہین دیکھا گیا، قبر پہلے سے گورکنون نے کھود رکھی تھی، قبرستان کے وسط مین
جنازہ رکھا گیا، اور رنگون کے مشہور علامہ عصر نے جنکا وعظ ناظرین سن چکے ہین دوبارہ نماز
جنازہ پڑھائی نماز جنازہ کے بعد نعش قبر مین اُتاری گئی تو مسعود کے والد کے پاس ہی
مولوی حمید بھی موجود تھے (جو باوجود علالت جسمانی کے مسعود کی موت کا سانحہ
سنکر شرکت جنازہ کے لیے تشریف لائے تھے) مگر اُنکے آنے سے پہلے نماز جنازہ ہو چکی
تھی، لوگ متحیر تھے کہ باوجود اسکے کہ مولوی حمید کا کوئی تعلق مسعود یا اُنکے خاندان سے
بظاہر نہ تھا، مگر مولوی حمید کی آنکھون سے پیہم آنسو روان تھے، لیکن ایسے رقت آمیز
مقام پر بھی مسعود کے والد کی آنکھ سے ایک آنسو نہ نکلا، لوگ مسعود کے والد کے اس
صبر و استقلال کو دیکھکر حیران رہ گئے، آخر تو مسعود کی نعش قبرستان کی چند فیٹ گہری زمین

مین دفن کی گئی، جسکے ساتھ ہی مسعود کی تمام امیدین اور آرزوئین بھی پیوند خاک ہوگئین انا للہ وانا الیہ راجعون ط

بائیسوان باب

عدالت

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

رنگون کے مشہور سول جج کے کورٹ مین ابھی جج صاحب بہادر تشریف نہین لائے، جج صاحب ساڑھے دس بجے آتے ہین اور نصف گھنٹہ پرائیوٹ کمرے مین سستا کر ٹھیک گیارہ بجے سے عدالت شروع کرتے ہین، اسوقت دس بجے ہین، اہل معاملہ اپنی اپنی فکرون مین مصروف ہین، کوئی سمن تعمیل ہونے کے بارہ مین کلرک سے دریافت کر رہا ہے، کوئی اپنے مقدمہ کی تاریخ پوچھ رہا ہی، کسی کو وکیل کی فکر ہے کہ وقت پہ آجائے، کوئی گواہ کو دیکھ رہا ہی کہ رہ نہ جائے، اس مجمع مین ہم پادری نیگین اور چھونی پرشاد کو بھی دیکھ رہے ہین، جو اسطرح گفتگو کر رہے ہین -

پادری - ویل مسٹر چونی پرشاد آپ نے اس عورت کی طرفداری کا مزہ چکھ لیا،

چونی پرشاد، اب آپ اسکا ذکر جانے دین، ہان یہ کہیئے کہ آپ نے یہ کیا کیا! اگر آپ کو یہی کرنا تھا تو مجھے پہلے اطلاع تو دیدی ہوتی، اور آپ نے تو نوٹس تک نہین دیا ورنہ مین روپیہ کا انتظام کر دیتا، چونکہ مسٹر نوروزجی سے (جسکے نام کی رسید آپکے پاس ہے) وعدہ تھا کہ شروع سال سے ایک سو روپیہ ماہوار کے حساب سے روپیہ ادا کرتا رہونگا، سو مین اس وعدہ پر قائم رہونگا، اور اگلے مہینہ سے قسط

ادا کرنی شروع کر دون گا۔

پادری - اوہ! اب ان باتون کو جانے دو، عدالت خود فیصلہ کر دے گی، مین اپنے وکیل کو دیکھنے جاتا ہون، زیادہ ٹھرنے کی فرصت نہین۔

یہ کہکر پادری صاحب تو دوسری طرف نکل گئے اور چونی پرشاد بیلف کے کمرہ مین داخل ہوکر اسطرح گویا ہوئے۔

چونی پرشاد - مسٹر بیلف! اگر آپکو تکلیف نہ ہو تو ایک ضروری امر کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہون۔

بیلف - پوچھئے مین خوشی سے جواب دونگا۔

چونی پرشاد - پانچ روز قبل کا ذکر ہے، مین بخار مین مبتلا تھا، دو دن اور دو رات کے بعد دن کو آنکھ لگ گئی تھی، کورٹ کا کوئی پیادہ سمن لیکر میرے گھر پر گیا، میرے نوکر نے کہا کہ صاحب بیمار ہین، پیادہ کے ساتھ جو آدمی تھا اُسنے اصرار کیا، کہ سمن اندر لے جاؤ، نوکر جب اندر لایا تو مجھے آرام مین دیکھکر سمن واپس لے گیا، اور کہدیا کہ اسوقت ذرا می آرام مین ہین، پھر کل یا پرسون لے آنا، جسکے بعد وہ چلا گیا، اور اسوقت تک واپس نہین آیا۔

بیلف - تاریخ کب تھی؟

چونی پرشاد - یہی تو عرض کرتا ہون، مین جب تندرست ہوگیا، اور سمن نہ ملا تو اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو یکطرفہ ڈگری ہو جائے آج اس جگہ پتہ لگانے آیا، دیکھتا ہون تو آج کے مقدمات کی لسٹ مین میرا مقدمہ بھی ہی، اور تعمیل شدہ سمن لکھا ہے حالانکہ سمن اب تک تعمیل نہین ہوا کیونکہ مجھے نہین ملا، پھر کیون تعمیل شدہ لکھا گیا؟

بیلف - پیادہ نے اگر قسم سے کہا ہو گا۔ کہ مدعا علیہ لتعمیل سمن سے عمداً گریز کرتا ہی یا اُسنے لینے سے انکار کردیا، اسلیئے ایسا ہوا ہو گا۔

چونی پرشاد - مگر یہ تو پہلا ہی سمن ہی، اور ایک ہی دفعہ پیادہ سمن لیکر آیا تھا پھر مین اُسدن علیل بھی تھا۔

بیلف - ہم پیادہ کی قسم پر کارروائی کرتے ہین، خیر! اب تو آپ وقت پر آہی گئے ہین، جائیے مقدمہ کی پیروی کیجیئے۔

چونی پرشاد بہت اچھا کہکر اس کمرہ سے باہر نکلا اور سیدھا اپنے آفس گیا، ابتک کوئی صاحب تشریف نہ لائے تھے، اس لیے ایک پرچہ پر نوٹ لکھکر اس مضمون کا کہ ایک مقدمہ مین کورٹ کی حاضری کی وجہ سے آج آفس کی حاضری نہین دے سکتا بڑے صاحب کی میز پر رکھکر واپس کچہری مین آیا، اور سوچنے لگا کہ پادری صاحب نے آخر عدالت مین کر نالش کرہی دی، بہتر ہے کہ ان سے فیصلہ کیا جائے مین انکار تو کرونگا نہین ڈگری ہووے گی، اور پادری میری نصف تنخواہ قرق کرا سکتا ہے (تھوڑی دیر کی سوچ کے بعد) آیندہ ماہ سے مجھے دو سو پچاس روپیہ ماہواری ملینگے، مین ایک سو ماہوار دینے پر خوش ہون اسطرح سے سرکاری طور پر اسے ایک سو پچیس ملینگے خیر ؟ مضایقہ نہین یونہی سہی -

دفعتاً عدالت کے کمرہ کے تمام حاضرین فریقین وکلاء وغیرہ سروقد اٹھ کھڑے ہوئے دربان نے پنکھے کی رسی کھینچنی شروع کی، معلوم ہوا کہ جج صاحب بہادر کرسی عدالت پر رونق افروز ہوئے، پہلے وہ مقدمات پیش ہوئے، جنکے سمن اب تک تعمیل نہ ہوئے تھے، بعض مقدمات مین دوبارہ سمن جاری ہونے حکم ملا، ایک مقدمہ

مدعا علیہ کے پتہ نہ ملنے کے سبب سے خارج کردیا گیا، اسکے بعد وہ مقدمات عدالت کے روبرو آئے جن مین فریقین یا ایک فریق حاضر عدالت نہ تھے، صورت اول مین مقدمہ ڈسمس اور صورت ثانی مین جہان مدعی حاضر نہ تھا مقدمہ خارج، اور جس مین مدعا علیہ حاضر نہ تھا، اس مین یکطرفہ ڈگری دیدی گئی، ان کے ختم ہونے پر چلنے والے مقدمات پیش ہوئے، ایک بجے تک دو مقدمے فیصل ہوئے، اور جج صاحب کی اردلی نے پکارنا شروع کیا "پادری نیگ مین صاحب وچونی پرشاد" دوسری آواز مین پادری صاحب اور چونی پرشاد عدالت کے سامنے حاضر ہوگئے، چونی پرشاد کبس پر داہنی طرف کھڑا ہوگیا، اور مقدمہ شروع ہوا، اول حسب ضابطہ قسم وغیرہ دلاکر چونی پرشاد سے حسب ذیل سوال وجواب ہوئے،

عدالت۔ کیا روپیہ تمنے پادری نیگ مین سے لیا ہے؟

چونی پرشاد۔ جناب نہین!

عدالت۔ اس رسید پر تمھارے دستخط ہین؟

چونی پرشاد۔ جناب ہان!

عدالت۔ تمنے اس رسید کا روپیہ کس سے وصول کیا؟

چونی پرشاد، مسٹر نوروزجی سے جناب جسکے نام رسید ہی

عدالت تمکو معلوم ہے کہ یہ رسید نوروزجی نے پادری نیگمین کے ہاتھ فروخت کرڈالی ہی؟

چونی پرشاد۔ جی ہان نوروزجی نے مجھسے پوچھکر ایسا کیا۔

چونی پرشاد۔ جناب! مین نے انکار کب کیا ہی؟ ضرور دینا ہے۔

عدالت، تم کچھ عذر کرنا چاہتے ہو؟

چونی پرشاد ہان حضور!

عدالت، کہو!

چونی پرشاد، اول عذر یہ ہے کہ پادری صاحب نے چونکہ مجھے کوئی نوٹس نہین دیا اور نہ مجھسے کبھی زبانی تقاضہ کیا بلکہ مجھے اسوقت تک سمن بھی نہین ملا، اسلیئے میرے ذمے خرچہ عائد نہ ہونا چاہیئے

عدالت سمن نہ ملنے سے تمہاری کیا مراد ہی

چونی پرشاد، جناب! سمن یا عرضی دعوی کی کاپی مجھے ابتک نہین ملی

عدالت، پھر تم عدالت مین کسطرح حاضر ہوئے؟

چونی پرشاد! جناب آج مقدمات کی لسٹ اتفاقیہ نظر سے گذری، جسمین اپنا نام دیکھکر حاضر عدالت ہوا۔

عدالت (جماعت وکلا سے مخاطب ہوکر) صاحبان! سمن سے مراد مدعاعلیہ کو اطلاع پہونچانا ہی، جب کسی دوسرے ذریعہ سے اُسے اطلاع ہوگئی، توگویا سمن کی تعمیل ہوگئی۔

چونی پرشاد، مین کچھ کہنا چاہتا ہون حضور!

عدالت، کہو!

چونی پرشاد، بغیر میری اطلاع کے لسٹ مین تعمیل شدہ سمن کیونکر لکھا گیا؟

عدالت، جب لسٹ مین تعمیل شدہ ہی تو ضرور تعمیل ہوئی ہوگی، سرکاری

کام کوئی خلاف قانون نہین ہوتا، ہان تمھارا یہ عذر ہے کہ تم سے تحریری یا زبانی تقاضہ نہین کیا گیا، اس لیے خرچہ عدالت تمھارے ذمہ نہ ہونا چاہیئے (پادری سے مخاطب ہوکر) تمہارا اسمین کیا جواب ہی؟

پادری، جناب ابھی چند روز ہوے مین نے بذات خود مول مین جٹی پر اس سے تقاضہ کیا مگر اسنے میرے تقاضہ کی کوئی پروا نہ کی،

عدالت (چونی پرشاد سے) کیا پادری صاحب سچ کہتے ہین،؟

چونی پرشاد۔ ہرگز نہین! اُسدن شام کو پادری صاحب مجھے ضرور ملے تھے مگر روپیہ کا ذکر مطلق نہین کیا، بلکہ ایک ایسے معاملہ کے متعلق گفتگو ہوئی جسکا ذکر کرنا مین بحیثیت ایک شریف آدمی کے پادری صاحب کے لیے ہتک عزت سمجھتا ہون،

عدالت۔ عدالت کو دیگر معاملات سے سروکار نہین، تمسے روپیہ طلب کیا گیا یا نہین؟ ہان یا نہین سے جواب دو!

چونی پرشاد۔ نہین جناب روپیہ کا ذکر بھی نہین آیا،

عدالت (پادری سے) تمکو اس مین کیا عذر ہی؟

پادری، جناب مین نے اُس موقعہ پر روپیہ کے لیے تقاضا کیا تھا۔

عدالت، کیا تم قسم کھانے پر آمادہ ہو۔

پادری، جی ہان! حضور!!

چونی پرشاد کو اُتار کے پادری صاحب بکس پر کھڑے کر گئے، اور پادری صاحب نے انجیل مقدس ہاتھ مین لیکر پہلے کچھ دعا پڑھی، پھر جو پادر ترجمان کے حوالہ کی اپھر اپنے بیان کو دُہرایا، کہ مین نے مول مین جٹی پر چونی پرشاد سے روپیون کی ادائگی کیلیے

خاص طور پر کہا تھا، اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ روپیہ نہ ادا کرے گا تو مین عدالت مین چارہ جوئی کرون گا، یہ بیانات لکھوا کر پادری صاحب نیچے آ گئے اور چونی پرشاد پھر بکس پہ کھڑا ہوا۔

عدالت، چونکہ ہگمین صاحب نے حلفیہ اپنا بیان لکھوایا ہے، اسلیئے عدالت معہ خرچہ کے ڈگری دیتی ہی،

چونی پرشاد، جناب میرا ایک اور عذر ہی،

عدالت، کہو!

چونی پرشاد، پادری صاحب نے دعوی معہ سود کیا ہی اور رسید مین سود کا کوئی ذکر نہین،

عدالت، (پادری سے) تمھارا کیا جواب ہی،

پادری، جناب! مسٹر نورونجی نے جب اس رسید کو میرے ہاتھ فروخت کیا تھا تو سود کا بھی وعدہ کیا تھا، عدالت خود غور فرما سکتی ہی کہ بغیر سود کے کوئی شخص کیون قرض دینے لگا،

عدالت، چونی پرشاد! تمھارا یہ عذر معقول نہین، روپیہ کا سود ضرور ہونا چاہیئے اسلیئے پوری ڈگری دیجاتی ہی، تم اور کچھ کہنا چاہتے ہو۔

چونی پرشاد، ہان جناب!

اتنے مین ٹن ٹن سامنے والے کلاک نے دو بجائے، جج صاحب اُٹھکر کمرہ مین ٹفن کھانے کے لیئے چلدیئے، وکلا بھی نصف گھنٹہ کی چھٹی سمجھکر چلتے بنے مقدمات والے بھی ادھر اُدھر گھومنے لگے، اور عدالت کا کمرہ خالی ہو گیا، اس نصف گھنٹہ مین چونی پرشاد

علیحدہ پادری صاحب سے اس بات پر تصفیہ کرنا چاہا کہ زرڈگری ایک سو روپیہ
ار کے حساب سے ادا کرتا رہیگا، مگر پادری صاحب نے صاف انکار کر دیا، بلکہ
ں کہا کہ مجھے روپیہ کا اتنا خیال نہین، مین تو تمھین اس عورت کی طرفداری کا مزہ
نا چاہتا ہون، اب بھی اگر تم اُسکی حمایت چھوڑ دو، تو سنو کیا؟ مین پچیس روپیہ ماہوار
ر کرتا ہون، چونی پرشاد کو یہ کلمات سخت ناگوار ہوئے، اور پادری صاحب فرمانے
"بہتر ہے کہ اب ہماری ہر ایک بات کا فیصلہ عدالت ہی کرے،" اور عدالت کی فیصلہ
لمو انکار بھی نہین ہوسکتا"
دو بجکر پینتیس ۳۵ منٹ آگئے تھے کہ جج صاحب پھر رونق افروز کرسی عدالت ہوے،
لے وہ اشخاص پیش ہوئے، جو سول وارنٹون سے گرفتار کیئے گئے تھے، ان مین سے
شخص جو سب سے پہلے پیش ہوا، اُسکے نام ایک سو پچاس روپیہ کی ڈگری تھی،
نے عدالت کے سامنے عرض کیا کہ مین ایکبارگی کل روپیہ نہین ادا کرسکتا، پچیس ۲۵ روپیہ
ہوار بذریعہ اقساط ادا کرونگا، عدالت نے مدعی سے پوچھا، مدعی نے ماہوار پچیس ۲۵
وپیئے منظور کیے، اس لیئے اُسے رہا کیا گیا، دوسرا آدمی پیش ہوا جسکے اوپر معہ خرچہ
ات سو چھیتر روپیہ کی ڈگری تھی، اُسنے بیان کیا کہ میرا روپیہ بنک مین جمع ہے، مگر چونکہ
ن ایک بجے کے بعد گرفتار کیا گیا، اور اسوقت روپیہ بنک سے نہین مل سکتا، اور چیک
ب میرے ہان ختم ہوگئی ہے، کل پبلک ہالیڈے ہے، کورٹ کے ساتھ بنک بھی بند
ہین گے، اسلیئے مین وعدہ کرتا ہون کہ پرسون روپیہ ادا کردونگا، عدالت نے کہا کہ جب
تمھارے پاس روپیہ تھا، تو اس سے قبل تمنے کیون نہ ادا کیا؟ مدیون نے جواب دیا
حضور! مجھے تو نہ عرضی کی خبر ہے نہ ڈگری کی، نہ مجھے سمن ملا، اب اسوقت پکڑا گیا، تو خبر ہوئی

عدالت نے ان معاملات مین دخل دینے سے انکار کیا، اور مدعی سے پوچھا کہ وہ پرسون تک مہلت دینی پر آمادہ ہے یا نہین؟ مدعی نے انکار کیا، اسپر مدعا علیہ نے پھر کہا جناب مین حاضر ضمانت دینے کے لیے بھی طیار ہون، کہ مین پرسون تک بھاگ نہین جاؤنگا۔ عدالت نے اسکے لیے بھی مدعی سے پوچھا، مدعی نے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ پرسون تک یہ جیل مین رہے اور پرسون روپیہ ادا کرکے چلا جاے، اسپر عدالت نے اُسے جیل لیجانے کے لیے حکم دیا۔

اب پھر چونی پرشاد اور پادری صاحب کا مقدمہ پیش ہوا۔

چونی پرشاد، جناب مینے مسٹر نورونجی سے یہ وعدہ کیا تھا، کہ آیندہ ماہ سے ایک سو روپیہ ماہوار ادا کرتا رہونگا، اسلیے میری یہ درخواست ہے کہ عدالت باقساط ایک سو روپیہ ماہوار کی قسط ادائیگی کا حکم دے۔

عدالت (پادری ہیگین سے) ویل پادری ہیگین! اُنکو ایک سو روپیہ قسط منظور ہے

پادری، نہین جناب!

چونی پرشاد، کسقدر افسوس ہو کہ پادری صاحب زیادہ سے زیادہ میری نصف تنخواہ قرق کرا سکتے ہین، جسکی تعداد آیندہ ماہ سے ایک سو پچیس روپیہ ہوگی صرف پچیس روپیہ کا فرق ہو، مگر پادری صاحب میرے حال پر ذرا رحم نہین کرتے۔

پادری (عدالت سے) جناب! میری ایک عرض ہو

عدالت، کہو!

پادری، جناب مجھے شک ہو کہ چونی پرشاد رنگون سے بھاگ جائیگا، اسلیئے مین عدالت سے چاہتا ہون کہ اگر وہ فوراً زرڈگری ادا نہین کرتا، تو اُسے

تیسوان باب

گارڈن پارٹی

عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے　　کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو

مسٹر داستہ فادرنس ہنی مون سے واپس آگئے، آج سر جارج کے مشہور و معروف محل مین ایک عام گارڈن پارٹی ہے، جسمین ہر مذہب و ملت کے آدمی مدعو کیے گئے ہین سر جارج جیسے امیر اور فیاض شخص نے جس سیر چشمی سے آج انتظام کیا ہے، شاید ہی دنیا مین کوئی دوسرا شخص کرے، رنگون کا بڑا ریلوے اسٹیشن مع انسین تک کے تمام لوکل اسٹیشنون کے سرخ بانات سے آراستہ کیا گیا ہے، سر جارج نے برما ریلوے کے ساتھ ایک دن کے لیے معاہدہ کرلیا ہے کہ آج ہر پندرہ منٹ کے بعد ایک ٹرین رنگون سے انسین اور انسین سے رنگون چھوڑی جاے اور مسافر مفت سوار کیے جائین، خواہ وہ کسی قوم و ملت کے ہون، اسکے علاوہ دو اسپیشل ٹرینین جنمین فرسٹ کلاس گاڑیان تمام رزرو تھین اُن مہمانون کے لیے مہیا کی گئین جو رنگون سے بغرض شرکت گارڈن پارٹی انسین تک ریل پر جائین اسیطرح تین موٹر کارین جن مین سے ہر ایک بیس آدمی بٹھا سکے، اس لیے مقرر کی گئین تھین کہ جو اصحاب دعوت مین انسین تک موٹر کی سواری پسند کرین، انہین جا سکین، علاوہ ازین گاڑیون اور موٹرون پر جانیوالون کے لیے وسط راہ مین کمایٹ کے قریب ایک عارضی رسٹ ہاؤس بنایا گیا تھا، جسکو ہر طرح سے آراستہ کرکے ہر قسم کے ملائی پانی چاء، کافی، کیک، بسکٹ، مٹھائی وغیرہ کا بخوبی انتظام کیا گیا تھا تاکہ مہمان

یہان دس پندرہ منٹ آسایش وآرام لیکر کھاپی کر ہنستے بولتے آگے روانہ ہون، ریلوے کے راستہ سے جو مہمان جائین ان کے لیے بھی انسین کے سٹیشن پر اسی قسم کا ایک رسٹ ہوس طیار کیا گیا تھا جہان سے محل تک سرجارج کی پرایویٹ گاڑیان مہمانون کے لیجانے کے لیے مہیا کی گئین تھین۔

انسین سٹیشن سے سرجارج کے محل تک دو طرفہ درخت مختلف قسم کی جھنڈیون سے آراستہ کیے گئے اور آٹھ مقامات پر مصنوعی دروازے بنا کر ان پر موٹے موٹے سنہرے حرفون مین ویلکم وغیرہ مختلف قطعات لکھے گئے ہین۔ جب سامنے کی پہاڑی سطے کر کے اوٹ سے باہر ہو جاؤ تو سرجارج کا خوشنما محل دور سے اسقدر دلفریب معلوم ہوتا ہے جسکا بیان نہین ہوسکتا، محل کی سب سے اونچی جگہ پر برٹش جھنڈا لہلہا رہا ہی، اور تمام محل کے کمپونڈ مین جھنڈیون سے اسطرح خوشنمائی پیدا کی گئی ہے جو دور سے نہایت ہی بھلی معلوم ہوتی ہین، ایک خاص صفت جو اس محل کے احاطہ مین برتی گئی ہی وہ یہ ہی کہ تہائی عرق ریزی سے سب سے اونچے دو درختون پر تار۔ باندھکر ایک بڑے وسیع کپڑے کی زرد چادر اُسمین ٹکائی گئی ہی جو اندازاً دو سوگز لمبی اور پچاس گز چوڑی سے کم نہین اور جسپر ویلکم کے حروف قریباً دس گز کی موٹائی سے لکھے گئے ہین، اس عظیم الشان کپڑے کو رنگ لگا کر اوپر کا حصہ تار کے ساتھ اور نیچے کا کسی درخت کی جڑ سے جسطرح ہوسکا، ایسا مضبوط کر لیا ہے کہ ہوا کے اثر سے محفوظ رہ سکے، اس کپڑے کے حروف دور ہی سے مہمانون کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہین، محل کے نزدیک پہونچکر ایک مصنوعی دروازہ پر بارہ دری اس قسم کی بنائی گئی ہی کہ اسپر یورپین رجمنٹ کے بینڈ والے آسانی کے ساتھ باجا بجا کر نہ صرف آنے جانے والون بلکہ تمام محل والون پر بیخودی کا عالم طاری کرتے ہین، بڑے پھاٹک کے

اندر جاتے ہی چارون طرف چھوٹے چھوٹے سنگ مرمر کے میز نظر آتے ہین، جنکے ادہر
اُدہر خوبصورت اور سبک ڈڈ بینٹ کی کرسیان، کہین خوشنما کوچ اور کہین بنچین،
جنپر مخملی غلاف پڑے ہوے ہین، نظرون کو خوش کر رہی ہین، پانچ پانچ گز کے فاصلہ
پر ایک ایک بڑی میز رکھی ہی جسپر سفید چادر کے اوپر ہر قسم کے میوہ جات، کابل کے
سردے، کشمیر کے سیب، اور پیرس کی نعمتین تک موجود ہین، اسیطرح مٹھائی ہر قسم
کی اور ہر فیشن کی اعلی سے اعلی، ہر ایک مہمان کی طبیعت کے موافق ان میزون پر چنی
ہوئی ہی، ولایتی پانی ہر قسم کا، برف وغیرہ سوائے شراب کے ہر چیز ناشتہ کے متعلق ان
میزون پر موجود ہے، ہر ایسے میز کے ساتھ چار چار نوکر سفید وردی پہنے موجود ہین جنکے
علاوہ متعدد کمر بستہ نوکر متفرق طور پر مہمانون کی خدمت کے لیئے جابجا مستعد ہین، لیڈی
جانسٹن ہر ایک مہمان (کیا دیسی امیر کیا یوروپین) سے نہایت ہی خندہ پیشانی سے
مل رہی ہین، اسوقت مسٹر اور مسز فلورنس (سابقہ مس جانسٹن) کا چہرہ خوشی کے
مارے گلاب سا شگفتہ اور سرخ ہو رہا ہی اور کندن سا دمک رہا ہی، مسز فلورنس آن مہمانون
کی نظرون مین جنھون نے اسے مس جانسٹن کی حیثیت سے دیکھا ہی کچھ اور ہی
نظر آ رہی ہی، شادی نے چند ہی دنون مین اسکی شکل وشمائل بدل دی ہی، اسکا قد
معمول سے کسیقدر لمبا اور اسکا جسم موزونیت کے ساتھ فربہی کے جانب بڑھتا نظر آتا
ہے، چہرہ کا رنگ جو پہلے شربتی سرخی کے ساتھ دلفریب رہا تھا اب جھبر یا انداز سے
دمک رہا ہی، جوانی کے جوش مین اب ایک خاص چیز زیادتی ہوتی ہو جیسے شباب نے
جسم مین روح پیدا کر دی ہی، اور جبکی کیفیت کچھ انھین دلون سے پوچھی جاسے، جو عاشق
مزاج ہون، جو قدم پہلے نہایت ناز سے ساتھ اٹھتے تھے اب ایک خاص دلربا یانہ انداز

سے اُٹھکر نوجوانون کے دلون کو مسل رہے ہین، وہ بال جو آجتک کمر پر کھلے رہ کر اپنی پریشانی کے سبب سے ہر وقت اُلجھتے تھے، آج سر کے اوپر اس انداز سے گوندھے گئے ہین کہ پیشانی کے اوپر کا حصہ پورا اُبھرا ہوا نظر آئے۔ اسوقت مسز فلورنس اپنی نوجوانی کے دوست مسٹر جیکسن سے مسکرا مسکرا کر باتین کر رہی ہی۔

مسٹر جیکسن، میری پیاری مسز فلورنس! مین تمھین اس نئے عہدہ پر تہ دل سے مبارکباد دینے کی عزت حاصل کرتا ہون،

مسز فلورنس۔ پیارے جیکسن! مین تمھاری اس مبارکباد کا شکریہ ادا کرتی ہون اور امید کرتی ہون کہ میرے اُس دن کے جواب سے (جسے آج ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا اور جسکے بعد آج ہی تم سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا) تم ناراض نہوی ہوگے

جیکسن، اوہ! اگرچہ رنجدہ بات تھی، لیکن مجھے اب اسلیئے رنج نہین کہ مین تمھین خوش دیکھکر خوش رہ سکتا ہون، جب تمھاری خوشی اسی مین دیکھی تو مین بھی اسی مین خوش ہون ع

"راضی ہین ہم اُسی مین جسمین تری رضا ہو"

مسز فلورنس، تو مین امید رکھون کہ آیندہ ہمارے دوستانہ تعلقات اسیطرح قایم رہینگے، جیکسن! مین سچ کہتی ہون، فلاری (مسٹر فلورنس) بہت نیک طبیعت آدمی ہی۔

جیکسن، اسکی اس عظیم الشان فتح پر جو اُسنے میرے مقابلہ مین پائی ہے اگرچہ مجھے حسد نہین لیکن رشک تو ضرور ہی۔

مسز فلورنس۔ رشک برا نہین، حسد نہ ہونا چاہیئے، جیکسن! مجھے تعجب ہے،

کہ اس ایک سال کے عرصہ مین تم نے اپنی شادی کا بندوبست نہین کیا؟

جیکسن۔ مسز فلورنس! کیا تم سمجھتی ہو کہ مین اپنا وعدہ پورا نہ کر سکونگا؟

مسز فلورنس، کون سا وعدہ؟

جیکسن۔ یہی کہ اگر تمہارے ساتھ شادی نہ ہو سکی تو عمر بھر تمہاری یاد مین مجرد رہون گا۔

فلورنس، جیکسن! ایسی باتین نہ کرو، دنیا مین ایک سے ایک بڑھکر حسین ہین، تمھارے جیسے خوبصورت نوجوان کے لیے بیوی اور حسب خواہش بیوی ملنا کوئی مشکل نہین!

جیکسن۔ لاکھ دنیا مین حسین ہون مگر تم سا بھی کوئی ہوگا؟

مسز فلورنس، جیکسن! میرے حسن کی حد سے زیادہ تعریف نہ کرو!!

جیکسن، مین معافی چاہتا ہون، دراصل اب تمھارے حسن کی تعریف کا حق سوا فلورنس کے کسی دوسرے شخص کو نہین رہا،

مسز فلورنس، تم تو پیارے جیکسن خفا ہو گئے، میری مراد یہ نہ تھی کہ تم کو میری تعریف کا حق ہی نہین رہا، مین تمھاری دوستی پر فخر رکھتی ہون، مگر تم میری ایسی تعریف کرتے ہو، جو حد سے زیادہ ہو،

جیکسن، پیاری مسز فلورنس یہ تمھاری کسر نفسی ہے مین سچ کہہ رہا ہون کہ تم حسن و خوبی مین یکتا ہو اور تمھارے حسن کو کوئی مجھ سے پوچھے۔

لیلیٰ را بچشم مجنون باید دید

سامنے سے دو معزز لیڈیان ایک جنٹلمین کو بیچ مین لیے آتے دیکھکر

مسز فلورنس جیکسن سے رخصت ہوکر ان سے جا ملی جیکسن جو یہاں سے چلا تو بائین طرف سے ایک چینی اور ایک برہمی جنٹلمین آرہے تھے، یہ دونون جیکسن کے شناسا تھے، علیک سلیک کے بعد وہ ان سے بات چیت کرنے لگا، تینون ٹہلتے اور باتین کرتے دوسری جانب نکل گئے، جہان ایک خالی بینچ پر یہ لوگ بیٹھ گئے، اتنے مین سامنے سے مسٹر فلورنس ایک مسلمان مہمان سے نہایت خلق سے باتین کرتا نظر آیا پہلے سے بیٹھے ہوے تینون صاحبون کے پاس ہی یہ دونون آکر بیٹھ گئے، جیکسن اور فلورنس کے لباس کی تشریح کی ضرورت نہین کیونکہ یورپینز کا لباس ایسی دعوتون مین عموماً ایک ہی قسم کا ہوتا ہی (جسے عام طور پر سب جانتے ہین) برہمی صاحب کا لباس وہی پرانے فیشن کا ہی، چودہ گز کی ریشمی گلابی رنگ کی لنگی تہ بند کی طرح بندھی ہوئی جسکے اوپر ایک سیاہ بانات کی انگی (چھوٹا کوٹ) سر پر لمبے بال گوندھے ہوے ایک طرف پلٹے ہین، ایک رنگین ریشمی رومال اوپر سے سارے سر پر بندھا ہے، ان صاحب کی عمر اسوقت چالیس کے قریب نظر آتی ہے، چینی جنٹلمین ابھی جوان ہین، کھلی چابنبر تلون کے اوپر برہمی انگی ہمرنگ ہونے کے سبب سے کچھ بُری نہین معلوم ہوتی، البتہ سر کے بالون کی چوٹی اسقدر لانبی ہی کہ مجبوراً اسکا سر ابغل کے نیچے سے لاکر انگی کی بائین جیب مین رکھلیا گیا ہے، برہمی اور چینی دونون حضرات کے چہرے داڑھی، مونچھ سے اول تو قدرتی صاف ہین، اگر کہین ایک آدھ بال تھا بھی، تو وہ موچنے سے صاف کردیا گیا ہی، مسلمان صاحب ایک بوڑھے آدمی ہین داڑھی برف سی سفید ہی، اگر بھری ہوتی تو زیادہ بھلی معلوم ہوتی، تاہم چندان غیر موزون نہین، آپ شرعی سفید پاجامہ کے اوپر سفید لٹھے کی اچکن زیب تن کیئے ہین، منڈے سر پر پگڑی نما ٹوپی ہی

(جو دور سے عمامہ کی طرح نظر آتی ہے) اتنے مین پانچون صاحبون کے سامنے والے بنچ پر ایک مدراسی سیاہ فام جنٹلمین کوٹ پتلون پہنے سر پر مدراسی وضع کی پگڑی باندھے معہ ایک بنگالی حضرت کے (جسکے بائین ہاتھ مین اپنی لمبی دہوتی کا ایک حصہ ہے) آن بیٹھے یہ ساتون اشخاص بے تکلف باتون مین مشغول ہین، بفکری سے ادہر ادہر کی گپین اڑا رہے ہین، مختلف لباسون اور طبیعتون کے لوگ آپس مین اسطرح نظر آرہے ہین گویا سب ایک قوم ہین داہنی طرف سے سر جارج جانسٹن معہ ایک نوجوان رئیس زادے کے خرامان خرامان آرہے ہین یہ نوجوان اگرچہ مسلمان ہے، مگر وضع اور طرز لباس بالکل انگریزی ہے، چنانچہ ہیٹ کے استعمال کی وجہ سے اسوقت سر اسکا کھلا ہوا ہے، جسپر البرٹ فیشن کے بال خوشنما معلوم ہوتے ہین، اب اسجگہ نو صاحبون کا مجمع ہوگیا پہلے سے بیٹھے ہوے اصحاب سر جارج کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے، سر جارج نے ہر ایک سے تھوڑی تھوڑی دیر اخلاق سے گفتگو کی، اور چاہا کہ اسجگہ ان مختلف الاقسام مہمانون کا فوٹو لیا جائے معًا سر جارج کے اشارہ سے نوکر ایک فوٹوگرافر کو بلالایا (جو اسوقت تک کئی فوٹو مہمانون کے لے چکا تھا) جیکسن، فلورنس، مسلمان نوجوان، چینی جنٹلمین، پیچھے کھڑے ہوگئے باقی حضرات سامنے کرسیون پر بیٹھ گئے، فوٹو لے چکنے کے بعد سر جارج کے حکم سے نوکر اسی جگہ بادام کی آئیس کریم لے آئے، جسکو لے کر سب نے مزے سے کھایا بعد ختم دعوت یادگار کے طور پر فوٹو ایک خوشنما فریم مین سر جارج نے اپنے ڈرائنگ روم مین سجایا،

یہہ گارڈن پارٹی بڑے تکلف کے ساتھ نہایت لطف سے پوری ہوئی اس اہتمام سے مختلف اقوام کے افراد کا مجمع رنگون مین نہین دیکھا گیا۔

اس موقعہ پر سرجارج نے چاہا تھا کہ انکا داماد آیندہ انھین کے محل مین رہا کرے مگر انکی بیٹی اور داماد دونون نے یہ منظور نہ کیا، اور علیحدہ ایک کوٹھی مین سکونت اختیار کی، اگرچہ راتدن محل مین آنا جانا رہتا ہی۔

چوبیسوان باب
خودکشی

حسرت اُس عاشق مجبور کی جانبازی خودکشی کرکے جو مرجاے غم جانان مین

رنگون کے سنٹرل جیل مین جب سے رنگون مین پلیگ کا دور دورہ ہوا ہے ایک حصہ علٰحدہ کرکے اسکا نام سیگریگیشن رکھا گیا، جو قیدی آتے ہین، خواہ وہ سول ہون یا کرمنل چند روز تک اس حصہ مین ٹھہراکر پھر باضابطہ جیل مین داخل کیے جاتے ہین، آج اس سیگریگیشن مین ہم مسٹر چونی پرشاد کو دیکھ رہے ہین جو سول جج کے حکم سے ابھی چند روز ہوے بحیثیت ایک دیوانی قیدی کے اس جگہ داخل ہوا ہے، داخلہ کر دوسرے دن چونی پرشاد نے سپرنٹنڈنٹ جیل کی معرفت دائرکٹر جنرل کی خدمت مین ایک عرضی اس مضمون کی دی، کہ مین ناگہانی طور پر ایک سول مقدمہ مین قید کر لیا گیا چھ ماہ کی رخصت بلاتنخواہ عطا کی جاے اس عرضی کا جواب چوتھے روز مندرجہ ذیل ملا،

مسٹر چونی پرشاد

معرفت سپرنٹنڈنٹ رنگون سنٹرل جیل

بجواب تمہاری عرضی محررہ .... براے رخصت چھ ماہ تم کو اطلاع

دیجاتی ہے کہ کیون نہ فی الحال تمکو معطل کیا جاے، تاکہ اگر تم حاضری کے وقت اطمینان بخش جواب نہ دیسکو تو تمکو برخاست کیا جاے،

دستخط ڈائرکٹر جنرل

اس خط سے اگرچہ جیل مین چونی پرشاد کو فکر تو ہوئی، مگر اس خیال سے کہ مین واپسی پر تسلی بخش جواب دیدونگا، چندان پریشان نہ ہوا، نیز یہ بھی خیال تھا کہ اسکا قرضہ اسکی چھ ماہ کی تنخواہ سے کم ہے،

جیل مین چونی پرشاد کو ہر وقت سانولا کا خیال دامنگیر تھا، جو رنگون مین بالکل اجنبی کی حیثیت رکھتی تھی، اور جسکا کوئی والی وارث رنگون مین نہ تھا بلکہ جسکے پاس ضروری اخراجات کے لیے رقم بھی نہ تھی، چونی پرشاد چونکہ تعلیم یافتہ اور مہذب آدمی تھا اسلیے سیگریکیشن کا انچارج خواہ کوئی جیلر رہتا، کبھی کبھی اس سے گفتگو کرکے اپنا دل ضرور بہلاتا، چنانچہ ایک دن ایک جیلر سے اس طرح اسکی گفتگو ہوئی۔

جیلر، چونی پرشاد! اگر تم جیل مین اس طرح مغموم رہوگے تو تمھارا وزن کم ہوجائیگا اور ذمہ داری ہمپر عائد ہوگی،

چونی پرشاد، جناب! جیل مین آکر کون خوش رہ سکتا ہی؟

جیلر، کیا تمھین یہان کسی قسم کی تکلیف ہی؟

چونی پرشاد، آپکی مہربانی سے یہان آرام سے تو دن کاٹ رہا ہون، مگر خانگی تفکرات سے دل بیچین ہے۔

جیلر۔ تم اطمینان رکھو، تمھاری رخصت نامنظور ہونا اور معطل رہنا، تمھارے حق مین بھی بہتر ہی ہوگا۔

چونی پرشاد، نہین جناب! مجھے اِسکی فکر نہین، مین جانتا ہون کہ واپسی پر جب مین ڈائرکٹر جنرل کا اطمینان کردونگا، تو مجھے معطلی کے دنون کا الاونس (چوتھائی تنخواہ) بھی ملیگا، میرے خانگی معاملات کچھ ایسے ہین، کہ راتدن اسی دُھن مین متفکر رہتا ہون۔

جیلر۔ خانگی معاملات کو تم خود اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہو، مین امید کرتا ہون چونی تمکو چھ ماہ یہان رہنا نہ ہوگا۔

چونی پرشاد، آپ کیونکر ایسا سمجھتے ہین؟

جیلر، یہان سیکڑون سول قیدی آتے ہین، مہاجن لوگونکو صرف اس خیال سے بند کراتے ہین، کہ اس ذریعہ سے روپیہ وصول ہو جائیگا جب وہ دیکھتے ہین کہ روپیہ وصول نہین ہوتا، تو بعض ایک دو ماہ انتظار کرکے آیندہ خرچہ داخل نہین کرتے اسطرح سے ہر پہلی تاریخ کو چالیس پچاس آدمی چھوٹ جاتے ہین۔

چونی پرشاد، لیکن جناب! میرا تو معاملہ ہی اور ہے، مجھے رہائی کی امید نہین!

جیلر، اگر مین غلطی نہین کرتا، تو تم کو کسی پادری نے قید کرایا ہے۔

چونی پرشاد، جی ہان پادری ہیگمین صاحب نے۔

جیلر، پادری تو بڑے رحمدل ہوتے ہین، غالباً پادری صاحب آیندہ ماہ کا خرچہ تمھارے لیے داخل نہ کرینگے،

چونی پرشاد، میرے حق مین تو پادری صاحب سنگدل ثابت ہو رہے ہین، اور میری جائز درخواست کو بھی اُس نے مسترد کردیا،

جیلر، ایک مذہبی پیشوا کا ایسا کرنا تعجبات سے ہے۔

چونی پرشاد - اصل یہ ہے کہ ایک عورت کے پیچھے یہ سارا جھگڑا ہوا تھا ورنہ روپیہ کے لیئے پادری نے ایسا نہین کیا، اگر وہ مجھکو ایک دن کی مہلت دیتا تو مین روپیہ کا انتظام کر دیتا لیکن اس کی مرضی تو مجھے جیل مین ڈالنی کی تھی

جیلر کیا تم مجھے یہ واقعہ ذرا تفصیل کے ساتھ سنا سکتے ہو۔

چونی مجھے کوئی عذر نہین!!!

جیلر چونی پرشاد! معاف کرنا، مین کرسی پر بیٹھا کام کر رہا ہون، اور تم میرے میز کے سامنے کھڑے ہو جیل مین مجبوری ہی، ہم لوگ کسی قیدی کے ساتھ رعایتی برتاو نہین کر سکتے،

چونی، مین یہی غنیمت سمجھ رہا ہون، کہ آپ مجھ سے بات کر رہے ہین، اور آپ نے میز کے سامنے کھڑے رہنے کی اجازت تو دی ہے،

جیلر۔ ہان تو سنائیے ذرا پادری کا قصہ۔

چونی، مین وطن مین ایک عورت پر عاشق ہو گیا، اور اُسے بھی مجھسے محبت ہو گئی مین ملازمت کے سلسلہ مین رنگون آگیا، وہ عورت جسکا نام سانولا ہے، میری تلاش مین گھر سے نکلکر مدراس پہونچی، چونکہ بے زر تھی، رنگون تک بغیر کسی وسیلہ کے آنا محال تھا، ایک ولایتی جہاز مین پادری نیگمین صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لیے ولایت سے آرہے تھے، ایک خادمہ کی ضرورت تھی، مدراس سے سانولا ان کے ساتھ نوکر ہو کر رنگون پہونچی، سانولا! او پیاری سانولا!! مجھسے بہت ہی محبت کرتی ہی، اُسکو مجھسے عشق ہے، رنگون جیسے شہر مین اسے میرا پتہ ملنا آسان نہ تھا، تاہم اُسنے میری تلاش مین کمی نہ کی، سانولا چونکہ نہایت ہی حسین ہی، پادری صاحب بھی اس پر شیدا ہو گئے، سانولا جیسی پاکباز عورت سے اسکی آرزو بر آنا بعید تھا، اسلیئے وہ کُسکے

گھر سے نکل گئی، اور قدرت نے کچھ ایسے سامان کر دئے، کہ سانولا مجھ سے آن ملی، پادری صاحب کو جب یہ خبر ہوئی، تو انھون نے بزور سانولا کو مجھسے علیحدہ کرنا چاہا، اور انکار پر یہ طوفان برپا کر دیا، اب اگر مجھے کوئی فکر ہی تو صرف سانولا کی۔

جیلر۔ کیا سانولا کو تم سے محبت ہے؟

چونی پرشاد، محبت! جناب!! اسے اسقدر مجھسے محبت ہے، کہ مجھے یہان سب سے زیادہ یہی فکر ہے، کہ وہ میرے غم مین کہین خودکشی نہ کرلے۔
جیلر صاحب مجھسے وہ بارہا خود کہہ چکی ہے، کہ اس غیر ملک مین اگر پھر کوئی صورت تم سے علٰحدگی کی ہوئی، تو مین زہر کھالونگی، یا دریا مین ڈوب مرونگی۔
کئی بار مین نے آزمایا، جب مجھے آفس سے آتے ہوے دیر ہو جاتی تہی، تو وہ دیوانہ وار میرے انتظار مین گھبرائی گھبرائی پھرتی، کبھی کبھی حد سے زیادہ بیقرار ہو جاتی تھی۔

جیلر، مگر وہ کیون خودکشی کرلے گی؟

چونی پرشاد۔ اسلئے کہ اب اسے میرے فراق کی تاب نہین، اور پادری کا خوف علٰحدہ ہے۔

جیلر۔ تو کیا پادری نے تمپر یہ مقدمہ فرضی بنایا ہے، یا اصل مین تم اسکے قرضدار تھے؟

چونی پرشاد یہ ایک علٰحدہ معاملہ ہی، مجھے ایک دوست مسٹر نوروزجی نامے کو پانسو روپیہ دینا تھے، وہ یہان سے تبدیل ہو گئے، اور انکو روپیہ کی ضرورت بھی تھی، مجھسے پوچھکر نوروزجی نے پادری کے ہاتھ میری رسید فروخت کر ڈالی، اُسکے

بعد سانولا والا واقعہ پیش آیا، اور پادری نے اس رسید سے فائدہ اُٹھا کر مجھے قید کرا دیا۔

جیلر۔ لیکن جب کہ تم ایک سرکاری معزز عہدہ دار تھے، تو جج نے پادری کو مجبور نہ کیا کہ وہ تمھیں قید نہ کرے بلکہ تمھاری نصف تنخواہ قرق کرالے۔

چونی پرشاد، جج نے اس معاملہ میں دخل دینا مناسب نہ سمجھا۔

جیلر، یہ تو سراسر ناانصافی ہے۔

چونی۔ حاکم کی مرضی۔

جیلر صاحب اپنا کام کرکے کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے، زور سے ایک انگڑائی لی ایک قیدی سے کاغذ سمیٹنے کو کہا، اور خود دوسری طرف چلتے بنے، چونی پرشاد جو اسوقت تک کھڑا کھڑا تھک گیا تھا، ایک آہ کھینچ کے ایک طرف منشی کے فرش پر بے تکلف بیٹھ گیا، ابھی پانچ منٹ بھی نہ گذرے ہوں گے، کہ سول وارڈ سی اسکا ایک ہم مذہب کھانا لیکر آیا، چونی پرشاد نے کیلا کا پتہ لیکر ایک طرف گھاس پر بچھا دیا۔ کھانا لانے والے شخص نے اُس پر چاول ڈالدیے اور اُس کے اوپر کچھ آلو اور شوربہ انڈیل دیا، غریب چونی پرشاد نے بھوک سے بچنے کے لیئے جسقدر ہو سکا اُسمیں سے کھایا۔

پہلے جیلر کی جگہ اب دوسرا جیلر اسجگہ کام کرنے کے لیئے آگیا، اُسنے آتے ہی پہلے دو کریمنل قیدیوں کو جو سامنے کھڑے تھے، منہ پر ایک ایک تھپڑ رسید کیا کیوں کہ وہ ہاتھ جوڑے کھڑے نہ تھے، اسکے بعد وہ میز کے کاغذات کو اُلٹ پلٹ کرنے لگا کہ قیدیوں کے داخلہ کا دروازہ کھُلا، اور سول کورٹ کے ایک چپراسی کے ساتھ

تین سول قیدی داخل ہوئے، جن میں سے ایک مدراسی ہندو ایک ہندوستانی مسلمان اور ایک چیٹی تھا، یون تو معمول ہے کہ ہر روز نئے قیدی بھرتی ہوتے رہتے ہین، مگر آج ایک چیٹی کا (جو رنگون کے مشہور ساہوکارون کا فرقہ ہے) آنا خلاف معمول اور داخل تعجبات تھے، چنانچہ جیلر بھی اُسے دیکھکر متعجب ہوا، چونی پرشاد بھی دور ہی سے متحیر تھا، انسان بالطبع مدنیت کا مادہ رکھتا ہی، جیلر صاحب اب بات کرین، تو کس سے؟ اگر معمولی قیدیون کے ساتھ بات کرنے سے رہے، دیالت کا پیادہ تھا، اسے ادنی سمجھکر کیا منہ لگاتے، آخر نظر چونی پرشاد ہی پر پڑی، کیونکہ اس مجلس مین یہی ایک تعلیم یافتہ تھا، جیلر نے چونی پرشاد کو اشارہ سے بلایا چونکہ یہ بنا دا اور خندہ پیشانی سے تھا، چونی پرشاد نے اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھایا، اور جیلر کے سامنے بنچ پر آکر بیٹھ گیا۔

جیلر۔ (غصہ سے) تمکو کس نے بیٹھنے کی اجازت دی۔

چونی پرشاد۔ جناب! کسی نے نہین (اُٹھ کر کھڑا ہوا)

جیلر۔ تم جانتے ہو کہ تم قیدی ہو۔

چونی پرشاد۔ جی ہان معمولی قیدی!

جیلر۔ یہان سب قیدی یکسان ہین اور کسیکو بنچ پر بیٹھنے کی اجازت نہین،

چونی پرشاد۔ حضور اگر مجھسے خلاف قانون کوئی حرکت سرزد ہوئی، جسکا مجھے علم نہ تھا تو مین اُسکے لیے معافی کا خواستگار ہون۔

جیلر۔ آیندہ خیال رکھو۔

چونی پرشاد۔ بہت اچھا جناب!

جیلر، چونی پرشاد! تمنے دیکھا، کہ آج ایک چٹی بھی تمھارا ساتھی ہوکر جیل مین آیا ہے۔

چونی پرشاد۔ جی ہان مین خود متعجب ہون، یہ لوگ اورون کو جیل مین بھیجتے تھے اب یہ بھی آنے لگے، مگر جو کچھ ہے، خود کردہ ہے۔

جیلر، اس سے تمھاری کیا مراد ہی۔

چونی پرشاد، جناب مین عرصے سے رنگون مین رہتا ہون، جب پہلے پہل آیا، تو یہ چٹی لوگ حسب عادت لنگوٹ باندھے ننگے پھرتے تھے، اور ہر ایک سے دب کر رہتے تھے، پھر آہستہ آہستہ انھین ہوش آنے لگے، کپڑا پہننا تو نہ سیکھا، لیکن اپنی اسامیون کے طفیل گاڑیون کی سواری سیکھ لی، اور اب یہان تک نوبت پہونچی کہ یہ لوگ شرابی اور زانی ہوگئے، آپ بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ رنگون جیسی جگہ مین جسے زنا کی عادت ہوگئی اُسکا دین اور دنیا دونون برباد ہوگئے۔

جیلر، چیٹیونکا زانی ہونا، ذرا محال نظر آتا ہی۔

حضور! اب توان لوگون کی حالت یہان تک پہونچ گئی ہے، کہ چار چار، پانچ پانچ چٹی ملکر ایک بازاری عورت کو نوکر رکھ لیتے ہین اور تیس تیس چالیس چالیس روپیہ ماہوار ہر ایک شخص اسکو دیتا ہے، معاف کیجئے، بدتہذیبی ہوتی ہے، اور ہر ایک شخص اپنی باری پر اسکے یہان جاتا ہے۔

جیلر (ہنسکر) ہائین! کیا اُنکو غیرت نہین آتی!؟

چونی پرشاد، جناب یہ اچھی لوگ ہین، پیسہ کا کاروبار کرتے ہین۔ تو کیا ہوا! رنگون مین جو مدراسی اور کرانگی قلی رہتے ہین، ان کے ہان ملکی دستور ہے ایک عورت

کے تین چار خاوند ہوتے ہین، اور سب ملکر ایک ہی گھر مین رہتے ہین، پھر اگر انھین کے بھائی بیٹی ایسا کرتے ہین تو کیا ہوا ان لوگون مین غیرت اور حمیت تو ہے ہی نہین۔

جیلر لعنت ہو ایسی حالت پر۔

اب جیلر نے چونی پرشاد پر مہربانی کی نظر کی، اور اپنے قیدی اردلی سے پوچھا کہ کیا ابھی تک اسکا نمبر درست نہین ہوا، تاکہ اسے سول وارڈ مین بھیجد یا جائے، اور بیچارہ سگرگمیشن کی تکلیف سے بچ جائے، اردلی نے جواب دیا غریب پرور سب کچھ طیار ہے، صرف آپ کے حکم کی دیر ہے، ارشاد ہو تو ابھی لیجا کے چھوڑ آؤن او سپر جیلر صاحب کا حکم ہوا، جاؤ چھوڑ آو، چنانچہ قیدی اردلی چونی پرشاد کو تین مقفل پھاٹکون سے ہوتا ہوا سول وارڈ مین لایا، اور وہان کے انچارج قیدی سنتری کے حوالہ کیا۔

اب چونی پرشاد ایک بنگلہ نما وسیع عمارت مین تھا، جس کے نیچے کی منزل مین گودام تھا، اور ادہر کے فراخ ہال مین سول قیدی رہتے ہین، کھانا پکانے کے لیے مناسب جگہ نیچے دی گئی ہے، اور ادہر کا ہوادار وراندہ ان لوگون کے آرام کے لیے کافی ہے، چونی پرشاد اس جگہ آکر نہایت ہی خوش ہوا، اور شکر کرنے لگا کہ آسایش کی جگہ مل گئی، اس جگہ ایک قیدی کے پاس سپرنٹنڈنٹ جیل کی اجازت سے روزانہ رنگون ٹائمز اخبار آتا تھا، اسکی اجازت لے کر اخبار پڑھنے لگا، جب پڑھتے پڑھتے لوکل کے کالم پر پہونچا، تو مندرجہ ذیل خبر پڑھکر متحیر ہو گیا۔

۲۳ تاریخ کی صبح کو ایک اٹھائیس سالہ مدراسی عورت کی لاش مول مین پل کے پاس

دریا میں بہتی ہوئی ملی، جس سے نا لگا کسی خاص مصلحت سے دریا میں ڈوب کر خودکشی کر لی تھی۔

پچپسواں باب

مع الخیر واپسی

بو اپنے چمن میں پھر کے آئی　　روح اپنے بدن میں پھر کے آئی

جسطرح انسان کے ذاتی صفات میں حسن اور آواز ایسی چیزیں ہیں کہ سنگدل سے سنگدل بھی موم ہو جاتے ہیں، اسیطرح اکتسابی صفات میں دولت اور حکومت کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کرسکتی، ایک عالم یا فلاسفر کی قدر خواہ پس مرگ پیغمبروں سے بھی زیادہ ہو مگر زندگی میں عوام کی نگاہ میں ان کی کوئی عزت نہیں ہوتی، بمقابلہ اسکے ایک جاہل سے جاہل اگر صاحب دولت یا صاحب حکومت ہے، تو وہ اس عالم یا فلاسفر سے زیادہ عزیز ہوگا، داناؤں نے حکومت کو دولت پر ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ

ذرۂ حکومت بہ از تودۂ دینار

مگر زیادہ تر غور کرنے والوں نے دولت کو ستار العیوب اور قاضی الحاجات سے مخاطب کرکے اپنی عقل رسا کا ثبوت دیا ہے، ناظرین سر جارج جانسٹن کے حالات ملاحظہ فرما چکے ہیں، اسکو دولت سے وہ عیش حاصل ہوا، جو حکومت سے بھی نہ ہو سکتا تھا، گورنر اسکے گھر میں مہمان ہونا اپنا فخر سمجھتا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ امیر ہے، بڑے بڑے حکام مس جانسٹن سے شادی کے لیے پریشان تھے، کیوں؟

تھی اسلیے کہ حسن ظاہری کے ساتھ وہ ایک دولتمند باپ کی بیٹی تھی)، مونگ پھولکن کو حکومت سے اطمینان نہین اور دولت کے لیے ناجائز طریقہ اختیار کر رہا ہے مسٹر ترکستانی باوجود حکومت رکھنے کے دولت کا محتاج ہی، نواب علی قلی خان بدمست ہوکر عموماً لوگون کوستاتا ہے، وہ حکومت نہین رکھتا پھر کیا چیز اسکی پردہ پوشی کر رہی ہی یہی دولت!!! انور وزجی کی خوش قسمتی یا اس کی چالاکی سے اگر اس کو بچنے کا موقعہ نہ ملتا، تو دولت کی کمی اسے ضرور خراب کرتی، اور یہی ہوگیا ان اگر دولتمند نہوتا تو اپنے حریف چونی پرشاد کو اس طرح قید خانہ نہ دکھا سکتا، یہ سچ ہے کہ حکومت سے انسان دولتمند ہو سکتا ہے، مگر اسیطرح یقینی طور پر دولت سے انسان حکومت خرید سکتا ہے جسکی بہت سی مثالین موجود ہین، اس سے یہ نہ سمجھا جاے کہ مین حکومت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہون، دراصل حکومت اور دولت مین برابر کی چوٹ ہے، یہ حکومت ہی کا اثر ہے کہ چونی پرشاد سا آدمی ایک معمولی اسسٹنٹ جیلر کے سامنے گھنٹون حضور حضور پکارتا اور مودب کھڑا رہتا ہے حکومت ہی کا ذریعہ ہے کہ مونگ پھلے باوجود سب کام کرنے کے مونگ پھولکن کو برابر کا حصہ دیتا ہے، حکومت ہی کا نتیجہ ہے کہ مسٹر ترکستانی جس جگہ جاتا ہے اوسکی عزت کی جاتی ہے، درحقیقت یہ فیصلہ کرنا کہ دولت اور حکومت مین کسے فضیلت حاصل ہے؟ سخت مشکل ہے، دونون کو جو عزت حاصل ہے، وہ کسی چیز کو نہین، دنیا تب تک عزت نہین کرتی، جب تک دولت یا حکومت کا حصہ نظر آئے، ایک نوجوان ولایت سے بیرسٹری پاس کرکے آتا ہے، آتے ہی عام طور پر اوسکی عزت کی جاتی ہے، کیون؟ اسلیے کہ وہ دولت حاصل کرے گا،

اور امیر بنے گا، مگر چند سال کے تجربہ کے بعد اگر وکالت چلتی نظر نہ آئی، تو وہ عزت قایم نہین رہتی، ایک صاحب امتحان مقابلہ مین کامیاب ہوتے ہی کئی ایک مجالس کے صدر بنائے جاتے ہین، کیون؟ صرف اس لیے کہ انکو خدمت ملے گی، حالانکہ اس سے قبل وہی حضرت تھے، کہ کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔

ناظرین باب اول مین سول سروس کی نیت سے سلیم کی روانگی ولایت کا حال پڑھ چکے ہین، آج اُسدن کو تین سال سے کچھ اوپر عرصہ ہوگیا، سلیم سول سروس مین سولھوین نمبر پر پاس ہوگیا، چونکہ اس سال گورنمنٹ آف انڈیا کو ایک معقول تعداد سویلین کی درکار تھی، اس لیے سلیم اسکی اپنی خواہش کے مطابق مانڈلے مین کام سیکھنے کے لیے بحیثیت ایک اسسٹنٹ کمشنر کے ولایت ہی سے متعین کیا گیا آج سلیم جہاز سے اُترکر ساحل برہما پر قدم رکھتا ہے، ناظرین اسکی روانگی کو نہ بھولے ہون گے، کہ کس سادگی سے عمل مین آئی، یہان تک کہ اللہ ابھی جہاز تک رخصت کرنے کے لیے نہ آسکی تھی۔ آج وہی سلیم آرہا ہے، کہ رنگون کے شرفا کا ایک مجمع کثیر اسکی پیشوائی کے لیے بار اسٹرینٹ جٹی پر موجود ہے، اس جماعت مین ہمارے احباب مین سے مندرجہ ذیل احباب نظر آتے ہین، نواب علی قلی خان، مسٹر فلورنس، مونگ پھوکن، مولوی حمید، مسٹر محمد حسین، المعروف بہ مونگ با، مسٹر مشتاق، مسٹر ترکستانی اور مونگ پھوٹے، اسی جماعت مین ایک طرف سلیم کا بوڑھا باپ اور بڑا بھائی بھی موجود ہے، دوست محمد کا دل اسوقت خوشی کے مارے اچھل رہا ہے، اسکے جھری دار چہرہ پر ایک خاص قسم کی خوشی ظاہر ہو رہی ہے، اس مجمع مین جو اشخاص اوس سے ذاتی تعارف رکھتے ہین، اُسے مبارکباد دے رہے ہین،

اور جو واقف نہین دوسرون سے سُن کر اس بوڑھے شریف آدمی کی طرف مسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین، چنانچہ جب مسٹر فلورنس کو یہ معلوم ہوا تو خود چلکر دوست محمد کی طرف آیا اور اسطرح مخاطب ہوا

فلورنس، مسٹر دوست محمد! آپ کے استقلال اور ہمت کی تعریف کرنے کے بعد آپکو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہون، اب وقت آیا ہے، کہ آپ اپنے بیٹے کو حکومت کی کرسی پر دیکھکر خوش ہون،

دوست محمد (بذریعہ ترجمان کے) جناب یہ جو کچھ ہوا، آپ ہی لوگون کی مہربانی سے ہوا ہے، ورنہ مین کون ہا اور میری حقیقت کیا ہا اگر میرے دوست احباب اس معاملہ مین مجھے امداد نہ دیتے، تو مجھسے کچھ نہ ہوسکتا۔

فلورنس؛ مین امید کرتا ہون، کہ خداوند کریم آپکی عمر دراز کرے گا، اور ایک عرصہ تک سلیم کو خوش دیکھکر مسرت حاصل کرنے کا موقعہ ملے گا۔

دوست محمد، حضور! اب میری تمام خواہشین پوری ہوگئین، صرف یہی ایک تمنا ہے، کہ سلیم کو خوش دیکھکر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوجاؤن۔

مسٹر فلورنس یہان سے رخصت ہوکر مونگ پھوکن کے ساتھ باتون مین مشغول ہوے، اور ہر ایک معمر مسلمان جسے ہم سر جارج جانسٹن کے ہان گذشتہ باب مین دیکھ چکے ہین، دوست محمد کے قریب آیا، اور یون گویا ہوا۔

بھائی دوست محمد! ہم لوگون کی عمرین پوری ہوچکین، جو کچھ دنیا کے معاملات ہین، مین چاہتا ہون کہ روز بروز اب انکو کم کرتا جاؤن، تم بڑے خوش نصیب ہو کہ حج بیت اللہ سے بھی فراغت پاچکے، میرے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے

خدا کی قسم، بتیس سال سے ارادہ کر رہا ہون کہ مکہ شریف جا کر اس فرض سے سبکدوشی حاصل کرون، لیکن موقعہ ہی نہین ملتا، یہی خیال ہے کہ اگر مین چلا گیا، تو لڑکا عیاشی مین پیسہ اڑا دیگا، ار اندن اسی فکر مین رہتا ہون، مگر اب مصمم ارادہ کر لیا ہے وہ جو نکڑ والا میرا مکان بن رہا ہے، اسکے متعلق کچھ لوہے کی شہتیرون کے لیے ولایت آرڈر دیا ہے۔ امید ہے کہ دو سال کے اندر مال آجائیگا، یہ مکان طیار ہو جائے اور اُدھر میونسپلٹی نے لانا کاؤن کے قریب میرے ایک قطعہ زمین پر قبضہ کر لیا ہے تم نے سنا ہوگا، دس لاکھ کا معاملہ ہے چیف کورٹ نے خارج کر دیا، ارادہ ہے کہ پریوی کونسل مین اپیل کرون اور دیکھون کیا نتیجہ ہوتا ہے، تیسرا معاملہ خانگی ہے، انشاءاللہ میرے لڑکے کا بیٹا اب ایک سال کا ہو گیا۔ پانچ اور چھ سال کے درمیان ختنہ کے لیے مناسب وقت ہوتا ہے، میری غیر حاضری مین مجھے خوف ہے، کہ لڑکے کو عورتون کی باتون مین آکر اس تقریب پر دل کھول کر گھر اُجاڑ کے مین ہون گا تو ایسا نہ ہونے دونگا، ر دوست محمد کی چھاتی پر آہستہ سے ہاتھ رکھکر جو اسوقت تک نظر نیچے کر کے بوڑھے میان کی باتین سن رہا تھا) بھائی دوست محمد! آجکل کے اولاد دین دولت کی کیا قدر جانین، جسے کمانا پڑتا ہے وہ جانتا ہے، تمنے خون پسینہ ایک کر کے محنت کی، اس عزت کے درجہ پر پہونچا یا، جو آجکل ہم لوگون کا معراج ہی۔ اب دیکھ لینا، جب کہ تمھارا بویا ہوا بیج بار آور ہوا، اور پھل کھانے کا موقع آیا، لڑکا اپنی آمدنی کوٹ پتلون اور انگریزی فیشن مین خرچ کر کے اڑا دیگا اور تمھین پوچھیگا بھی نہین۔

دوست محمد اپنے دل مین سوچنے لگا، کہ عجب احمق شخص ہے، اپنی اولاد کی طرح سلیم کو بھی قیاس کرتا ہے، حالانکہ سلیم جیسے سعادتمند لڑکے سے امید ہے، کہ مجھے

ویسی ہی عزت دے گا جسکا مین مستحق ہون لیکن بظاہر بوڑھے میان سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔

دوست محمد، جناب! مین نے سلیم پر اس قدر محنت اس لیے نہین کی، کہ وہ مجھے اپنی کمائی کھلائے، خدا کے فضل سے میرے ہاتھ پاؤن سب چلتے ہین، اور مین خود کما کر دوسرون کو کھلا سکتا ہون، مین صرف سلیم کو خوش دیکھ کر جینا پسند کرتا ہون۔

بوڑھے میان۔ میری سمجھ مین نہین آیا، کہ اس اسراف اور انگریزی طرز معاشرت سے فائدہ کیا ہوتا ہے۔ میرے ایک مرحوم عزیز کا بیٹا جو یہان تک اس خبط مین مبتلا ہے کہ بالکل انگریز معلوم ہوتا ہے مجھ سے کہنے لگا کہ اس طرح پر رہنے سے حکام مین عزت دوبالا ہوتی ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، ہم لوگ سادہ لباس مین رہتے ہین، تو کیا حکام ہماری عزت نہین کرتے بلکہ ان سے زیادہ کرتے ہین، ہان اجنبی لوگ ایسے لباس مین دیکھ کر کرسٹان سمجھ کے سلام ضرور کرتے ہون گے، افسوس ہے انکی عقلون پر اور...............

بوڑھے میاں اپنی تقریر ابھی ختم نہ کرنے پائے تھے، کہ دور سے ایک اسٹیم لانچ دکھائی دیا جو بی بی لائن کے ولایتی مسافرون کو جہاز سے جیٹی پر لا رہا تھا، اور انھین مسافرون مین سلیم بھی تھا، لانچ جیسے ہی جیٹی کے نزدیک پہونچا، ہر ایک کی نظر اسپر جم گئی، اور ان نظرون نے بہت سی انگریزی ٹوپیون مین سے ایک ترکی ٹوپی ڈہونڈ نکالی، جو سلیم کے سر پر زیب دے رہی تھی تین سال کے عرصہ کے بعد سلیم کے چہرہ پر کوئی تغیر نظر نہین آیا۔ لباس مین خفیف سا پایا جاتا ہے؛ ولایت جانے سے پہلے سلیم ہمیشہ بند گلے والا کوٹ استعمال کرتا تھا، آج کالر اور نکٹائی کے ساتھ ہے، سر پر اگرچہ ترکی ٹوپی ہے

لیکن سامنے کے ہیٹ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہیٹ کے استعمال کی بھی عادت ہو اب لانچ بالکل جٹی کے قریب آگیا آہستہ سے ایک جھٹکا محسوس ہوا۔ اور خلاصیون نے لانچ کو جٹی کے ساتھ مضبوط سیون سے باندھ دیا پہلے کچھ یورپین لیڈیان اُتریں جنکے دوست آشناؤن نے انھین ہاتھون ہاتھ لیا اُن کے پیچھے مسٹر سلیم اپنی معمولی چال سے اُترا۔ اور سعادت مند بیٹا سیدھا اپنے بوڑھے باپ کے پاس پہونچا جھککر ہاتھ کو بوسہ دیا۔ باپ نے فرطِ محبت سے گلے لگایا۔ اور دونون باپ بیٹون کی آنکھون سے خوشی کے آنسو نکلے۔ اسکے بعد سلیم اورون سے بکشادہ پیشانی ملا۔ اس مجمع مین بہت سے ایسے اشخاص بھی تھے جن سے سلیم بالکل واقف نہ تھا۔ مگر وہ ہر ایک سے اسطرح ملا اگر گویا پرانا دوست ہو۔ تقریباً نصف گھنٹہ تک یہ مجلس رہی۔ اور سب لوگ جٹی سے باہر آئے۔ سلیم اپنے والد اور بھائی کے ساتھ ایک گاڑی مین سوار ہوکر گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے سب حاضرین اپنے گھرون کو رخصت ہوئے ✤

تمام شد

تاریخ تمدن

ٹامس بکل کی معرکتہ الآرا تصنیف "ہسٹری آف سویلیزیشن"

ترجمہ ... یشن انجمن ترقی اُردو منشی احمد علی بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ (مرحوم) نے

سلیس ... رہ اُردو مین کیا ہی۔

جا ... رف سے کثرت سے نوٹ بھی دیے ہین کتاب کے شروع مین

بسوط ... اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے جس سے مترجم کی خوش دماغی

ور قابلیت ... اف کیے بغیر نہین رہا جاتا قیمت عہ

النّاظر

اردو علم او ... ف رسالہ، فلسفہ اور سائنس کا عطر مجموعہ،

لیم نسوان او ... معاشرت کا مرقع، لکھنؤ کی انشا پردازی کا اعلیٰ نمونہ

یس وبا ... ت کا صحیح پیمانہ، تعلیم یافتہ گروہ کی جد وجہد کا کارنامہ،

... مہینہ کی پہلی تاریخ ولایت کے میگزین کی طرح پابندی سے

... ی سالانہ قیمت قسم اول للعہ، قسم دوم عہ

مرقع اوده

فرمان روایان اودھ کے مفصل تاریخی حالات نہایت رنگین پردازاور

لش انداز مین باتصویر قیمت ۱۲

لشتہر

منیجر الناظر بک ایجنسی امین آباد لکھنو

قاسم و زہرہ

لکھنؤ کے مسلم الثبوت اور قادر الکلام سخنور منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس ڈرامے کے مصنف ہیں، آپکی متعدد تالیفات مثنویونکی شکل میں پبلک سے خلعت قبول حاصل کر چکی ہیں۔

آپکی تمام تالیفات میں ستھرے خیالات اور نفاست مذاق کی جھلک نظر آتی ہے، اسی وجہ سے مشرقی تحقیقات کے نکتہ طرازوں نے آپکو "فلسفی شاعر" کے پُر فخر لقب سے یاد کیا ہے۔

یہ ڈراما آپکی سلک تصنیفات کا وہ بے بہا گوہر ہے جو جنوری ۱۹۱۱ء کے زمانہ میں بہترین تصنیف کے تمغہ سے مزین ہو چکا ہے۔

شروع سے آخر تک زبان شستہ، خیالات پاکیزہ، طرز ادا نہایت دلاویز شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ بھرے ہوئے، فقرے چست، لطیفے برجستہ، باانہمہ دلکشی حکیمانہ مذاق سے خالی نہیں، معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھلائے ہیں نیچرل کیفیات و جذبات میں سرتاپا یہ ڈراما ڈوبا ہوا ہے، جامعیت کے لحاظ سے اردو زبان میں یہ پہلا ڈراما ہے جو اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ خوش قسمتی سے الناظر بک ایجنسی کو اس بے نظیر تصنیف کے شائع کرنیکا موقع حاصل ہو گیا ہے۔

قیمت
قسم اول .... بارہ آنے
قسم دوم .... آٹھ آنے

مشتہر

منیجر الناظر بک ایجنسی امین آباد لکھنؤ